مرتبہ

خادم قوم غلام مرتضیٰ

ابن علامہ مرزا محمد غفران مرحوم

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ اقوامِ چترال اور اُن کے مشاہیر

ریاست ناشفار حال چترال کے پرانے خاندانوں و معتبر قوموں اور ملک کے معزز رجال کا ایک مجمل تذکرہ و تعارف جسے ریاست کے ایک ادیب فاضل مرزا محمد غفران مرحوم نے تاریخ چترال فارسی میں تالیف کیا تھا بعد جب تاریخ چترال ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے مزید علمی ریسرچ سے از سر نو ترتیب دی گئی تو مرحوم تذکرۂ مشاہیر میں بھی مزید توسیع کی تمنا رکھتے تھے۔ مگر ان کی وفات کے اتفاق حادثہ نے اس کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ تاہم جو کچھ فراہم ہو سکا سلسلہ کے روابط کو مابعد کے باقیماندہ افراد سے پُر کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس کا مسودہ فارسی میں تھا مگر چونکہ تاریخ چترال کا ترجمہ اردو میں ہو چکا تھا لہذا ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس کا بھی اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ جس کے ترجمہ کے بار گراں کو اٹھانے کی ہمت اللہ تعالیٰ نے محترم سید غلام حسن کاظمی مظفر آباد حال افسر تعلقات عامہ منگلا ڈیم پراجیکٹ میرپور کو عطا فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اسے اردو زبان میں منتقل فرمایا اور اسے بعض ناصحانہ نکتوں سے بھی زینت بخشی۔ مگر ان کے ترجمہ کے بعد اس میں کچھ ردو بدل اور ترمیمات کی حاجت ہوئی جس کے سبب سے ترجمہ کی پروف ریڈنگ میں اصلاح کے موجبات موجود ہیں۔ بہرحال میں محترم کاظمی صاحب کی خدمت میں اپنا ناچیز ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں اور معذرت کرتا ہوں کہ باوجود مصروفیات ملازمت کے آپ نے میری اس علمی یادگار کی تکمیل میں جس خلوص سے کام کیا ہے۔ اور اپنے اوقات گرامی کی قربانی کی ہے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ اگرچہ کوہستان چترال یعنی سرزمین کھو ایک مختصر سا خطۂ زمین ہے اور بظاہر یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہاں معتبر جنگجو اقوام اور نامور رجال کا وجود بھی ہو سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے یہاں کے باشندے شجاعت شعار اور اقران و امثال میں نامور چلے آئے ہیں۔ اہل بدخشاں کہ جن کا اس ملک سے تعلق ہمسائیگی رہا ہے نے ساز و سامان جنگ کی فراوانی اور کثرت نفوس و ہجوم کے باوجود جب بھی انہوں نے اس ملک پر لشکر کشی کی۔ چترال کے حفظ و دفاع نے ان کو عاجز کر ڈالا۔ اور سربادان کو نادم و شرمسار ہونا پڑا۔ چنانچہ اہل چترال کی ترکتازیوں اور فرد آزمائیوں و شمشیر رانیوں کا یہ عالم تھا۔ کہ کافرستان باشگل یال نورستان پر امیر تیمور صاحبقران نے سنہ ۸۰۰ھ میں لشکر کشی کی اور خود صاحبقران بھی اس حملہ میں شریک تھے۔ ناکام رہے مگر وہ اس ملک کے مورث اعلیٰ محمد بیگ کی جنگ آزمائی اور شمشیر رانیوں کا پامال تھا۔

اہل چترال کی جنگجوئیاں اس قطع کی تھیں کہ اگر ایک طرف چنانچہ کافرستان کی پامالی تک ماجگاہ تھا تو دوسری

طرف مرزمین جنڈول کو بیدریغ لتاڑتے رہے۔ شمال مشرق میں ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد و غبار نے اڑ کر جس کو جسے سنسکرت میں شلناس کا نام دیا گیا۔ ۔۔ سے کوہستانوں کو ڈھانپ لیا تھا تو ادھر مغرب میں وادی اباسندھ کا ناغور بند ندھال رہتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جنڈول کا وہ شہر جسے باذارک سے موسوم کرتے تھے اہل کاشغر کے تاخت و تاراج سے کھنڈرات کا انبار بن گیا تھا (اہل کاشغر سے مراد اہل کاشقار ہیں نہ کہ کاشغر کلاں) المبدان کھنڈرات پر نیا قلعہ آباد کیا جسے اب بھی قلعہ کہتے ہیں۔ آثار دورِ محمد بیگ آج بھی کہیں نہ کہیں دکھائی دیتے ہیں۔

ناظرین باتمکین سے پوشیدہ نہیں کہ ریاست چترال کہوستان کے نام سے اس لئے بھی مشہور ہے کہ کھو قوم کی سرزمین رہی ہے جب سکندر یونانی نے ایران کو فتح کر لیا اور کابل کے راستے ہندوستان کی تسخیر کا عزم کیا تو کابل سے اسمار پہنچا۔ کھو قوم جو وہاں آباد تھی نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر کے ایک فوجی دستہ نے چترال پر بھی حملہ کیا تھا اور اس دستے نے اسمار کے قریب دریا کو عبور کیا تھا اس دریا کو کواسپس کا نام دیا گیا ہے یعنی دریائے کھو۔ بالفاظ دیگر کھو قوم اس عہد میں اسمار تک تسلط پذیر تھی۔ اور سکندر یونانی جیسے شہرۂ آفاق حملہ آور کا مقابلہ کیا اور اپنے ملک کی لاج اور آزادی کو بچا لیا۔

عہد جدید کے کارنامے جو بریکوٹ اور اسکردو کے محاذات پر دشمنوں کے مقابلہ میں اہل چترال کی شجاعت سے یاد ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس قوم کے کارنامے ہیں۔ جو باوجود قلت نفوس کے دشمنوں کو عاجز کر ڈالا۔ اور بلتستان کی مشہور چھاؤنی پر قبضہ کر لیا۔ لہذا چترال کی اقوام اور ان کے مشاہیر کا مختصر ضمیمہ تاریخ چترال میں شامل کرتا ہوں۔ ساتھ ہی یہاں کے علماء و فقراء، فضلا اور شعرا کے نامور رجال کا تذکرہ بھی یہاں سپرد قلم کیا گیا ہے تاکہ یادگار رہے اور ریاست کے حکمرانوں کی قدر جلالت اہل مملکت کی شجاعت و جسارت کے کارناموں سے زندہ و جاوید رہے کیونکہ اگر تاریخ نہ ہو تو نہ کسی ملک کے بادشاہ کی عظمت دنیا میں قائم رہتی ہے نہ قوم کے کارنامے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ شاہ کٹور اول کے خاندان سے اس موضوع کا آغاز کیا جا رہا ہے کہ ریاست چترال کا موجودہ حکمران انہیں کی نسل سے ہے پھر اقوام کے مشاہیر جو عہد رئیسہ سے اب تک ممتاز چلے آتے ہیں۔ اعلیحضرت سے مراد سر شجاع الملک مرحوم ہیں یہ ان کا قومی خطاب تھا اور اہل ملک اسی خطاب سے ان کو یاد کرتے ہیں۔ فقط یکم نومبر ۱۹۶۱ء

نیازمند خادم قوم و وطن

غلام مرتضیٰ فرزند علامہ مرزا محمد غفران مرحوم

سابق لفٹنٹ کوارٹر ماسٹر باڈی گارڈ ریاست

خاندانِ کٹوریہ کے مشاہیر

۱۔ عبدالغنی خان ابن شاہ کٹور اوّل

یہ ایک شہرت یافتہ شخصیت کا مالک تھا اپنے والد کی زندگی میں علاقہ تورکھو کی حکومت پر مامور اور وہاں ہی قیام پذیر تھا۔ مہتر سنگین علی کے عہد میں بھی بدستور تورکھو پر مامور رہا۔ مہتر محمد غلام کے زمانے میں ورسن پر لشکر کشی کی مگر شکست کھائی۔ مقابلہ اور استقامت کی تاب نہ لاکر دخان چلا گیا۔ اور وہاں پناہ گزین ہوا۔ مہتر شاہ افضل اول کے عہد حکومت میں وہاں سے واپس آکر تورکھو میں شورش کا آغاز کیا۔ باشندگان تورکھو نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور بغاوت کے جرم میں موضع استارہ میں قتل کر دیا گیا۔ اسکی اولاد میں سے سلائی خان ایک معروف شخص تھا جس کی اولاد موڑکھو میں موجود ہے۔

۲۔ شاہ غیرت ابن شاہ کٹور اوّل

شاہ غیرت کا لڑکا اعظم خان اور اس کے لڑکے میر ولیس خان اور کامران نامور لوگوں میں سے تھے۔ اعظم خان بیلم میں مہتر شاہ نواز خان کے لڑکے مسلم شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا ان کے پوتے پڑپوتے موضع دنین میں رہتے ہیں۔

۳۔ فرخ سیر ابن شاہ کٹور ثانی

فرخ سیر بڑا نامور جوان تھا۔ باپ سے بغاوت پر آمادہ ہوا اور موضع لنگوہ میں جنگ برپا کی۔ اور شکست کھا کر بدخشان کی طرف فرار ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد واپس آیا اور باپ سے معافی مانگی اور پدرانہ شفقت سے ہمکنار ہوا۔ دوسری بار عم محترم مہتر سربلند خان پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے لشکر بھیجکر گرفتار کر لیا۔ اور نشتر لگا کر آنکھوں کو زخمی کرا دیا۔ زخموں سے صحت یابی کے بعد اسکو جلا وطن کیا گیا اور وہ یا جوڑ سے گھومتا ہوا بیلم پہنچا اور مسلم شاہ کے پاس قیام پذیر ہوا۔ اور سازش کے الزام میں مسلم شاہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کی نعش چترال بھیجدی گئی۔

۴۔ ہمایوں شاہ بن فرخ سیر

ہمایوں شاہ معروف شخصیت کا مالک تھا والد کے قتل ہونے کے بعد اپنے جد بزرگوار مہتر امان الملک کے زیر سایہ تربیت پائی اور نوازش شاہانہ سے علاقہ شغور کی حکومت پر سرفراز ہوا۔ لیکن ایک سال بعد محبت شاہ کے بیٹے سعید شاہ نے جو اپنے والد کے قتل کے بعد دیر و سوات میں پھر رہا تھا۔ مہتر محترم شاہ ثانی کو دیر میں گولی کا نشانہ بنا دیا۔ غزن خان والئ دیر نے اس کا جنازہ چترال بھجوا دیا۔ اور بادشاہ کو خبر دار کیا کہ ہمایوں شاہ اور اس کے لڑکوں کے اشارے سے آپ کے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے اور دشمن اب خود مختاری

جان لینے کے درپے ہیں لہٰذا مہتر محترم شاہ ثالث کے قتل کے الزام میں ہمایوں شاہ معہ اپنے دو بیٹوں، ہدایت شاہ و قناعت شاہ کے شغور ہی میں قتل ہوئے ۔ اور اس کے تین خورد سال بچے یعنی شاہ افضل میر حیدر۔ بہرام خان جو بادشاہ کے بھانجے تھے قتل سے مامون رہے۔ اور شغور سے خارج کر کے نغر مقام پر رہائش کے لئے بھیجدیا گیا۔ اور اعلیٰحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں تینوں اعزاز سے رہے۔ بہرام خان نے سرکاری لیویز محکمہ میں صوبیداری بھی پائی یہ بہادر شخص تھا۔ ایک انگریز افسر کی جان بچانے کے صلے میں جبکہ وہ چیتا کے حملہ سے زخمی ہو گیا تھا۔ تمغہ اور انعام بھی حاصل کیا۔ اسکے لڑکے فضائی ملک و عبدالعزیز خان ریاستی رسوخ میں حصہ دار نہ ہوتے مگر عوام میں معتبر ہیں۔ آجکل ان کی اولاد جغجرت میں آباد ہے۔ شاہ افضل کے لڑکوں میں محمد زمان خان اپنے خاندان میں معتبر تھا پھر اس کا لڑکا محمد امین خان تعلیم پا کر ریاستی باڈی گارڈ کے دفتر میں ملازم ہوا اور بتدریج ترقی پا کر آنریری صوبیدار کا خطاب حاصل کیا لائق و معتبر شخص ہے۔

میر حیدر خان کا لڑکا صوفی سکندر خان معروف شخص تھا ۱۹۳۶ء میں ایک سیاسی سازش میں ماخوذ ہو کر ایبٹ آباد ضلع ہزارہ کی جیل میں محبوس رہا تھا۔ رہائی کے بعد واپس چترال آیا۔ گوشہ نشین رہا۔ اور یہیں انتقال کیا۔ اس کا لڑکا محمد وکیل خان پولیس فورس میں عہدہ دار ہے۔

۵ - ریحان شاہ بن میر غضب شاہ

شاہ کٹور ثانی کا پوتا تھا۔ صاحب اعتبار و لیاقت شخص تھا مہتر شاہ افضل ثانی نے اسے موڑکہو کی حکومت تفویض کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسے بادشاہ کی شرف دامادی کا مرتبہ بھی حاصل تھا۔ مگر شہزادہ تجمل شاہ سے خفیہ ساز باز اور فتنہ آرائی کی پاداش میں قتل ہوا۔ اس کا لڑکا بہادر شاہ بڑا پاکیزہ خصلت اور نیک سیرت شخص تھا۔ مہتر نظام الملک کے عہد میں مرتبۂ وزارت پایا۔ اور ان کے ہمرکاب کابل بھی گیا۔ اس کا لڑکا محمد نادر شاہ اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں معزز سفیر اور ممبران کونسل میں شامل تھا۔ ۱۹۵۶ء اس کے خاندان سے پناہ دستگیر ممبران عدلیہ کونسل میں شامل ہوا۔ اس کا خاندان عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔

۶ - شہزادہ تجمل شاہ ابن شاہ کٹور ثانی

یہ شاہزادہ شاہ کٹور ثانی کے مقرب ترین فرزندوں سے تھا علم و فضل میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ شیخ حسام الدین صاحب قندوزی علیہ الرحمتہ کے سلک ارادت میں منسلک تھا۔ شاہزادہ تجمل شاہ کے بھائی مہتر شاہ افضل ثانی نے والد کی وفات کے بعد اسے علاقہ دروش پر حلقہ تصرف بخشا مگر اسی پر قانع نہ رہ سکا۔ مزید براں بھائی پر حملہ بھی کیا۔ جنگ برپا ہوئی۔ آخر مہتر شاہ افضل کے لڑکوں محترم شاہ ثالث اور میر افضل کے ہاتھوں قتل ہوا۔

شاہزادہ تجمل شاہ کی شخصیت ایک عالم دین۔ ایک جوان صالح اور صوفی مشرب اوصاف سے متصف تھی اس کا لڑکا ملک شاہ لائق شخص تھا۔ لیکن بخت نے یاوری نہ کی اور جلد وطنی ہی میں انجام کو پہنچا۔ اور اسکا بھائی

تجمل شاہ جب جلاوطنی کی زندگی سے تنگ آکر وطن میں واپس آیا تو سردار نظام الملک نے قرابت مادری کی رعایت سے علاقہ ورشگوم اس کے تصرف میں دے دیا۔ سردار مرحوم کی وفات کے بعد ورشگوم سے نکال دیا گیا۔ اور بروز میں سکونت پذیر ہوا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد اعزاز سے زندگی بسر کی۔ پھر اسکا لڑکا قمر شاہ جہان بھی موجودہ عہد میں معزز ہے۔ اسکا لڑکا نادر شاہ جہان سکاؤٹس میں صوبیداری کے عہدہ پر ممتاز اور لائق جوان ہے۔

ملک شاہ بن تجمل شاہ کی شخصیت جو اُوپر ذکر ہوا۔ اس نے بانشگل اور بدخشان کے درمیان بھی آمد و رفت رکھی تھی۔ چنانچہ میر محمود شاہ والئی بدخشاں کے چترال پر حملہ کے موقع پر بدخشان پہنچا اور میر بدخشاں کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اسکا لڑکا صوفی اعظم خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد کے معتبرین سے تھا۔ اور ہمہ وقت زہد و قناعت میں محو رہتا۔ مرد صالح تھا اور سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھا۔

۷۔ مہتر جو ذوالفقار شیر ابن شاہ کٹور ثانی معززین خاندان شاہی سے ہونے کے باوجود بذات خود بھی معزز تھے۔ شاہ افضل ثانی اور مہتر امان الملک کے عہد تک بڑے اعزاز سے زندگی بسر کی۔ نامور شخص تھے اور بحیثیت وزیر یاد کئے جاتے تھے شاہ امان الملک کے دربار میں بڑے رسوخ کے مالک تھے۔ انکا لڑکا محمد شیر بھی معزز تھا۔ اور ایک لڑکا زلف ہنر شراب سکاؤٹس میں صوبیدار ہے۔ اور لائق یاد ہوتا ہے۔ اگر اپنی تصویر تاریخ میں چھپواتے تو یادگار رہتی مگر تساہل سے کام لیا۔

۸۔ مہتر جو تصراب شاہ ابن شاہ کٹور ثانی شاہی خاندان سے معزز اور نامور شخصیت کے مالک تھے اپنے علاقے اعلیحضرت مہتر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں نوے سال کی عمر میں انتقال کیا ان کے تین لڑکے تفضل شاہ، جنگور شاہ اور نزاکت شاہ ملک کے لائق عناصر سے تھے۔ چوتھا لڑکا خان بھی شاہی دربار میں معتبر تھا۔ جنگور شاہ احمد خان کونسل عدلیہ کے ممبر رہ چکے ہیں۔

تفضل شاہ کے لڑکے محمد غلام و مکمل شاہ و غلام حیدر و عبدالکریم خان بھی قابل ذکر ہیں۔ محمد غلام رکاری لیویز میں صوبیدار تھا۔ پھر عدلیہ کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا۔ اور مکمل شاہ محکمہ جنگلات کا افسر تھا پھر کونسل ممبر ہوا۔ لائق اشخاص میں شمار ہوتا ہے۔ غلام حیدر ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار اور قواعد کا انسٹرکٹر تھا۔

نزاکت شاہ کے دونوں لڑکے خانی خان و محمد حنیفہ تعلیم سے آراستہ اور شاہی ملازمت میں منسلک رہے خانی خان پھر کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا اور اس کا بھائی محمد حنیفہ نئی تنظیم کے بعد گودام و تحصیل میں کلرک رہا۔ دونوں کاغذی مہارت کے مالک اور ملک کے معتبروں سے ہیں۔ عبدالکریم خان کا لڑکا اب سکاؤٹس میں جمعدار ہے لائق نوجوان ہے۔

۹۔ شہزادہ غضنفر شاہ ابن شاہ کٹور ثانی یہ شہزادہ اپنے والد کی زندگی میں بہ عہدہ خندر کی حکومت پر فائز ہوا اور والد کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ محتشم شاہ و کرم علی شاہ انکے لڑکے تھے۔ محتشم شاہ کے دو لڑکے جنگور شاہ و شاہجہان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر تھے اور لنگلو میں متوطن تھے۔ اور کرم علی شاہ کے دو لڑکے صدق علی شاہ و غلام علی شاہ۔ اور طیب شاہ بھی قابل شخص تھے۔ مہتر افضل الملک کے عہد میں طیب شاہ بطور سفیر مہاراجہ کشمیر جایا کرتا تھا۔

اولاد شاہ افضل ثانی

۱۰۔ شہزادہ میر افضل خان یہ اپنے والد کے عہد میں عزت و شہرت کا مالک تھا۔ اور پرگنہ دروش کی حکومت پر

فائز تھا۔ لیکن اس پر قناعت نہ کر سکے۔ اور بے اعتدالیاں کیں۔ ان حرکات سے والد کو تنگ کیا۔ بالآخر مہتر مرحوم بوجہ مجبوری شہزادہ کو گرفتار کر کے قلعہ دروش کے زندانخانے میں قید کر دیا۔ اور اپنی ناکردہ بداعمالی کی پاداش میں قلعہ کی قید سے فرشتہ موت نے آزاد کیا۔ کوئی اولاد نہ تھی۔ ع ایک جان تھی سو وہ بھی ہوس کی نذر ہوئی

۱۱۔ شہزادہ شیر افضل خان

یہ مہتر شاہ افضل کے فرزند مہتر شیر افضل خان بڑے نامور شخص تھے۔ مہتر امان الملک کے عہد میں علاقہ توریکھو میں رضاعت و تربیت پانے کے بعد جب جوان ہوئے یہ علاقہ ان کی جاگیر میں محسوب تھا۔ مگر سالفری سردار نظام الملک بھی علاقہ توریکھو میں رضاعت پائی۔ جب وہ بھی جوان ہوئے تو شیر افضل خان نے علاقہ توریکھو میں اپنے قیام کو متزلزل خیال کیا اور فرار ہو کر وخان جانے کا ارادہ کیا۔ مہتر امان الملک جب صورت حالات سے آگاہ ہوئے تو انھوں نے شہزادہ شیر افضل خان کو وہاں سے چترال بلا کر موضع ایون میں رہائش کے حقوق دے دیئے مگر شہزادے نے وہاں سے رخت سفر باندھا۔ اور ریاست دیر میں جا پہنچا۔ اور پھر کوہستان باشقر میں طرح اقامت ڈالی۔ اور امیر کابل شیر علی خان سے امداد کا طلبگار رہا۔ اور اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن خان کے ہاں چلا گیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان کو جنگ قندہار کی مہم پیش آئی تو شہزادہ شیر افضل خان نے اس جنگ میں شجاعت و شہامت کے وہ جوہر دکھائے کہ امیر موصوف کے منظور نظر ہوگئے۔ اور امیر صاحب نے شہزادہ کو مع عیال بدخشان میں قیام کی سرفرازی بخشی۔

مہتر امان الملک کی وفات کے بعد جنگی منصوبہ کے تحت چترال پر ایک عظیم شبخون مارا۔ لنکوہ میں مہتر محمد مرید دستگیر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شغور میں میجکر شاہزادہ امیر الملک پر قابو پالیا۔ اور دوسری رات خاص چترال پر شبخون مارا اور عالم بے خبری میں مہتر افضل الملک کو قتل کر ڈالا۔ اور ستائیس دن چترال پر حکومت کر کے جب جنگ دراسن میں ہزیمت پائی تو براہ اسمار کابل واپس چلا گیا۔ اور سردار نظام الملک تخت چترال پر متمکن ہوگئے۔

سردار نظام الملک کے قتل کے بعد جب عمرا خان والی جندول چترال میں آیا۔ تو شہزادہ شیر افضل خان باجوڑ کے راستے دوبارہ اس ملک میں داخل ہوا۔ شہزادہ شیر افضل خان اور انگریز افسروں کے مابین چترال خاص میں ہولناک جنگ برپا ہوئی جس کے مفصل حالات تاریخ چترال میں قلمبند کئے جا چکے ہیں۔ محاصرہ کے بعد انگریز افسروں نے مہتر شیر افضل خان کو دیر میں گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد ہندوستان میں لیجا کر نظر بند کر دیا گیا۔ سولہ برس کے بعد ۱۹۱۱ء میں نظربندی ہی میں انتقال کر گئے۔ مہتر مرحوم بڑے شجاع اور مستقل مزاج انسان تھے۔ بخت کی نارسائی نے ان کی یاوری نہ کی۔ ان کے دونوں لڑکے نوزا افضل خان و شاہ نادر خان کابل ہی میں فوت ہوئے۔ اور ان کی ایک شہزادی ان کی وفات کے بعد چترال آئیں۔ اور اعلیحضرت سر شجاع الملک کے سلک ازدواج میں منسلک ہوگئیں۔ مگر قلیل عرصہ کے بعد اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔ مہتر مرحوم کے ساتھ جو لوگ یہاں سے غریب الوطن ہوئے وہ بھی سب واپس آگئے۔ جنہیں مرزا عافیت خان

قابل ذکر ہے۔ وہ ان کا بڑا وفادار ملازم تھا اور تورکہو کا باشندہ تھا۔ اعلیحضرت نے اس کو رہائش کیلئے
زمین دی اور توشہ خانہ میں ملازم رکھ کر اسکی پرورش فرمائی۔ مہتر مرحوم کی وفات کے ۲۳ برس بعد اعلیحضرت
مرحوم نے اپنے معتمد خاص قاضی محمد جہان خان کو ہندوستان بھیجکر ان کی اور برادر محترم مہتر امیر الملک کی ہڈیوں
کو تابوت میں رکھوا کر چترال منگوائے۔ اور شاہی قبرستان میں دفن کرایا۔ آخر گل اپنی صرف در میکدہ ہمتی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ مہتر مرحوم کی تصویر تاریخ میں شامل ہے۔

۱۲۔ مہتر کوہ کن بیگ

مہتر شاہ افضل ثانی کے فرزند ہیں۔ مہتر امان الملک مرحوم کی تخت نشینی کے آغاز عہد سے علاقہ دروش ان کے تصرف میں تھا۔ تقریباً چودہ برس تک بڑے آرام
اور کامرانی سے زندگی بسر کی۔ اس کے بعد مہتر زادہ نے بادشاہ کے مزاج کو کچھ بدلا ہوا پایا۔ تو اہل وعیال سمیت
دیر اور باشقر میں چلے گئے۔ اور شیر افضل خان سے متحد ہو گئے۔ چند برس بعد تقصیرات کے لئے طالب عفو
ہوئے اور چترال واپس چلے آئے۔ اور تورکہو میں اور مابعد دروش کی حکومت پر فائز ہوئے۔
خان جندول عمرا خان نے جب دروش پر حملہ کیا تو حفاظت نہ کر سکے اور قلعہ معہ اسلحہ عمرا خان کے
حوالے کر دیا۔ اور بدنامی کے داغوں سے دامن بھر لیا۔ شیر افضل خان سے جا ملے اور اس کے ساتھ
باشقر پہنچے۔ پھر دیر آئے جہاں گرفتار ہو کر شیر افضل خان کے ساتھ ہندوستان بھیجدیئے گئے۔ چند برس
کے بعد رہائی پا کر چترال آ گئے اور ۱۹۱۲ء میں انتقال کیا۔ محمد افضل بیگ، شیر جنگ بیگ، میر حیدر بیگ، محمد مراد بیگ،
غلام ایوب، غلام اسمٰعیل اور میر احمد بیگ ان کے صاحبزادے ہیں۔ منجملہ میر احمد بیگ نے اعلیحضرت سر شجاع الملک
مرحوم کے عہد میں اعتبار پا کر سکوٹس میں صوبیداری حاصل کی۔ لائق و معزز شخص تھے۔

۱۳۔ محمد افضل بیگ

مہتر جو کوہ کن بیگ کا صاحبزادہ اور ریاست چترال کا ایک نامور شخص تھا علاوہ اس کے وہ مہتر امان الملک مرحوم کی دامادی سے ممتاز تھا۔ محاصرۂ چترال
کے دنوں میں مہتر شیر افضل خان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ جلاوطن ہو کر ہندوستان گیا تھا ہندوستان
سے محمد افضل بیگ، اس کا والد کوہ کن بیگ اور اس کا چچا یادگار بیگ فرار ہو کر چلے آئے مگر راستہ میں
اس کا والد پھر گرفتار ہوا۔ اور واپس بھیجا گیا۔ مگر چچا اور بھتیجا فرار ہونے میں کامیاب رہے مہتر جو یادگار بیگ
نواب محمد شریف خان والئ دیر کے ہاں جا کر قیام پذیر ہو گیا اور محمد افضل بیگ چترال چلا گیا۔ اور یہاں دوبارہ
قید کیا گیا۔ قبل اس کے کہ پھر ہندوستان بھیجا جاتا۔ وہ زنجیر توڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ نواب دیر کے ہاں جا کر
قیام پذیر ہوا۔ اور اسی جگہ ۱۹۱۷ء میں رحلت کی۔ جلاوطنی کے دنوں امیر عبدالرحمٰن والئ کابل کے ہاں بھی
کچھ مدت تک بڑے اعزاز سے رہا تھا۔ شاعرانہ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے کلام کا دیوان موجود ہے۔

۱۴۔ مہتر جو یادگار بیگ

شاہ افضل ثانی کے فرزند اور بڑے لائق شخص تھے۔ مہتر امان الملک مرحوم کے عہد حکومت میں انکو سفارت پر مامور کر کے مہاراجہ کشمیر کے پاس چند دفعہ

بھیجا گیا تھا۔ جب مہتر شیر افضل خان نے پورش کی تو اسکے ساتھ شمولیت اختیار کرلی تھی اور گرفتار ہوکر ہندوستان بھیجدیئے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر یہیں رحلت کی اور مادر وطن کی آغوش میں ابدی نیند سو گئے۔

۱۵۔ مہتر جو محمد علی بیگ مہتر شاہ افضل ثانی کے فرزند مہتر امان الملک مرحوم کے عہد حکمرانی میں کوہ بالا کے دیہات ان کی جاگیر میں تھے اور آرام سے زندگی بسر کررہے تھے۔ بہادر ترینگ مہتر جو کوہ کن بیگ کی فراری کی وجہ سے ان پر بھی تنزل کی ساعت آگئی۔ پھر اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے دوران حکومت میں ان کی عزت بحال ہو گئی۔ اور جاگیرداری کے حقوق بھی دوبارہ مل گئے۔ اور اعلیحضرت کے اولین سفر ہندوستان میں وہ شریک ملازمت رہے۔ معزز اور بڑے مجلس آرا شخص تھے۔ اور اسی حال میں وفات پائی۔ ان کے لڑکے امت محمد۔ افضل امان حسن احمد اور فضل الرحمٰن سب اعزاز و اعتبار کے مالک تھے۔ افضل امان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ اور اس نے جنگ برکوٹ میں اپنی کمپنی کی معیت میں پل کے پشتہ پر انتہائی جوش و خروش سے حملہ کر کے پل پر قبضہ کرلیا تھا حسن احمد علم کے ساتھ سلسلۂ نقشبندیہ میں متوسل اور صوفی منش تھے اور اعلیحضرت مرحوم کی معیت میں حج بھی کیا تھا۔ اور سفر و حضر میں ہمیشہ شامل رہتے تھے۔ اس کی تحریر بڑا پاکیزہ تھا۔ تصوف میں مشغول رہا۔ اعلیحضرت مرحوم سے نقدی اور غلہ کی صورت میں وظیفہ یاب تھے۔

امت محمد کونسل عدلیہ میں شمولیت رکھتا تھا اور فضل الرحمٰن لیویز میں صوبیداری پائی تھی۔ حسن احمد کے لڑکے تعلیمیافتہ تعلیم یافتہ ہیں۔ بڑا لڑکا سراج احمد ریاستی مالیہ کے دفتر میں ہیڈ کلرک اور لائق یاد ہوتا ہے۔

۱۶۔ مہتر جو بہادر خان بن شاہ افضل ثانی مہتر امان الملک مرحوم کے حضور میں ان کے محبوب ترین بھائیوں سے تھے۔ کاروبار سفارت پر مامور ہوکر مہاراجہ کشمیر کے ہاں بھی گئے تھے۔ اور جنگ اسمار میں دوسو نوجوانوں کے ساتھ خان اسمار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ ۱۸۹۵ء کے محاصرۂ چترال میں وہ اعلیحضرت کے ساتھ شامل تھے۔ اختتام محاصرہ کے بعد مجلس وزارت میں مشیر کی حیثیت سے شامل تھے۔ بعد ازاں برطانوی حکومت نے ان کو علاقہ مستوج کا گورنر مقرر کردیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں گورنری سے مستعفی ہوئے۔ اور مقام الیون میں زمین لے لی۔ اور ریبرت کا گاؤں جاگیر میں پایا۔ ۱۹۱۵ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ وضعداری اور پاکیزہ سیرت کے مالک تھے۔ اعظم خان لعل زمان۔ محمد زمان خان۔ رحمت زمان خان اور بلند در خان ان کے صاحبزادے تھے۔

لعل زمان خان خصوصیت کے ساتھ اعلیحضرت مرحوم کے ہاں قرب و حضوری کا مرتبہ رکھتا تھا اور اس سے پیشتر وہ سکاوٹس میں صوبیدار تھا۔ جنگ برکوٹ میں دریا کے مشرقی کنارہ کے مورچوں میں اپنی کمپنی کے ساتھ دشمن سے برسر پیکار تھے۔ محمد زمان خان و رحمت زمان خان بھی سکاؤٹس میں صوبیدار تھے۔

مہتر جو بہادر الملک
صوبیدار میجر
سکاؤٹس چترال

کپتان عبدالرؤف خان
سابق ممبر کونسل مشاورتی
چترال

اور اپنی کمپنیوں کے ساتھ بریکوٹ لام میں انتہائی جوش کا مظاہرہ کیا۔ لعل زمان خان جب سکوٹس سے سبکدوش ہوا تو ان کے منصب پر ان کا لڑکا مقتدا خان صوبیدار بنا۔ اور ریاست چترال کی تنظیم جدید کے بعد وہ تحصیلدار مقرر ہوا۔ ایک سال بعد تحصیلداری سے استعفیٰ دے دیا اور گھر پر آرام کرنے لگا۔
اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں لعل زمان خان کی بڑی عزت تھی۔ اور آنریری کرنل سے یاد کیا جاتا تھا سفر و حضر میں شامل رہتے تھے۔ پاکیزہ اخلاق کے مالک اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ ۱۹۲۲ء میں وفات پائی۔ ان کا لڑکا مقتدا خان اور اس کا دوسرا بھائی بدستور بمبرت کی جاگیر میں حصہ دار ہیں۔ اور کافی اراضیات کے مالک ہیں۔

اولاد مہتر امان الملک

۱۷۔ مہتر جوش شاہ ملک یہ بزرگوار مہتر امان الملک کی زندگی میں بڑے عالی وقار شخص تھے۔ دروش کا علاقہ ان کے تابع فرمان تھا۔ صاحب علم و قلم اور صاحب دانش تھے شستہ تقریر اور شائستہ تحریر پر قدرت رکھتے تھے۔ والد بزرگوار کی وفات سے ایک ہفتہ بعد مہتر افضل الملک کی فرمائش پر قتل کر دئیے گئے۔ امین الملک اور سلطان الملک ان کے لڑکے تھے۔ امین الملک کی والدہ نواب محمد شریف خان والئی دیر کی ہمشیرہ تھیں۔ اسلئے اعلیحضرت شجاع الملک مرحوم کی مسند نشینی کے ابتدائی سالوں میں عزور و استکبار میں کھو یا رہا۔ ان دنوں اسکے اطوار و کردار بھی پسندیدہ نہ تھے۔ اپنے چچا مہتر جو عبدالرحمٰن خان کے ساتھ بدخشان کی طرف ملک بدر کر دیا گیا۔ چند سال بعد واپس دیر واپس آگیا وہاں سے اجازت مانگ کر وطن کو مراجعت کی۔ اپنے خیالات پر اظہار ندامت کیا اور اخلاص مندی اختیار کرلی۔ اور اپنی زمین و جائداد کے حصول میں کامیاب ہو گیا۔ امین الملک اعلیحضرت مرحوم شجاع الملک کے حضور میں قدر و منزلت رکھتے تھے ریاستی باڈی گارڈ میں کپتان کا آنریری خطاب حاصل کیا تھا۔ بہادر الملک۔ حیدر الملک۔ مومن الملک۔ عنایت الملک۔ ممتاز الملک۔ غضنفر الملک۔ سیمین الملک اور فتاح الملک ان صاحبزادے ہیں جو علاقہ دروش میں آباد ہیں۔ بہادر الملک اور مومن الملک سکاؤٹس میں صوبیدار ہیں جنوری ۱۹۶۱ء میں بہادر الملک نے ترقی کر کے صوبیدار میجر کا منصب حاصل کیا ہے بڑے لائق اور نیک سیرت شخص ہیں۔ تاریخ چترال کے معاونین میں بھی ایثار سے کام لیا۔ ... حیدر الملک ۱۹۴۷ء میں جنگ آزادی کشمیر کے اوائل میں دروش سے ایک دستہ مجاہدین کے ساتھ نوشہرہ کے محاذ پر گیا۔ اور وہاں دشمن کے ہجوم پر ایک دلیرانہ حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں دشمن کی گولی سے جام شہادت نوش فرمایا بڑا بہادر شخص تھا۔ بہادر الملک صوبیدار میجر کی تصویر شامل ہے۔

مہتر جو امین الملک و سلطان الملک کی والدہ جو کہ نواب محمد شریف خان مرحوم والی دیر کی ہمشیرہ تھیں انہوں نے اپنی حیات ہی میں جائداد اپنی ہمشیرہ کو بخشدی تھی۔ اور وہ جائیداد کاردوزہ علاقہ دیر کے ڈیرے پورہ و بہرہ ڈیرے دکو میرہ کی جائیداد ہے ان کی اولاد اپنے آپ کو ابتک ان جائداد وں کی وارث و مالک بتلاتی ہے۔ مہتر جو سلطان الملک کی صرف ایک لڑکی ہے۔ جو صوبیدار میجر بہادر الملک کی زوجہ ہیں اور وہ اپنی والدہ کی جائداد کی واحد وارث ہیں۔

۱۸- مہتر جو بہرام ملک

شاہ ملک کے برادر حقیقی ہیں ۱۸۹۲ء کی خانہ جنگی میں مہتر افضل الملک کے حکم سے قتل کئے گئے مگر مہتر افضل الملک نے اس کے قتل کے بعد آنسو بھی بہائے۔ جب ان سے اشکباری کی وجہ پوچھی گئی تو جواب دیا کہ مجھے ان کے ساتھ بہت محبت تھی مگر اسے زندہ چھوڑنا بھی ناممکن تھا۔ بہرام ملک علاقہ اویرکاری کا جاگیردار تھا۔ اور وہ ندبرتی مقام پر اقامت پذیر تھا ان کے دونوں لڑکوں آدام ملک و صفدار ملک نے اپنی زندگی خانہ نشینی میں گزاردی۔

۱۹- مہتر جو وزیر ملک

یہ بھی شاہ ملک کے حقیقی اور مہتر افضل الملک کے حکم سے تینوں ایک ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ یہ ونڈ کے مقام پر متوطن تھے۔ ان کا ایک صاحبزادہ عزیز ملک باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر کپتان کا منصب حاصل کیا۔ اور اسکی صوبیداری اس کے بڑے لڑکے فضائی ملک کو ملی انوار الملک انکا دوسرا صاحبزادہ سکاؤٹس میں جمعدار تھا۔ وہ جہاد کشمیر پر گیا تو سات ماہ تک دشمن کیساتھ معروف جہاد رہ کر داد شجاعت دی۔ جب سکاؤٹس سے سبکدوش ہوا تو نئی تنظیم کے تحت انسپکٹر مقرر ہوا پھر ترقی کر کے اس وقت اے ایس پی افسر ہے عوام میں ہر دلعزیز ہے۔ مگر تاریخ میں تصویر چھپوانے سے غفلت برتی۔

۲۰- مہتر جو مرید دستگیر

یہ شاہ امان الملک کے بیٹے فرزند ہیں۔ تاریخ چترال میں اسکے جنگی کارنامے لکھے گئے ہیں۔ جنگ نرست، جنگ لاوری اور جنگ باشگل میں اس نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ مہتر افضل الملک کے عہد میں انکا بڑا اقتدار تھا۔ شیر افضل خان نے چترال پر اچانک شبخون مارا۔ تو دروش کے مقام پیاوان کے حکم سے مرید دستگیر بھی قتل ہوا۔ بڑا بہادر شخص تھا۔ لٹکوہ کی حکومت اسکی تحویل میں تھی۔ ان کے لڑکے شہزادہ عبدالمجید خان۔ غلام حیدر۔ میر حمزہ۔ شیر حمزہ۔ پردم حمزہ۔ جنگور شاہ اور عبدالرحمن معتبر لوگ تھے جنہیں نرم حمزہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد صوبیداری سے ممتاز ہوا۔ اس کے دوسرے بھائیوں نے عوام میں خاص امتیاز حاصل نہ کیا۔ مرید دستگیر کی ایک عکسی تصویر بھی مل گئی ہے۔ جو اپنے والد بزرگوار شاہ امان الملک کے گروپ میں ان کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں شاہ باز لئے ہوئے ہیں اور مہتر پہلوان خوشوقتیہ بھی اس گروپ میں شامل ہیں۔ کسی انگریز مصور کی کاریگری ہے انشاء اللہ العزیز تاریخ میں یہ تصویر بھی شائع کی جائیگی۔

۲۱- مہتر جو غلام دستگیر

آپ کے والد بزرگوار شاہ امان الملک مرحوم کو تمام فرزندوں سے بڑھکر ان سے محبت تھی۔ ہوشمندی و معاملہ فہمی کی وجہ سے انہیں مرتبۂ وزارت حاصل تھا۔ مہتر افضل الملک کے ہاں ان کا بڑا وقار تھا جب وہ قتل ہو گیا تو یہ مہتر شاہ افضل خان کے عارضی غلبہ سے خائف ہو کر یہاں سے فرار ہوا اور عمرا خان جندول کے پاس چلے گئے۔

سردار نظام الملک کی مسند نشینی کے بعد مہتر موصوف واپس چترال چلے آئے۔ یہاں سے سردار نظام الملک کے عہد میں ہی ڈاکٹر رابرٹسن کے ساتھ کافرستان کلاش قوم کی سیاحت پر مامور ہوئے۔ وہاں سے گھیرت گئے پھر چترال واپس آئے۔ سر جارج رابرٹسن نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ خود لکھا ہے جب مہتر نظام الملک قتل ہوئے تو امیر الملک پر ان کو اعتماد نہ تھا۔ اسمار میں مسٹر اڈنی کے پاس پہنچ گئے۔ مسٹر موصوف انگریزی حکومت کی جانب سے حد بندی کے فیصلہ پر مامور تھے۔ وہاں سے کمیشن کے ممبروں کے ساتھ آپ پشاور چلے گئے۔ محاصرۂ چترال جب ختم ہوا تو ریاست چترال میں مراجعت کی۔ ۱۹۱۷ء میں مہتر جو موصوف مستوج کی گورنری پر مامور ہوئے۔ اور مستوج کا نیا قلعہ ان کے اہتمام و نگرانی میں تکمیل کو پہنچا۔

۱۹۱۹ء میں جنگ برکوٹ کی مہمات سے آپ متعلق تھے اور بحیثیت مشیر جنگ آپ شاہزادہ محمد ناصر الملک کے ساتھ شامل رہے۔ ویل نسارہ، بریکوٹ اور میرو دیش کے انتظامات جنگ آپ کے اہم کارنامے ہیں۔ جو تاریخ چترال میں تفصیل کے ساتھ درج ہوئے ہیں۔

۱۹۲۰ء میں انگریزی حکومت نے آپ کی جنگی خدمات کا اعتراف کیا اور آپ خان بہادر کا خطاب دیا۔ ۱۹۲۲ء میں مہتر موصوف دفتر مالیات کے مشیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں جب زمینوں کے متعلق باپ بیٹوں کے تنازعات شروع ہوئے تو ان کی مخالفت کی وجہ سے اعلیٰحضرت مرحوم کی ناراضگی مول لے لی۔ اور ملازمت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور تھوڑی مدت کے لئے چترال گول میں تفریحاً رہے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے وفات پائی۔ مہتر جو صاحب مرحوم ریاست کی گوناگوں خدمات سے نیکنام تھے۔ مگر اپنی اولاد کی تکلیف دہ حرکات کے باعث دنیا سے ناخوش گئے۔ آپ حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف یاب ہوئے۔ چھ مہینے کر گذار دیا اسے رو کر گذار دے۔ آپ پر صادق آتا ہے۔ مرحوم دس بیٹوں کے باپ تھے۔ انکا بڑا لڑکا مشیر صفدر علیخان باڈی گارڈ میں سیکنڈ کمانڈر تھا۔ شجاعت اور ہمت میں بے بدیل شخص تھے ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔

(۲) میر حیدر علی خان بھائی کی وفات کے بعد باڈی گارڈ کا افسر ہوا اور ساتھ ہی والد کی معاونت میں مالیاتی امور بھی انجام دیا کرتا تھا۔ برکوٹ و میرو دیش کے معرکوں میں والد کے ساتھ مدد گار رہا۔ اس کے بعد ایک خانگی معاملہ کے باعث کابل چلا گیا۔ پھر واپس مراجعت کی اور ۱۹۲۵ء میں ایک سیاسی شورش میں گرفتار کیا گیا اور ایبٹ آباد جیل میں بھیجا گیا۔ پھر واپس وطن آیا۔ قومی اتحاد پسند تھا۔ بادجود اس کے والد بزرگوار کے منظور نظر تھے۔ ۱۹۶۱ء میں انتقال کیا۔

(۳) رحمت کریم مخجنگ برکوٹ و میرولش میں اپنے والد کی معیت میں بہترین خدمات انجام دیں ریاستی باڈی گارڈ میں کپتان کا عہدہ پایا۔ ریاستی پولیس میں سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں عدلیہ کونسل کا ممبر ہوا۔ پھر بورڈ کے اختیارات سے صدر کونسل اور میجر کے عہدے تک ترقی کی۔

(۴) چوتھا نثار دستگیر باڈی گارڈ میں اعزازی افسر تھا۔ جنگ برکوٹ و میرولش میں یہ بھی اپنے والد کے ساتھ مددگار تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کی دامادی کا افتخار بھی ان کو حاصل تھا۔

(۵) فدائی دستگیر سکوٹش میں صوبیدار تھا۔ وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۴۹ء میں عدلیہ کونسل کا ممبر اور صدر کونسل مقرر ہوا۔ تجربہ کار اور سنجیدہ اقوار کا مالک ہے۔ اسکا لڑکا عصائی دستگیر سکاؤٹس میں صوبیدار ہے۔

(۶) خادم دستگیر یہ بھی سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ اس کے بعد جنگ آزادی کشمیر میں ۱۹۴۷ء میں شاہزادہ محی الدین خان کے ہمراہ لداخ کے نواح میں شامل رہا۔ ڈوگرہ فوجوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور شہرت حاصل کی اس کا لڑکا فدائے عثمان سکاؤٹس میں جمعدار ہے۔ خادم دستگیر جب باڈی گارڈ میں آیا تو ہز ہائینس سے کپتان کا عہدہ حاصل کیا تھا۔

(۷) دولت کریم۔ اور جان و منعم خان یہ تینوں بغیر ملازمت کے گھریلو زندگی گذارتے ہیں اور سب تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہیں۔

(۱۰) دسواں پہلوان بہادر تھا۔ جو سکاؤٹس میں صوبیدار اور دقیق جوان تھا۔ عین شباب میں انتقال کیا۔ خان بہادر مرحوم کے تمام لڑکے لکھنے پڑھنے سے واقف تہذیب و شائستگی سے بہرہ یاب نامور باپ کے نقش قدم پر تھا۔ میر حیدر علی خان کو کیسو کی جاگیر بھی ملتی ہے اور پنشن کے نام سے گھی کی تلنگ بھی ملتی ہے جو باپ سے وراثتاً اس کو حاصل ہیں۔

۲۲۔ مہتر جو عبد الرحمن خان یہ بھی مہتر جو شاہ ملک کے برادر حقیقی ہیں۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی ابتدائی سالوں میں اس کا کام نا طور اور درست تھا۔ لیویز میں بحیثیت صوبیدار عزت گذار رہا تھا۔ مگر خلاف توقع اسکے حالات میں تبدیلی آگئی۔ اور بہ اعتدالیاں سرزد ہوئیں امین الملک بن شاہ ملک کی معیت میں ملک بدر ہو کر بدخشاں چلا گیا۔ امین الملک تو واپس آگیا اور مہتر جو عبد الرحمن خان حکومت افغانستان کے مستقل وظیفہ خور کی حیثیت سے وہاں رہ پڑا۔ ۱۹۱۹ء کی جنگ میں جرنیل کپتان کی معاونت میں برکوٹ آیا تھا۔ پھر وہاں سے واپس چلا گیا۔ کابل میں بڑے اعزاز سے زندگی بسر کی اور وہاں ہی انتقال فرمایا۔ کابل میں سرکاری طور پر ان کا عہدہ کرنیل کا تھا۔ انکا لڑکا حبیب الملک حکومت کابل کا وظیفہ خوار ہے اور وہیں سکونت پذیر ہے۔

۲۳۔ مہتر جو ولی محمد خان یہ بھی شاہ ملک کے برادر حقیقی تھے۔ نیک سیرت۔ متواضع اور پسندیدہ اطوار کا مالک تھا۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت افغانستان کے ساتھ جو جنگ برپا ہوئی

رسن برکوٹ کے معرکہ میں مادر وطن کے دفاع پر نثار ہوئے اس وقت سکاؤٹس میں صوبیدار تھے اور اپنی کمپنی کے ساتھ دریا کے مشرقی کنارے پیادہ دشمن کیجانب پیشقدمی کر رہا تھا اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ آخر کار دشمن کی گولیوں سے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے چھ لڑکے ہیں۔ عبدالقیوم خان۔ عبدالحمید خان۔ دینار ولی خان، عبدالرؤف خان، نصراللہ خان اور بلبل خان۔ دوائر حکومت میں کوئی امتیازی حیثیت ان کے حصے میں نہیں آئی۔ انہیں صرف عبدالقیوم خان جو لکھنے پڑھنے کے باعث لیاقت رکھتا تھا۔ ریاستی باڈی گارڈ میں دفتری کام میں مامور رہا تھا۔ اس کے بعد دینار ولی خان نے اپنے باپ کی جگہ سکاؤٹس میں صوبیداری پائی۔ بڑا لائق جوان تھا۔ مگر عالم جوانی ہی میں انتقال کیا۔ اس کا لڑکا عبدالخالق سکاؤٹس میں حوالدار ہے۔

۴۲۔ مہتر جو اسفندیار خان کمانڈر باڈی گارڈ

آپ چترال میں سکاؤٹس کے قیام کے ساتھ ہی صوبیدار مقرر ہوئے۔ سرکاری ملازمت کے اختتام کے بعد ریاست کے باڈی گارڈ میں کمانڈر مقرر ہو گئے۔ قلعہ چترال کی تعمیر جدید اور لنکوہ کے گرم چشمہ کی نئی آبادی ابتداءً انہیں کے اہتمام سے انجام کو پہنچی۔ عدالیہ کونسل میں بطور ممبر انفرادی طور پر شریک ہوتے۔ پھر کونسل کے صدر مقرر ہوئے۔ لام افغانستان کے بعد علاقہ دروش کے منتظم اعلیٰ تھے۔ بڑے اعزاز سے رہے اور اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے حضور میں انکا مقام ذی مرتبہ بلند تھا۔ ۱۹۲۴ء میں فریضۂ حج سے شرفیاب ہوئے اور ۱۹۲۹ء میں انتقال کر گئے۔ آپ کے نو صاحبزادے ہیں۔

(۱) عبدالرؤف خان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ پھر ترقی کر کے لفٹننٹ اور مابعد کپتان کا عہدہ پایا۔ فوجی ملازمت ختم ہونے کے بعد ایڈوائزری کونسل کے ممبر منتخب ہو کر ۱۹۵۴ء تک اسمیں کام کرتے رہے۔ لائق نوجوان ہیں۔

(۲) عبدالصمد خان ریاستی باڈی گارڈ میں لفٹننٹ تھا۔ پھر ترقی کر کے کپتان کا منصب حاصل کی۔ اور اپنے والد کی نیابت میں تمام امور کے متعلقہ ذمہ دار افسر تھے۔ لوکل بورڈ قائم ہونے کے بعد استعفیٰ دے کر گھر چلے گئے۔

(۳) علی دینار خان باڈی گارڈ میں جب داخل ہوا تو لفٹننٹ کا منصب پایا۔ مجاہدین کشمیر کے ساتھ لداخ گیا اور ڈوگرہ افواج پر یلغار دی سے حملے کئے۔ اب موجودہ تنظیم میں تھانیدار ہیں۔

(۴) فضل قادر خان باڈی میں لفٹننٹ تھے۔ بعد ازاں جب سیاسی ہوا چلی اور عوام میں آزادی و حریت پسندی کی لہر اٹھی تو آپ سیاسی کارکنوں کے معاونین میں نمایاں ہوئے۔ پھر جب اتحادی مسلم لیگ قائم ہوئی تو آپ اسمیں داخل ہوئے اور اس جماعت کی تقویت و حمایت میں کوشاں رہے صوفی منش دائم العلیل شخص ہیں۔

(۵) رحمان دینار خان سکاؤٹس میں صوبیدار ہیں۔ لائق جوان ہیں اور اپنی پلٹن میں سینئر ہیں۔

(۶) غلام جیلانی محکمۂ پولیس میں تھانیدار ہیں۔

(۷) فدا محمد خان نے پشاور سے میٹرک پاس کیا۔ جب واپس آئے تو پولیٹیکل ایجنٹ چترال کے دفتر میں کلرک ہوئے۔ آجکل وزیراعظم ریاست کے اسٹینو ہیں۔ محمد شاہ یار خان و حاجی خان گھریلو زندگی گذار رہے ہیں۔ ہر ایک تعلیم یافتہ ہے۔ حاجی خان اپنے باغات کے میووں سے تجارت کرتے ہیں میوہ جات پشاور لے جاتے ہیں۔ حراثت کے فوائد سے متمتع ہیں اور آسودہ حال ہیں۔ کمانڈر صاحب مرحوم کے لڑکوں کو دمبور اور دنین سے جاگیر بھی ملی ہوئی ہے۔

۲۵- مہتر جو افراسیاب خان

کمانڈر اسفندیار خان کے برادر حقیقی ہیں۔ یہ اعلیحضرت کے ساتھ محاصرۂ چترال میں محصور رہے تھے۔ ۱۸۹۹ء کی اولین سیاحت کلکتہ میں یہ اعلیحضرت کے ساتھ شریک سفر بھی رہے۔ اعلیحضرت کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ چاہتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے اکثر اوقات حضور کی ملازمت میں گذریں۔ مگر وہ آسودہ حال اور آرام طلب ہونے کی وجہ سے ملازمت سے کنارہ کش رہے۔ ۱۹۱۵ء میں آپکو شاہی اردل کے سواروں کی قیادت سپرد ہوئی تاکہ وہ ملازمت میں مستقل رہا کریں مگر اس کی پابندی سے بھی معذرت طلب کی اور گھر چلے گئے۔ ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم نے آپکو عدلیہ کونسل کے ممبروں میں شامل کیا اور صدر کونسل کا خطاب دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد وہاں سے بھی استعفیٰ دے دیا اور گھر چلے گئے۔ آپ علم دوست تھے اور اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے۔ لمبی عمر پا کر دسمبر ۱۹۵۷ء میں وفات پائی۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں سلطان حسین خان۔ مظفر حسین۔ سلطان یعقوب خان۔ سلطان یوسف خان۔ مظفر حسین خان میٹرک تک تعلیم یافتہ ہے اور کوغزی سکول میں ماسٹر ہے۔ یہ سارے مروجہ تعلیم سے آراستہ ہیں۔ اور ان سب کو گولین اور کوغزی میں جاگیر بھی ملی ہوئی ہے۔

۲۶- مہتر جو عبدالکریم خان

سکادش چترال میں صوبیدار تھا پھر انکے لڑکے جناب ولی خان گوہر ملک اور عبدالرحیم خان سکادش میں صوبیدار رہے۔ پھر جناب ولی خان کا لڑکا شاہ نادر خان سکادش میں جمعداری پائی۔ اور جناب ولی خان باڈی گارڈ میں لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا ہز ہائینس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں معزز ہوا ۱۹۵۹ء میں کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ موڑکھو کے علاقہ میں زانی مقام میں سکونت رکھتے ہیں۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے جہاں محمد بیگ رہا کرتا تھا۔ جناب ولی خان کو جاگیرات سے بھی حصہ ملتا ہے۔

۲۷- مہتر جو غازی الملک

سکادش میں انکا عہدہ صوبیدار تھا۔ جنگ برکوٹ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے اپنی کمپنی کے ساتھ ارندو کی چوٹی پر مامور رہا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں خون ناحق کی پاداش میں قید ہوا اور موقع پا کر قید سے بھاگ گیا۔ اور افغانستان چلا گیا۔ اور پھر وہاں ہی مستقل سکونت اختیار

۲۸- مہتر جو محمد پرور خان شاہ امان الملک کے عہد میں لادی علاقہ دروش میں تربیت پائی - پھر لادی اور شیشی کوہ میں زمین لے لی - اور ادھر ہی فارغ البالی سے زندگی بسر کی - اسکا لڑکا غضنفر ولی خان جو تعلیم یافتہ تھا - اپنی والدہ کے ساتھ تانگیر چلا گیا جہاں اس کے ماموں راجہ بختون ولی خان کا گھر تھا - وہیں وفات پائی مہتر جو کے لڑکے محمد عیسیٰ و محمد کریم نے خانگی کاروبار میں زندگی گذاردی -

۲۹- مہتر جو فرامرز خان کمانڈر اسفندیار خان کے حقیقی بھائی ہیں - تعلیم یافتہ تھا - حج بھی کیا - ان لڑکے محمد حسین خان - حاجی محمد خان اور فرامرز اپنے گھر شیشی علاقہ دروش میں سکونت پذیر ہیں - محمد حسین خان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا - پھر باڈی گارڈ میں اعزازی لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا - حاجی محمد خان سکاؤٹس میں جمعدار تھا - جس نے عوامی لیگ میں بھی شمولیت کرکے شہرت پائی -

۳۰- مہتر جو سعادت سیر یہ بھی فرامرز خان کا حقیقی بھائی تھا - علاقہ گلگت کے سما مقام میں رضاعت پائی تھی - اس لئے سما نیک سے مشہور تھا - کچھ تعلیم یافتہ تھا مگر کسی ملازمت سے سروکار نہ رکھا - اندہرتی واقع شغور میں سکونت رکھتا تھا - اسکا ایک لڑکا اسکاؤٹس میں جمعدار ہے -

۳۱- مہتر جو محمد دلارام خان سابق وزیر اعظم آپ شاہ امان الملک مرحوم کے شاہزادوں میں عمر میں سب چھوٹا مگر عقل و دانش میں سب سے بہتر اور مراتب اخلاق میں بلند تر ہیں - ایام رضاعت طوئ علاقہ یسین گلگت میں گذار دئیے - اس لئے اس وطن کی نسبت سے آپ طوئ نیک سے مشہور تھے - جب طوئ سے واپس چترال آئے - چترال کے سکول میں باقاعدہ تعلیم پائی اور جب جوانی کو پہنچے تو سکاؤٹس میں صوبیدار ہوئے -

(۱) ۱۹۱۹ء کے معرکہ برکوٹ میں اپنی کمپنی کے ساتھ کمان کرتے ہوئے چیاہ گول کی راہ سے پیشقدمی کرکے برکوٹ پر حملہ آور ہوئے - جرأت و تدبر سے افغانوں کے مورچوں پر قبضہ جمایا اور دشمن سے چار اعلیٰ توپیں چھین کر لائے اور نیکنامی پائی - انگریزی حکومت نے ان اہم جنگی خدمات کے صلہ میں خانصاحب کا خطاب دیا -

۲- ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۲ء تک آپ علاقہ مستوج کی گورنری پر فائز رہے اس کے بعد چترال آئے -

۳- ۱۹۲۳ء میں مشیر مال اور پھر منتظم اعلیٰ کے خطابات سے مامور ہو کر مالیہ کی تنظیم کو باقاعدہ بنایا اور اس سال جب اعلیحضرت مرحوم حج کو چلے گئے - آپ امور مہام کے واحد مختار ہوئے - ولیعہد کی معیت میں امور ریاست کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا - چنانچہ جب نواب اورنگ زیب خان والئی دیر اور مابعد کمانڈر انچیف افواج ہند چترال تشریف لائے تو دو ہزار باڈی گارڈ کے سپاہی چترال بلائے گئے - زبردست اجتماعات ہوئے جس پر آپ نے بہ احسن قابو پایا - اور اپنی ذہنی و فکری لیاقت سے سب انتظامات کو بڑے سلیقہ سے انجام دیا -

۴- ۱۹۳۱ء میں جب اعلیحضرت سفر دہلی پر تشریف لے گئے - آپ سرکاری طور پر ریجنٹ مقرر ہوئے

اور اعلیحضرت کی واپسی تک اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے۔

۵۔ ۱۹۳۶ء میں جب محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ کو سب سے پہلے وزیر اعظم کا خطاب پیش کیا۔ اور آپ کی مسلسل خدمات کا اعتراف فرمایا۔ پھر سرکار انگریزی نے بھی آپ کو اس عہدے کی منظوری دے دی۔

۶۔ ۱۹۴۳ء میں سرکار انگریزی نے آپ کو خان بہادر کا خطاب دیکر آپکی قابلیت کا اعتراف کیا۔

۷۔ ۱۹۴۳ء میں جب محمد مظفر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ کی تمام ذمہ داریوں کا احترام کیا۔ اور آپ کی نیابت میں سب اہلکار اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے رہے۔

۸۔ ۱۹۴۶ء میں جب ہز ہائینس بیمار ہوئے تو ریاست کے اندر سیاسی شورش کے ہنگامے برپا ہوئے اور عوام نے مظاہرے شروع کئے۔ تو وزیر اعظم ریاست نے عوام سے ملاقاتیں کر کے ان کے مطالبوں کو منظور کیا اور عام معافی کا اعلان کرایا۔ اور اس طرح نرم پالیسی اختیار کر کے ان کی وقتی تحریک کو دفع کیا۔

۹۔ ۱۹۴۹ء میں جب سیف الرحمٰن تخت نشین ہوئے تو اہالیان مستوج میں آزادی کے شعلے بلند ہوئے۔ اور وہ جلوس کی شکل میں چترال پہنچے۔ تحقیقات کے بعد کچھ گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ مگر پولیٹکل افسر چترال سے اس بارے میں کوئی صلاح و مشورہ نہ لیا گیا۔ چنانچہ وزیر اعظم کو پٹ ڈریلا یا گیا اور معاملہ پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ کو تفویض کیا گیا۔ جس نے اپنی تحقیقات میں گرفتار شدگان کو بیگناہ قرار دیا اور ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور چترال میں ایک بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ وزیر اعظم ریاست جب چترال میں واپس آئے تو اپنے گھر میں آرام فرمایا۔

۱۹۵۶ء میں آپ سرکاری طور پر ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی جائیداد کے انتظام و نگرانی پر شاہزادہ اسدالرحمٰن کی معیت میں مامور کئے گئے۔ مگر آپ شاہزادہ صاحب کی موجودگی میں اس اہم ذمہ داری سے مختار رہتے ہیں ضرورت کے تحت چترال بھی آیا کرتے ہیں۔

آپ نے مسلسل انتیس سال تک قلبی خلوص اور وفاداری سے ریاست کی اہم ذمہ داریوں پر خدمات انجام دیں۔ اور معزز خطابات سے نوازے گئے۔ اور حج کرنے کی وجہ سے خدا وند تعالیٰ کے دربار میں بھی مقبول ہے۔

آپ اپنے خاندان کی آخری یادگار ہیں اور عظیم شخصیت کے باوصف قدردان بھی ہیں۔ اور اپنے خاندان کی عظمت و وقار کے واحد ترجمان بھی۔ کیونکہ آپ ہی نے تاریخ چترال کی طباعت پر اپنے خاندان اور کھو قوم کے حالات کو اردو زبان میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اپنے ذاتی ایثار سے اسے زیور طبع سے آراستہ کیا۔ اور اس طرح ریاست چترال کی تاریخی شہرت کو اجاگر کیا جس پر چار سو سال سے دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ بہرحال یہ ان کا کارنامہ ہے کہ تاریخ چترال کی اشاعت پر آپ نے سب سے پہلے لبیک کہا۔ اور اپنے اسلاف

مہتر جو خان بہادر محمد دلارام خان سابق وزیر اعظم ریاست چترال
جوانی کی عمر میں

شاہزادہ محمد حسام الملک سابق گورنر دروش و میجر باڈی گارڈ
ریاست چترال

کے ناموں کو حیات جاودانی سے ہمکنار کر دیا۔

آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔ محمد عثمان خان۔ محمد سلیمان خان۔ محمد تیمور خان، مرزا حیدر زمان خان اور مرزا جہانگیر خان۔ آپ کے پہلے فرزند محمد عثمان خان تعلیم یافتہ ہیں اور ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے داماد ہیں ان کے عہد اور پھر ہز ہائینس سیف الرحمٰن کے عہد میں معزز رہے۔ ہز ہائینس سیف الرحمٰن کے دوران ہجرت پشاور میں وہ کابل چلے گئے۔ اور جب ہز ہائینس پشاور سے چترال واپس آئے تو محمد عثمان خان بھی کابل سے رخصت لے کر چترال واپس آئے۔ ۱۹۵۵ء میں انکو ایڈوائزری کونسل کا سیکرٹری مقرر کیا گیا اور آجکل اے ایس پی آفیسر ہیں۔

محمد سلیمان خان سکاوٹس میں جمعدار ہیں باقی تعلیم میں مشغول ہیں۔ محمد عثمان خان کو برگہ مقام کی جاگیر بھی ملی تھی خان بہادر آجکل گنگ کے مقام میں قیام پذیر ہیں۔ جہاں انھوں نے آباد کاری کا انتظام کیا باغ لگوائے اور رہائشی مکانات تیار کروائے چنانچہ یہ ایک بہترین مقام بن گیا ہے۔ مرک لیشٹ۔ خنجرت کوہ اور گہیت کی عشری پیداوار آپ کی جاگیر میں شامل ہے۔ خان بہادر صاحب کی والدہ اسماعیل بیگ کی نواسی تھیں جو سیر تنگ ثانی کا بیٹا اور زندرہ خاندان کا بانی اور چشم و چراغ تھا۔ اور یاسین علاقہ گلگت کے باشندے تھے۔ سیر تنگ ثانی کا دوسرا بیٹا سیاہ گوش چترال میں نامور شخص گذرا ہے۔ کٹور یہ خاندان کی سلطنت کے قیام و دوام میں انکا اور ان کی اولاد کی خدمات اور کارناموں کا بڑا دخل رہا ہے اور اسی اسماعیل بیگ کی اولاد میں اتالیق محمد شاہ جب حکمران یاسین و مستوج کے دربار میں مرتبۂ وزارت کا مالک اور بڑا مدبر شخص گذرا ہے۔ جس کا ذکر تذکرۂ مشاہیر میں بیان ہو چکا ہے۔ خان بہادر صاحب کی والدہ کی اولاد یاسین علاقہ گلگت میں اب بھی رسوخ و عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے۔

اولاد اعلیٰحضرت ہز ہائی نس سر شجاع الملک مرحوم

۳۲۔ شاہزادہ محمد حسام الملک

آپ اعلیٰحضرت کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپکا یوم پیدائش ۲ اگست ۱۹۰۲ء ہے آپ نے اسلامیہ کالج پشاور میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی پھر پرائیوٹ طور پر لاہور سے بی اے پاس کیا۔ اور چترال واپس آئے آپ تاریخی وادبی اور دینی مباحث سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور زرعاتی امور کے شائق ہیں۔

(۱) ۱۹۱۹ء کی جنگ بمبوریٹ میں آپ بھی شامل تھے اور آپ کی معیت میں ایک منظم جماعت نے شاہی خواص اردل سے بطور مدالنظر تعاذ ارندو میں دشمن کے مورچوں پر آگ برسائی اور پرجوش مدافعت جاری رکھی۔

(۲) ۱۹۲۶ء میں آپ کو سب سے پہلے گورنری کا عہدہ دیا گیا۔ چنانچہ آپ گورنر مقرر ہو کر مستوج چلے گئے پھر جب آپ واپس چترال آئے تو اعلیحضرت مرحوم کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اور ساتھ ہی عدلیہ کونسل کی صدارت پر فائز ہوئے۔

(۳) ۱۹۳۰ء میں آپ کو علاقہ دروش کا گورنر بنا دیا گیا۔ اور وسیع اختیارات و نوازشات حاصل ہوئیں۔

(۴) ۱۹۳۱ء میں جب انکے والد بزرگوار سفر ہندوستان پر چلے گئے تو آپ چترال میں امور بہائم کی سرانجام وہی پر مامور ہو گئے۔ اور اعلیحضرت کی واپسی تک کاروبار حکومت سرانجام دیا۔

(۵) ۱۹۳۲ء میں آپ کو ریاستی فوج میں میجر کا عہدہ دیا گیا۔ اور آپ کے القاب میں میجر کا خطاب کا اضافہ ہوا۔

۶۔ ۱۹۳۶ء میں اپنے برادر بزرگوار سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد حکومت میں سیاسی بصیرت سے محترم تھے۔ آپ کی قیادت میں ایک تجارتی وفد ترتیب دے کر کابل بھیجا گیا۔ اس وفد میں دو مقامی معتبر نمائندے اور بھی شامل تھے۔ وفد کا مقصد یہ تھا کہ ریاست چترال اور حکومت کابل کے درمیان تجارتی کاروبار میں جو غلط فہمیاں درپیش تھیں انہیں باہمی گفت و شنید سے رفع کیا جائے اور اصلاح کے بعد جدید تعلقات قائم کر کے تجارتی سہولیات بہم پہنچائی جائیں۔ نیز ریاست اندرون پر تجارتی ابواب کے علاوہ عمارتی لکڑی کی تجارتی برآمد جو مدتوں سے بند تھی۔ اور اس سے ریاست کو بڑا خسارہ واقع ہوا تھا۔ اسکی پابندی کو ختم کیا جائے۔

الغرض یہ وفد اپنے مقاصد میں کامیاب واپس آیا۔ اور زیر بحث امور صلح و صفائی سے حل ہو گئے۔ اور تمام پابندیاں ختم ہو گئیں۔ اور دونوں فریق تمام امور پر متفق ہو گئے۔

(۷) ۱۹۳۶ء میں آپ کالام جرگہ کی نمائندگی پر مامور ہو کر بالاکنڈ اور پھر وہاں سے پشاور گئے تاکہ والئی سوات کی بیجا مداخلت اور خلاف معاہدہ دست اندازی کے واقعات حکام تک پہنچائیں اور ہز ہائینس کے خیالات و تاثرات بیان کریں کیونکہ یہ لوگ قدیم سے زیر سایہ حکومت چترال اور دیگر اغیار سے محفوظ و آزاد تھے اس جرگہ میں تقریباً ایک سو معتبر افراد بیشمار صعوبتیں برداشت کر کے براہ کنل کچھی کھنی واقع لاسپور عبور کر کے چترال آئے اور انگریزی حکام کو یہ سب واقعات سے آگاہ کیا۔ جس کے بعد پھر سے اہل کالام کی آزادی بحال ہو گئی۔

(۸) ۱۹۳۶ء میں جب ہز ہائی نس بغرض سفر حج ارض مقدس کو چلے گئے۔ تو آپ کو بطور ریجنٹ چترال مقرر کیا گیا۔ اور آپ ہز ہائی نس کی واپسی تک امور حکومت کے سرکاری طور پر ذمہ دار رہے اور انجام دیئے۔

(۹) ۱۹۴۰ء میں جب کہ دوسری جنگ عظیم کے محاربات درپیش تھے۔ روس اور جرمنی کے درمیان اتحاد کا معاہدہ ہوا تو ہندوستان کی شمالی سرحدات پر روسی خطرہ کے امکانات پیدا ہو گئے۔ چونکہ ریاست چترال روس کی

سرحد سے متصل ہے اس لئے سرحدوں کے دفاع کا مسئلہ بڑی شدت سے درپیش ہوا۔ چنانچہ ہز ہائینس کے سیاسی شعور نے بروقت رہنمائی کی اور حفظِ ما تقدم کے طور پر ایک دفاعی کونسل قائم کی گئی جس کی صدارت آپ کو تفویض ہوئی۔ آپ نے روسی خطرات کے لئے مفید تجاویز پیش کیں اور موثر طریقے عمل میں لائے گئے۔ جو کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء کے خطابات میں جب ہز ہائی نس کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا گیا تو وائسرائے ہند نے اپنے مکتوب میں ان دفاعی خدمات و تجاویز کا خاص طور پر اعتراف فرمایا اور شکریہ ادا کیا۔

(۱۰) ۱۹۴۳ء میں جب ہز ہائی نس محمد مظفر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ اور ان کے برادرانہ تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ مگر جب ۱۹۴۶ء میں ہز ہائی نس بیمار ہوئے اور ولی عہدی کا مسئلہ پیش آیا تو خلاف توقع واقعات پیش آئے۔ اور آپ دم واعیہ سے محروم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق آپ پھر دروش سے جلا وطنی کی زندگی پر مجبور کئے گئے۔ ریاست سے باہر رہے آخر جب ۱۹۴۹ء میں جلا وطنی سے واپس دروش تشریف لائے اور اپنی گورنری اور جاگیر پر بحال کئے گئے۔

(۱۱) آپ جدید اصلاحات کے خواہشمند ہیں اور پرانے آئین و دستورات سے نفرت رکھتے ہیں اسکا اثر یہ ہوا کہ ۱۹۴۸ء کے اوائل میں آپ نے یہ کام کیا۔ کہ اپنی جاگیر کی رعایا سے ان کی تمام مالیاتی تکالیف کو دور کیا۔ جنہیں مختلف اقسام کے ٹیکس مختلف ناموں سے واجب الادا تھے۔ ان کو معاف فرمایا اور رعایا اس بار گراں سے سبکدوش ہوئی۔ ریاست چترال میں عوام[1] میں بیداری اور آزادی کی لہر کا جو جذبہ پیدا ہوا۔ اسے بھی آپ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو عین مناسب ہے کہ چترال کے حالات بدلنے میں آپ کی قید کو خاص دخل حاصل ہے۔

(۱۲) آپ وطن پرور بھی ہیں اور اپنی قوم کی کھوار زبان کے بڑے قدردان ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے ایک اہم خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ اور ۱۹۵۵ء میں دروش میں ایک انجمن قائم کی جسکا مقصد یہ تھا کہ کھوار زبان کی ترویج و ترقی پر لکھنے اور پڑھنے کا سروسامان بہم پہنچایا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ملک و ملت کے اہم ترین مسائل سے ہے۔ نوشت و خواند کی ترویج سے کھوار زبان کو ترقی نصیب ہوگی اور کھو قوم کا نام دنیا میں یادگار رہیگا۔ معدوم ہونے کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس ملک کی دو نامور ہستیوں نے جو علم و ادب کے فاضل تھے ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک و مرزا صاحب محمد غفران

[1] ریاست چترال میں عوام کی بیداری کے سلسلہ میں اختر سرحدی مدیر روزنامہ ترجمان افغان پشاور نے اپنے دورۂ چترال کے تاثرات میں جن اصحاب کے عہد آزادی کی خدمات کا تذکرہ فرمایا ہے وہ بجنسہ یہاں نقل کی گئی ہیں۔ چنانچہ ۱۱ میں عہد آزادی کا دور دورہ اور اسکے نتائج کا جملہ اس سے اقتباس کیا گیا ہے اسی طرح اور کئی اصحاب کے متعلق مدیر موصوف کے خیالات بیان درج ہوئے ہیں۔ مؤلف صرف اپنے عندیہ خیالات یا کسی اور غیر معتبر اصحاب کے افکار کا ادعا نہیں بے تسلی رکھیں۔ (مؤلف)

اپنے حینِ حیات میں کھوار زبان کے حروف کی شکلیں وغیرہ ایجاد کر لی تھیں اور طرزِ تحریر کے لئے کوشاں تھے مگر رواج نہ دے سکے۔ شاہزادہ صاحب کے فرزند ارجمند شہزادہ صمصام الملک نے جو اس انجمن کے سرپرست ہیں۔ فنی حیثیت سے کام لیکر بلا مبالغہ اپنی علمی اور ذہنی قابلیتوں کا ایک اعلیٰ نقش قائم کر دیا ہے اور تمام حروف، ان کی اشکال اور آوازوں کی ایک جامع و مبسوط کتاب تیار کر دی ہے جسکی وجہ سے موصوف کا نام علمی و لسانی دنیا میں قوم اور وطن کی خدمت کے لحاظ سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔

شاہزادہ محمد حسام الملک کی دوسری دینی متبرک یادگار ان کی قرآنی تفسیر ہے جو کھوار زبان میں علمائے مستند کے تعاون سے تالیف کر رہے ہیں۔ تاکہ شائقین قرآن شریف کا ترجمہ کھوار زبان میں پڑھ کر ثواب حاصل کر سکیں اور آپ اپنی نیک نیت کے ثواب سے ماجور رہیں۔

کھوار زبان کی مطبوعہ کتابیں نصاب تعلیم میں داخل اور سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ نونہالانِ وطن اپنی مادری زبان کی ترویج پر خوش ہیں اور شاہزادہ صاحب کے اپنے وطن کی لسانی خدمت کے لئے شکر گذار ہیں۔

شاہزادہ صمصام الملک آپ کے فرزند رشید ہیں۔ اسلامیہ کالج پشاور میں بی اے کرنے کے بعد قانون دانی کی تحصیل کر کے واپس دروش آئے اور یہاں کونسل خدایہ میں سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ بڑے سنجیدہ افسر یاد ہوتے ہیں۔

شہزادہ سردار الملک آپکے دوسرے فرزند ہیں۔ اسلامیہ کالج میں ایف۔ ایس۔ سی پاس کرنے کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہوئے وہاں سے ایم بی بی ایس پاس کیا اور کامیابی کے بعد واپس دروش آئے۔ اسسٹنٹ سرجن کا عہدہ حاصل کیا۔ انکی اخلاقی ہمدردی کا شہرہ بلند ہے۔ جو مریضوں کے ساتھ کرتے ہیں بڑے خلیق افسر ہیں۔

شاہزادہ صاحب نئی تنظیم کے بعد اپنی موروثی جاگیر پر بدستور قائم ہیں۔ دروش سے جاگیر ملتی ہے اور کافی اراضیات کے مالک ہیں۔

۳۴- شاہزادہ محمد خدایو الملک

آپکی ولادت ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی اور ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد چترال واپس آئے۔ اور والد بزرگوار سے علاقہ موڑکھو کی گورنری حاصل کی اور دراسن کو چلے گئے۔ وہاں کے پرانے قلعہ کی از سر نو تجدید کی۔ اور زمینوں کی آبادکاری پر مصروف ہو گئے۔ آپ فن تعمیرات اور آبادیات میں بڑی مہارت کے مالک بنے۔ قلیل عرصہ میں دراسن۔ بمباغ اور سنوغر آپ کی آبادکاری سے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ تعمیرات اور نوع بنوع کے میوے اور باغات ہر ایک مقام میں آپ کی زندہ یادگار رہ گئے تو جنت میں گرمائی مقام کا بنگلہ تعمیر کیا۔ آپ مباحث تاریخ و تحقیقات آثار قدیمہ کی دلچسپیوں سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ آپ ذہین طبع ہیں تاریخی واقعات اور معلومات کا خزانہ پوشیدہ تھا مگر سامع نہ تھے کہ اس کو داد دیتے جس علاقہ میں آپ

شہزادہ کپتان غلام جیلانی ۔اے ڈی سی
گورنر بنگال

شہزادہ سردار الملک ایم۔بی۔بی۔ایس
میڈیکل آفیسر چترال

شہزادہ صمصام الملک بی۔اے ایل۔ایل۔بی
سکرٹری عدلیہ کونسل چترال

رہتے تھے علمی مباحث میں حصہ لینے والوں کا وجود نا پید تھا۔ اور آپکی علمی وقلمی یادگار موجود نہیں آپ عین عالم جوانی میں چند روز بیمار رہ کر راہگرائے عالم جاودانی ہوئے اور دراسن ہی میں مدفون ہوئے۔ آپکی وفات ۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء کو واقع ہوئی۔ آپ کے تین فرزند یادگار رہ گئے۔ جن کے نام غلام جیلانی۔ فخر الملک اور عماد الملک ہیں۔ آخر الذکر دونوں کی والدہ نواب اورنگ زیب مرحوم دائی دیر کی صاحبزادی ہیں۔

شاہزادہ غلام جیلانی آپ ۲۶ رفروری ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے آپ اعلیحضرت مرحوم کا سب سے پہلا بیٹا ہے جس کی ولادت پر شاندار جشن منایا گیا۔ رضاعت کے لئے رضا خیل قبیلہ کو دیا گیا۔ اور آپکا نام اعلیحضرت مرحوم کی اپنی تجویز پر رکھا گیا۔ کہ غلام جیلانی سے موسوم رہے۔ یعنی جیلانی سے مراد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ انکا غلام ہے شاہزادہ غلام جیلانی کی والدہ سادات اسماعیلیہ کے شاہ عبدالحسن حسن آباد کی صاحبزادی ہیں اور وہ اس علاقہ میں اسماعیلیوں کے پیرو پیشوا ہیں۔

شہزادہ غلام جیلانی ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد ڈیرہ دون بھیجے گئے۔ اور وہاں سے بعد میں اسلامیہ کالجیٹ پشاور سے میٹرکولیشن پاس کیا۔ اور اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے ۱۹۴۸ء میں بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ دو سال کالج میں فٹ بال ٹیم کے کپتان رہے اور دیگر کھیلوں میں بھی نمایاں فوقیت حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ ہز ہائی نس والی چترال کے چیف سیکرٹری رہے مابعد چارسال کے طویل عرصہ تک آل پاکستان تعلیمی مشاورتی بورڈ میں ریاست ہائے دیر، سوات و چترال کے نمائندے بھی رہے۔ بعد میں جب ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم پاکستان سے باہر گئے۔ تو آپ ان کے مشیر خاص کی حیثیت سے انکی معیت میں رہے۔

۱۹۵۳ء میں جب ہز ہائی نس واپس چترال تشریف لائے تو شہزادہ موصوف کو حکومت پاکستان نے ریاست چترال کے شاہی خاندان سے تعلقات استوار کرنے کے مدنظر پاکستان آرمی میں کپتان کا عہدہ عطا کر کے گورنر مشرقی پاکستان سر فیروز خان نون کا ایڈی کانگ مقرر فرمایا۔ آپ ابتک اسی عہدہ پر سرفراز ہیں۔ شہزادہ موصوف ایک آزاد خیال، ہر دلعزیز اور قابل نوجوان ہیں۔ اور نہ صرف شاہی خاندان میں بلکہ ریاست کے عوام میں بھی مقبول و ہر دلعزیز ہیں۔ آپ کے دو لڑکے ہیں جو سینٹ جوزف کانونٹ سکول کوہاٹ میں زیر تعلیم ہیں آپ اور آپ کے بھائی کوشٹ، آہلہ دراسن میں بڑی جائیدادوں کے مالک ہیں۔ والد مرحوم کی جاگیر سے بھی حصہ لیتے ہیں۔ اور بہ فارغ زندگی گذار رہے ہیں۔ مگر فخر الملک اور عماد الملک نے تعلیم سے دلچسپی نہ رکھی اس لئے وہ تعلیم سے بے بہرہ ہوئے اور ان امتیازی اوصاف سے محروم رہے جو اس خاندان کا امتیازی نشان تھا

۴۲۔ شاہزادہ غازی الدین خان آپ کا مسکن بیدائش ۱۹۰۴ء ہے آپ جب علیگڈھ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کر کے جب چترال واپس آئے تو والد بزرگوار کے سیکرٹری مقرر ہوئے ۱۹۲۸ء میں اعلیحضرت مرحوم نے ریاستی انتظام سے فخر مقام میں سکونت کے لئے قلعہ بنوایا

اور خود ادھر تشریف لے جا کر خانہ آبادی کی۔ نیز اندپٹی کی اراضیات بھی آپ کو بخشدیں اور ساتھ ہی ارسون کی جاگیر بھی آپ کو عطا کی گئی۔

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں آپ پیر سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے رہے آپ اپنے والد بزرگوار کے عہد میں خصوصی اعتماد کے مالک تھے۔ اور ہز ہائی نس سر ناصر الملک آپ کی علمی لیاقت کا بڑا اعتراف کرتے تھے۔ عین جوانی کے ایام میں چترال میں بیمار ہوئے اور ۲۱ جون ۱۹۴۴ء کو انتقال فرمایا۔

آپ کے دو فرزند ہیں شہزادہ سراج الدین خان و شہزادہ ناصر الدین خان۔ دونوں تعلیمیافتہ ہیں۔ سراج الدین خان اسلامیہ کالج پشاور سے ایف اے تک تعلیم یافتہ ہیں تعلیم کے بعد جب واپس چترال آئے ہز ہائی نس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں چیف سیکرٹری مقرر ہوئے۔ مابعد ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے عہد میں بھی اپنے عہدہ پر سرفراز رہے۔ اور مزید تقرب بھی حاصل کیا۔ آجکل اپنے گھر تنر میں سکونت پذیر ہیں۔ جاگیر ارسون بدستور آپ کے قبضہ میں موجود ہے۔ وقت فارغ البالی سے گذارتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اپنے والد بزرگوار کی یادگاری تصویر بار بار یاد دہانی کے باوجود نہ دے سکے اور اس کا خرچ برداشت کرنے سے بہانہ جوئی کرتے رہے حالانکہ ان کے پاس سب کچھ موجود ہے صرف اس کو اسراف بے جا بنا کر اپنے خاندان اور وطن کی یاد کو فراموش کیا۔ حالانکہ ان کے والد مرحوم بڑے تعلیمی و اخلاقی اوصاف کے مالک تھے۔ اگر ان کی تصویر یہاں چھپ جاتی تو ناظرین کی دلچسپی کا موجب بنتی اور ان کا نام زندۂ جاوید رہتا۔ مگر تصویر نہ چھاپنے کی مصلحت وہ خود بہتر جانتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

۳۵۔ شاہزادہ محمد شہاب الدین خان

آپ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے اور اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی۔ میٹرک پاس کر کے جب چترال واپس آئے ۱۹۳۰ء میں اعلیحضرت مرحوم کے چیف سیکرٹری مقرر ہوئے۔ پھر سر ناصر الملک و ہز ہائی نس مظفر الملک کے عہد میں مسلسل اس عہدے پر قائم رہے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ کو دروش کا گورنر بنا دیا گیا اور دروش چلے گئے۔

۱۹۴۹ء میں آپ دروش سے پھر چترال آئے۔ ہز ہائی نس سیف الرحمٰن کے عہد میں آپ کو وزیر اعظم کا خطاب ملا۔ اسی سال ہز ہائینس کے دوران تربیت پشاور میں جب انتظامیہ بورڈ قائم کیا گیا تو آپ اس بورڈ کے ممبروں میں بحیثیت وزیر اعظم شامل ہوئے۔ محکمہ تعلیم، خزانہ اور عدالت آپ سے متعلق رہے۔

۱۹۵۳ء میں نئی تنظیم کے بعد آپ ہز ہائی نس کے نامزد شدہ ممبروں میں ایڈوائزری کونسل کے ممبر بنے اور انہی ایام میں جب کراچی میں فوڈ کانفرنس ہوئی تو آپ نے چترال، دیر، سوات اور امب کی ریاستوں کی نمائندگی کی اور وزیر خوراک کا عہدہ حاصل کیا۔

۱۹۵۴ء میں آئینی اصلاحات نافذ ہونے کے بعد آپ چترال میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے اور آج تک اس عہدہ پر قائم ہیں۔ تیئیس سال کے اندر آپ اپنی تمام ذمہ داریوں میں کامیاب رہے ہیں۔ آپ کے

شہزادہ محمد شہاب الدین خان ڈپٹی کمشنر چترال

دو صاحبزادے جلال الدین خان، شمس الدین خان زیر تعلیم ہیں جلال الدین خان چترال میں میٹرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہیں۔

آپ گمبس کے مقام میں سکونت پذیر ہیں اور یہ وہ تاریخی مقام ہے جسے شاہ کٹور اول نے آباد کیا تھا یہ بہت سرسبز و شاداب مقام ہے گمبس کی جائداد آپ کی آبادکاری سے بڑی وسیع اور بارونق بن گئی ہے۔ میوے بکثرت ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو بروز سے بھی جاگیر ملی ہے۔ آسودہ حال ہیں اخلاقی طور پر نہایت شریف انسان ہیں۔ نماز و تلاوت کے پابند ہیں۔ متعدد اخبارات و دینی رسائل آپ کے نکات دانش سے معمور ہیں۔ باوجود مصروفیات ملازمت کے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔

۳۶۔ شہزادہ امیرالدین خان

آپ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی۔ مگر عمرانی عصری علوم کی بجائے آپ کا میلان طبع دینیات اور تصوف کی جانب رہا۔ صوم و صلوٰۃ اور وظائف میں لگے رہتے ہیں۔ اور اکثر اوقات گرامی دینی کتابوں کے مطالعہ اور یاد الٰہی کی مشغولیت میں گذار رہے ہیں سہ

چہار چیز ز غم ہے برد کدام چہار — نماز و روزہ و تسبیح و استغفار

معقولہ ہے آپ کا بڑا صاحبزادہ محمد محی الدین خان چترال سکول میں میٹرک پاس کرنے کے بعد پشاور یونیورسٹی میں بی۔ اے کا امتحان پاس کرکے مزید تعلیم میں مصروف ہے۔ آپ کلکٹک علاقہ دروش میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور کلکٹک و بیوڑی کے جاگیردار ہیں۔

۳۷۔ شاہزادہ برہان الدین خان

آپ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ رائل ملٹری کالج ڈیرہ دون میں داخلہ لیا۔ اور انڈین ملٹری اکیڈمی ڈیرہ دون میں تربیت پائی۔ ۱۹۳۵ء میں فوجی ملازمت پر چلے گئے اور سیکنڈ لفٹننٹ کا عہدہ پایا۔ اور فضائی فوج میں بھی تربیت حاصل کرکے چترال واپس آئے۔

۱۹۴۰ء کے ایام میں اپنی پلٹن کے ساتھ مشرقی ایشیا کی عالمگیر جنگ میں شریک رہے۔ سنگاپور چلے آئے اور یہاں سے حکومت جاپان کی قید میں چلے گئے۔ اور بعدہٗ آزاد ہند فوج میں حصہ لیا اور بریگیڈیر کا عہدہ حاصل کیا۔

برما کے محاذ جنگ پر انگریزی فوج سے جنگ کی۔ جب حالات نے پلٹا کھایا۔ تو محوری ناکام ہوئے اور اتحادیوں نے فتح پائی۔ جاپان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ تو شہزادہ برہان الدین خان انگریزی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اور لال قلعہ دہلی میں قید کر دیئے گئے۔ ان کے خلاف بغاوت کے الزام کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ جس میں سات سال کی سزا پائی اور ہری پور جیل میں منتقل کر دیئے گئے ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ قید سے رہائی پاکر چترال واپس آئے اہل ملانغ آپکا

شاندار استقبال کیا۔

۱۹۴۷ء میں آپ باڈی گارڈ میں کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ باڈی گارڈ میں نئی تنظیم شروع کی اور سپاہ کے لئے مزید ضروری سامان اور برین گنیں خرید کرلائے۔

۱۹۴۸ء ہی میں آپ مجاہدین کا لشکر تیار کر کے لداخ گئے اور متعدد حملوں سے دشمن کو شکست دی اور واپس چترال آئے۔

۱۹۴۹ء میں جب مستوج کے لوگوں نے سیاسی شورش برپا کیا آپ مستوج گئے۔ اور گرفتاریاں عمل میں لائیں۔ چونکہ یہ عمل موجودہ پولیٹیکل افسر چترال کی اجازت اور صلاح کے بغیر کیا گیا تھا لہذا پشاور بلائے گئے وہاں سے واپس چترال آئے اور لوبوڈ کا قیام کیا۔ اس کے بعد آپ گھر چلے گئے۔

آپ کی جائے قیام دلوکس ہے اور بینز گول کے دہانے پر دریا کے بائیں طرف ایک بڑا باغ آباد کیا ہے۔ جسمیں کثرت سے انگور رہیں اور دیگر قسم قسم کے میوے ہیں۔ آپ بڑے مہمان نواز ہیں۔ اویسین شالی کی جاگیر کے مالک ہیں۔ دلوکس سے متعلقہ اراضی آپ کی تحویل میں ہے باوجود اس شہرت عظیم کے تاریخ چترال سے دلچسپی نہ لی اور انہیں تصویر چھپوانے سے بھی اجتناب کیا۔ کیونکہ آپ فوجی افسر رہ چکے ہیں۔

۳۸۔ شہزادہ خوش وقت الملک

آپکا تاریخ پیدائش ۱۴ر جولائی ۱۹۱۳ء ہے۔ آپنے تعلیم و تربیت رائل ملٹری اور انڈین آرمی ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں پائی۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد آپ انڈین آرمی میں سکینڈ لفٹنٹ ہوئے پھر درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے کرنیل ہوئے۔

آپ پہلے جنوبی وزیرستان کی فرنٹیئر کور کے سکاؤٹس کمانڈنٹ تھے۔ پھر ڈپٹی انسپکٹر جنرل کوئٹہ مقرر ہوئے۔ بالعد بنگال رجمنٹ کے بریگیڈیر رہ کر ملازمت ختم کی۔ اور وظیفہ یاب ہو کر چترال واپس آئے آپ والد بزرگوار کی وصیت سے گورنر مستوج کے عہدہ پر فائز تھے ۱۹۳۶ء سے اس عہدہ کی سرانجام ہی پر مستقل مامور رہے دوران ملازمت اپنے فرائض منصبی کو بہ احسن انجام دیتے رہے آجکل آپ امریکن کونسل خانہ پشاور کے ایڈوائزر ہیں۔ اور آپ اتالیق سرفراز شاہ کے خواہرزادے ہیں۔ خاص مستوج کا قلعہ اور اسے متعلقہ زمین آپ کی تحویل میں ہے۔ علاوہ ازیں ریاستی جاگیر بھی آپ کو ملی ہوئی ہے۔

۳۹۔ شہزادہ محمد مطاع الملک

آپ کا یوم پیدائش ۱۰ر فروری ۱۹۱۶ء ہے آپ نے تعلیم و تربیت رائل انڈین ملٹری کالج ڈیرہ دون میں پائی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ چترال واپس آئے ۱۹۳۶ء میں آپ علاقہ غذرہ کے موروثی گورنر مقرر ہوئے اور شغور کی جاگیر وساتھ آپ کو ملی ۱۹۳۹ء میں آپ فوج میں داخل ہوئے اور سکینڈ لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کر کے سنٹ بٹالین ڈیوک یا رکشیر رجمنٹ کے ساتھ ایک سال کے لئے ٹریننگ حاصل کی۔

غازی شہزادہ محمد مطاع الملک فاتح اسکردو سابق گورنر خذرہ

سنہ ۱۹۴۱ء میں آپ ۲/۱۵ پنجاب رجمنٹ میں شامل ہو کر بعہدہ کپتان سنگاپور اور سراوک بورنیو چلے گئے اور عالمگیر جنگ میں داخل ہوئے اس رجمنٹ میں آپ کمپنی کمانڈر اینڈ جوئنٹ اینڈ سکینڈ اینڈ کمانڈ کے عہدے پر فائز رہے۔ اس جنگ کے دوران جاپانیوں کی قید میں چلے گئے۔ اور مابعد آزاد ہند فوج میں داخل ہوئے۔

آزاد ہند فوج میں آپ جی ایس او ون نمبر ۳ ڈویژن اور کمانڈر ۸ بریگیڈ کے منصب پر فائز رہے لیکن پھر سبھاش چندر بوس سے بعض مذہبی اختلافات کی بنا پر قید ہو کر وہاں سے طیارہ میں دہلی چلے آئے اور دہلی سے آزاد ہو کر اپریل سنہ ۱۹۴۶ء میں بذریعہ طیارہ واپس چترال تشریف لائے۔ آپ کے استقبال میں عمائدین چترال کا نظارہ بڑا دلکش تھا کیونکہ آپ نے رضا خیل قوم کے اعلیٰ خاندان میں رضاعت و تربیت پائی تھی علاوہ ازیں آپ اعلیحضرت مرحوم کے محبوب ترین فرزندوں سے تھے۔

۲۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک قیام سنگاپور کے ایام میں ایک چینی خاتون سے نکاح کر لیا تھا۔ بیگم صاحبہ بھی ان کے ہمراہ چترال آئیں۔ بیگم صاحبہ جدید تعلیم سے آراستہ اور مذہباً مسیحی تھیں۔ شاہزادہ کے ہاتھ اسلام کی دولت سے بہرہ یاب ہوئیں۔ موصوفہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور سراپا پردہ شعار ہیں۔

۳۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں جب آزاد کشمیر کے لئے جنگ برپا تھی۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے جہاد کا اعلان کیا۔ اور چترال سے ایک دستہ مجاہدین کا ترتیب دے کر آپ کو انکی قیادت تفویض کی اور آپ کو کرنیل کے خطاب سے نواز کر روانہ کیا گیا۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک نے مجاہدین کی معیت میں گلگت اور وہاں سے اسکردو مقام میں جا کر دم لیا۔ اور یہ تمام مراحل ایک ماہ کی قلیل مدت میں طے کئے۔ دشوار گذار دروں فلک نما برفانی چوٹیوں اور سنگلاخ چٹانوں کو عبور کیا۔ اور راہ کی تمام مشکلات پر قابو پاتے ہوئے نکل گئے۔ ادھر کیا تھا دشمن کے محفوظ قلعے۔ مضبوط مورچے۔ اور دشمن کی سپاہ جنگ آزمودہ اور خشک و ترچشیدہ آزمودہ کار۔ آتشین اسلحہ سے سراپا لیس۔ گولوں و مارٹروں، مشین گنوں اور ہموں سے آراستہ و تیار اور آسمان سے آتشباری کے لئے ہوائی جہازوں پر نازاں تھے۔ ادھر کیا تھا ناتجربہ کار مجاہدین اور ان کے پاس صرف بندوقیں۔ بڑی جگر دوز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ رات دن جنگ جاری رہی اور ساڑھے چار ماہ کی شدید ترین کشمکش اور خونریزی کے بعد مجاہدین اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور انھوں نے قلعہ اسکردو فتح کیا۔ سارا بلتستان سرحد چین تک اسلام کے ہاتھ آیا۔ اور دشمن کے وجود سے سارے علاقے صاف ہو گئے۔ کرنل شیر جنگ تھاپر مع چند دیگر افسروں کے گرفتار ہوئے۔

شاہزادہ محمد مطاع الملک فتحیاب ہو کر جب چترال کی طرف روانہ ہوئے تو گلگت میں گرفتار کر لئے گئے۔ اور سنٹرل جیل پشاور میں پہنچا دیئے گئے۔ دو سال تک نظر بند رہے۔ سرکاری طور پر ان کی گرفتاری بنگال ریگولیشن سنہ ۱۸۱۸ء کے ماتحت بتائی گئی۔ مگر مابعد انکشاف ہوا کہ ہز ہائی نس بعض شرارت پسند عناصر کی رپورٹوں سے متاثر ہو کر شاہزادہ کی گرفتاری کے لئے درخواست دی تھی۔ کہ وہ اپنی کامیابی کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے کام لے کر چترال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۹ء میں شاہزادہ پشاور جیل سے رہا ہو کر واپس چترال آئے۔ اور اپنی گورنری و جاگیر پر

فائز رہے اور اپنے کارنامے سے آپ بنائے اسلام میں فاتح اسکردو کے خطاب سے نیکنام ہوئے۔

(۴) ۱۹۵۱ء میں آپ مشاورتی کونسل کے انتخابات میں کامیاب ہوئے اور ممبر کونسل ایڈوائزر ہوئے۔ آپ نواب اورنگ زیب مرحوم والئی دیر کے خواہرزادے ہیں۔ قلعہ دروش واقع شغور میں سکونت پذیر ہیں۔ اور آپ کو اژدرے جاگیر ملی ہے۔

۴۰۔ شاہزادہ خوش احمد الملک

آپکی پیدائش ۱۵ اگست ۱۹۲۰ء میں واقع ہوئی۔ تعلیم و تربیت کیمبرج ڈون سکول ڈیرہ دون سے پائی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ ہندوستانی فضائیہ میں داخل ہوئے۔ اور فرنٹیئر کور کے کمانڈنٹ رہے۔ پھر وزیرستان سکاؤٹس میں کپتان اب میجر کے عہدے پر ترقی کرکے پارا چنار میں کرم ملیشیا کے کمانڈنٹ ہیں۔

آپ کے دونوں فرزند مسعود الملک و مقصود الملک سینٹ جوزف کانونٹ سکول کوہاٹ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اور آپ شاہزادہ خوشوقت الملک کے برادر اصغر ہیں اور بزادکشٹی مقام واقع ایون میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور ایون سے جاگیر پائے ہیں۔

۴۱۔ شاہزادہ محمد خسرو الملک

آپ شاہزادہ محمد مطاع الملک کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں۔ آپکی تاریخ پیدائش ۲۰ اگست ۱۹۲۰ء ہے آپ انڈین ملٹری کالج اور انڈین ملٹری اکاڈیمی ڈیرہ دون میں تعلیم و تربیت پائی تحصیل علم کے بعد آپ انڈین آرمی میں سکینڈ لفٹنٹ ہوئے پھر بتدریج ترقی کرکے کرنیل کے عہدے پر فائز ہیں۔ اور ملٹری سیکرٹری برانچ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی میں مامور ہیں۔ آپ دروشپ علاقہ شوغور میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور یہاں کی جاگیر آپ کو وراثتاً ملی ہے۔ اور وسیع جائیداد ہے۔

۴۲۔ شاہزادہ محمد محی الدین خان

آپکی پیدائش ۶ مارچ ۱۹۲۲ء ہے۔ اور فوجی تعلیم و تربیت ڈون سکول اور انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں پائی۔ سینئر کیمبرج پاس کیا۔ اور فوج میں سکینڈ لفٹنٹ بھرتی ہوئی۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے وقت آپ انڈین آرمرڈ ٹینک کور میں افسر تھے۔ بکثرت اسلحہ اور ٹینک ہندوستان سے پاکستان لائے۔ ترقی کے مدارج طے کرکے ناردرن سکاؤٹس گلگت میں میجر ہوئے۔ اور اس وقت نوشہرہ چھاؤنی میں آرمرڈ کور کے میجر ہیں۔

آپ کو ارکاری علاقہ خذر میں جاگیر ملی ہے اور سکونت کے لئے موڑ کہو مقام کی اراضی آپ کی تحویل میں ہے۔

۴۳۔ شاہزادہ مبارک الملک

آپ شاہزادہ محمد مطاع الملک کے چھوٹے بھائی اور اعلیٰحضرت مرحوم کے سب سے آخری فرزند ہیں۔ میر حاکم لاسپور کے گھر رضاعت اور پرورش پائی اور جوان ہونے کے بعد بھائیوں کے ساتھ رائل انڈین کالج ڈیرہ دون میں داخل ہوئے تھے۔ مگر طبیعت

شہزادہ اسدالرحمان ایف۔اے۔ سابق گورنر تورکہو

لگی اور واپس آ گئے۔ پھر اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے مگر وہاں بھی رغبت نہ ہوئی۔ چترال واپس آ گئے۔ استعداد اچھی پائی تھی۔ جو کچھ سیکھا خوب یاد رکھا۔ خوبصورتی سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ کسی بھی ملازمت میں نہیں آئے۔ گھر پہ رہتے ہیں۔ دمیل لشٹ علاقہ ارندو میں اسکا گھر ہے۔ اور دمیل کی جاگیر پائی ہے۔

۴۴۔ شاہزادہ آب حیات خان یہ مہتر امیر الملک مرحوم کے واحد فرزند ہیں۔ مہتر امیر الملک محاصرۂ چترال ۱۸۹۵ء کے بعد نقض امن کی پاداش میں گرفتار ہوئے۔ اور یہاں سے ہندوستان لیجا کر بنگلور واقع اوٹاکمند کے مقام پر نظر بند رکھا گیا تھا۔ جہاں وفات پائی۔ اعلیحضرت مرحوم نے ان کے اہل و عیال کو چترال بلا لیا۔ ان کا بیٹا شاہزادہ آب حیات خان اعلیحضرت مرحوم کے زیر پرورش جوان ہوا اور تعلیم پائی اور مستقل قیام کے لئے اسے دمیل لشٹ علاقہ ارندو میں زمین و جاگیر عطا دی گئی۔ اور اس نے طرح اقامت ڈالی۔ ہزہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں جب حاکم ارندو صوبیدار جمیع اللہ قتل ہوا تو شہزادہ آب حیات خان اس سلسلہ میں مجرم گردانا گیا۔ اور زیر حراست ہوا۔ اس کے بعد اس کو چترال سے جلاوطن کر دیا گیا۔ جہاں وہ حکومت افغانستان کے زیر سایہ چلے گئے۔ اب وہ وہاں سکونت پذیر ہیں۔ انھوں نے ۱۹۵۶ء میں اپنے دونوں لڑکوں لیاقت حیات خان اور سہراب حیات خان کو واپس چترال بھیجا تاکہ ریاست سے قیام و خوراک پوشاک کا ذریعہ حاصل کریں۔ وہ یہاں سکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔

اولاد ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم

۴۵۔ شاہزادہ اسد الرحمٰن آپ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپکی پیدائش ۱۹۲۶ء میں واقع ہوئی۔ اسلامیہ کالج پشاور میں ایف۔ اے تک تعلیم پائی اپنے والد بزرگوار کے دور حکومت میں علاقہ تورکھو کے گورنر مقرر ہوئے۔ مگر تعلیم سے فارغ ہونے سے پہلے والد صاحب انتقال کر گئے۔ اپنے بھائی ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے دور حکومت میں بھی تورکھو کی گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔ مگر رہائش مستقل طور پر اپنے بھائی کے پاس رکھتے تھے

۱۹۴۹ء میں جب ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم سرکاری بلاوے پر پشاور چلے گئے تو آپ کو ایگزیکٹیو کونسل کا صدر مقرر کیا گیا۔ پھر اسی سال دوبارہ ہز ہائینس سیف الرحمٰن کو جب تربیت کے لئے بلا گیا۔ تو ان کے جانے کے وقت سے بورڈ مقرر ہونے تک آپ بحیثیت قائم مقام کاروبار حکومت سرانجام دیتے رہے ۱۹۵۴ء میں نئی تنظیم کے بعد آپ ڈپٹی کمشنری کے عہدے پر مامور ہو کر مستوج چلے گئے۔ اور ایک سال کے بعد اس عہدے سے استعفےٰ دیدیا۔

۱۹۵۶ء سے آپ ہز ہائی نس سیف الملک ناصر کی سرپرستی اور انکی جائیداد اور دیگر امور کی نگرانی پر مامور رہے ہیں۔ آپ کی جائے رہائش۔ زمینیں اور جاگیر وغیرہ توریکھو میں ہے۔ بہلپ مقام کی جاگیر آپ کو ملی ہے

۴۶۔ شاہزادہ عزیز الرحمن آپ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے تیسرے فرزند ہیں تعلیم پا رہے تھے کہ دل برداشتہ ہو گئے۔ ۱۹۵۱ء میں اپنے بڑے بھائی ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے دوران تربیت پشاور آپ کابل چلے گئے۔ جب ہز ہائینس واپس چترال آئے تو آپ بھی کابل سے رخصت لیکر وطن مالوف میں واپس آگئے اور تعلیم میں مصروف ہوئے۔ ازبسکہ طبیعت میں سکون و قرار نہ تھا۔ ۱۹۵۷ء میں چترال سے پشاور گئے اور وہاں سے دوبارہ کابل چلے گئے۔ آپکی صورت و سیرت کے شاہزادے ہیں مگر طبیعت میں استقلال نہیں ہے۔

شاہی خاندان کی شاخیں

۴۷۔ قوم خانیہ یہ قوم مہتر سربلند خان بن شاہ افضل اول کیجانب منسوب ہے مہتر موصوف کی قاسم خان والی دیر سے بکرید رشتہ داری اور اتحاد قائم رہے ہیں اس سبب سے ان کو خانی مہتر کہا جاتا ہے۔ پھر اسکی اولاد خانیہ لقب سے مشہور ہے اس قوم کے معزز رجال سے محمد علی خان ابن سربلند خان۔ نہک ابن محمد علی خان اور سربلند خان ثانی ابن نہک اس سلسلہ کے شہرت یاب اشخاص ہیں سربلند خان ثانی کہ شیر افضل خان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ۱۸۹۵ء کی جنگ میں مقتول ہوئے۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد حکومت میں مہابت خان ابن نہک عزت یاب ہوا۔ اور سالیون کی حاکمی کا منصب پایا۔ وہ لمبی عمر پا کر انتقال کر گیا۔ نیک سیرت اور خوش طبع شخص تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت حضوری میں اکثر اوقات رہا کرتا تھا۔ اور سربلند خان ثانی کے پوتوں سے شجاعت خان باشندہ دروش شاہی دربار سے روشناس اور معتبر و ملنسار شخص تھا۔

۴۸۔ قوم سنگین علیہ یہ قوم مہتر سنگین علی ثانی ابن شاہ کٹور اول کیجانب منسوب ہے۔ جن کے لڑکے محمد شفیع۔ شاہ مردان قلی بیگ۔ ناصر علی۔ جہانگیر۔ غنیمت۔ خدر بیگ وغیرہ تھے۔ اسی طرح شاہ کٹور اول کے لڑکوں میں محمد غلام اور عبد الغنی کی اولاد بھی سنگلہ نام سے یاد کی جاتی ہے مہتر محمد شفیع کے لڑکوں میں خان بہادر خان دوران اور سنگین علی ثالث کی اولاد بھی سنگلہ کہی جاتی ہے۔ سنگین علی ثالث کے لڑکے خورشید شاہ و اکبر شاہ معزز اشخاص تھے۔ خورشید شاہ کا لڑکا محمد قلی بیگ اور اکبر شاہ کا لڑکا امین سری بھی معزز لوگوں میں یاد ہوتے ہیں۔ عہد موجودہ میں محمد قلی بیگ کا لڑکا صاحب قلی بیگ
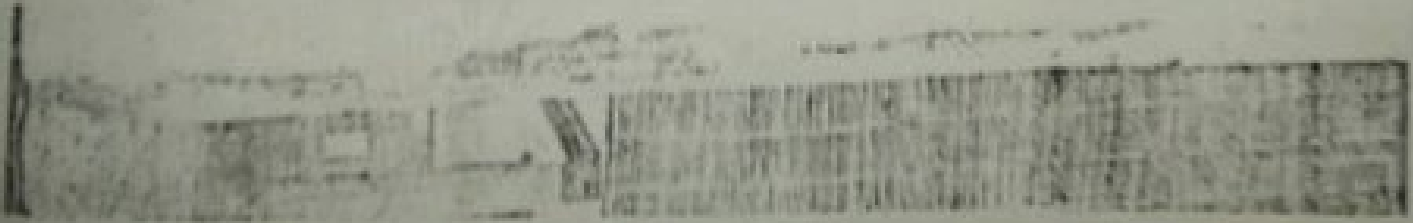
سرگرم رکن تھے ۔ اور جماعت کی تنظیم میں بڑی کوشش سے مصروف رہے ۔ پھر جب ہز ہائی نس کی واپسی بوطن میں تعویق ہوئی تو آپ اتحادی لیگ کا وفد بنا کر ۱۹۵۲ء میں ان کی قیادت میں پشاور چلے گئے ۔ اور گورنر صاحب سے ملاقات کر کے ہز ہائی نس کی جلد واپسی کے لئے پر زور الفاظ میں مطالبہ کیا ۔ نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ ہز ہائینس ۱۹۵۳ء میں واپس چترال تشریف لائے ۔ آپ ذاتی لیاقت کے باوصف اپنی قومی و خاندانی وقار کی واحد یادگار میں اور عالیجاہ طبیعت کے مالک ہیں ۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں ۔ جنہیں بڑا لڑکا محمد سعید خان سکاؤٹس میں صوبیدار ہے ۔ دوسرا تیمور بیگ تھانہ کا انسپکٹر ۔ باقی امان اللہ خان محبوب علی خان اور عباد اللہ خان تعلیم میں مشغول ہیں ۔ آپکی گروپ تصویر عنوان کے آخر میں ثبت ہے ۔

۴ ۔ خدر بیگ کی اولاد میں ۔ اس خاندان کے محمد حافظ کی اولاد میں ۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل علم اشخاص میں شیر بہادر خان و مرزا علی جان کے نام قابل ذکر ہیں ۔ چنانچہ انھوں نے ریاست کے دفاتر میں مالیہ اور گودام کے کاروبار میں طویل مدت ملازمت جاری رکھی اور اعتبار پایا ۔ شیر بہادر خان کونسل عدلیہ کا ممبر بھی رہا تھا ۔ اسی طرح اس خاندان سے مرزا افضل شاہ ۔ مرزا محمد یار بیگ بھی شاہی ملازمتوں میں معتبر لوگ تھے ۔ نادر بیگ گورنر دروش کے سیکرٹری تھے ۔

خدر بیگ کے دوسرے لڑکے لاچین بیگ کی اولاد سے امانت شاہ بن امیر تراکان معزز شخص تھا ۔ سردار نظام الملک کے عہد میں شیر افضل خان سے تعلق و خیر خواہی کی پاداش میں قتل کیا گیا ۔ اس کے لڑکے شاہ مردان و شیر مردان فوجی ملازمت میں سر دکار رکھتے ہوئے ۔ معتبر اشخاص تھے شاہ مردان سکاؤٹس کا کوارٹر ماسٹر تھا ۔ اور شیر مردان باڈی گارڈ میں کوارٹر ماسٹر رہا تھا ۔ اور اس کا لڑکا کامل مردان باڈی گارڈ کے توپخانہ میں صوبیداری کے عہدہ پر فائز ہوا ۔ اور مجاہدین اسکروس کے ساتھ لداخ بھی گیا تھا ۔ خدر بیگ ثانی کا لڑکا سلطان خان بھی قوم میں معتبر شخص تھا ۔

۵ ۔ غنیمت بن شاہ سنگین علی کے اخلاف میں مہتر امان الملک مرحوم کے عہد میں عالی قدر اور معزز شخص تھا ۔ اسکی بہادری کے اوصاف بلند ہیں ۔ عہد موجودہ کے علماء میں مولوی محمد وزیر اور جمعدار سربلند خان اس کے اخلاف میں معتبر اشخاص ہیں ۔ مولوی محمد وزیر کا ذکر علماء میں بیان ہوگا ۔

۴۹ ۔ قوم خوشو قتیہ

یہ خاندان شاہ خوشوقت ابن محمد بیگ کی اولاد کی جانب منسوب ہے ۔ اور انکی سکونت کا مدار گلگت ایجنسی کی حدود میں واقع ہے ۔ اس لئے انکا موضوع وہاں کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس خاندان سے چترال ریاست میں معدودے چند لوگ ہی جو بیان ہوتے ہیں ۔

(۱) شہید الامان بن مرتضیٰ آمان ریشن علاقہ مستوج میں سکونت رکھتا تھا ۔ بڑا معزز شخص تھا ۔ اس نے طبعی عمر پاکر انتقال کیا ۔ اس نے اپنے اکثر ایام جوانی بہتر میردلی اور مہتر پہلوان کی خدمت میں عزت میں گذار دیئے تھے ۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کی بڑی عزت تھی ۔ کونسل عدلیہ کے ارکان میں شامل رہا تھا ۔ پھر اسکا لڑکا فضل امان

معتبر ہوا۔ اور کونسل میں ممبری کی۔ اسکا دوسرا لڑکا وزیر آمان باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔

۲۔ کرم آمان بن خوش بن خدا آمان کوڑ علاقہ مستوج میں سکونت رکھتا تھا۔ معزز شخص تھا۔ اور سکاؤٹس میں عہدہ دار تھا۔ جنگ بری کوٹ میں دشمن کی گولی سے زخمی ہوا۔ بازو کاٹا گیا اور اس کا بھائی علی خیبر بھی معتبر شخص تھا۔ کوڑ میں ان کی وسیع جائیداد ہے۔

۳۔ مقدس آمان بن ملک آمان ثانی اپنے علاقہ سے جب چترال آیا۔ یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ اعلیٰحضرت مرحوم کے زیر سایہ وجہ کفاف کا بندوبست ہوا۔ اور زمین ملی۔ چونکہ ان کی اہلیہ سردار نظام الملک مرحوم کی ہمشیرہ تھیں اور مخشوم آباد کی زمین ان کی والدہ کی ملکیت تھی۔ انہوں نے اپنی زمین اپنی صاحبزادی کو بخش دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد مقدس امان کی اہلیہ کو اس کی زمین پر قابض کر دیا گیا۔ پھر اس کے لڑکے اس پر قابض ہوئے۔ مقدس آمان نے چترال میں وفات پائی۔ اس کے تین لڑکے شاہ جہان۔ شیر عالم خان اور میر عالم خان ہیں جو مخشوم آباد میں آباد ہیں۔ آخر الذکر دونوں کی والدہ علیحدہ ہے شاہ جہان خان کی والدہ سردار نظام الملک کی ہمشیرہ تھیں شیر عالم خان تعلیم یافتہ ہے۔ اور ریاستی ملازمت پر مامور رہا ہے۔

۴۔ میر افضل ولیجان ابن بادشاہ ولی خان جب گلگت سے چترال آیا ہے اسکی والدہ مہتر افضل الملک کی صاحبزادی تھیں۔ یہاں مستقل سکونت اختیار کیا۔ علاقہ مستوج میں ان کی والدہ کو زمین ملی تھی اسپر قابض ہے۔ چترال سکوٹس میں ایجوٹینٹ صوبیدار ہے۔ پرورش یہاں ہوئی۔ اور تعلیم بھی یہاں حاصل کی۔ بڑے لائق فائق افسر ہیں

۵۰۔ قوم بروشہ

یہ خاندان بروشہ ابن شاہ عالم ابن شاہ خوشوقت ثانی سے منسوب ہے بروش عرف ہے ان کا اصلی نام امیر الملک تھا۔ اور ان کی اولاد بروشہ کہلاتی ہے۔

اس خاندان سے ایک گھر ریشن علاقہ مستوج میں آباد ہے۔ اور یہ خاندان آباؤ اجداد سے یہاں سکونت پذیر ہے۔ یعنی امیر اللہ خان بن نصرت علی خان بن علیمردان خان یہاں عمدہ اراضی کا مالک اور نہایت معزز شخص ہے۔ انکا باپ نصرت علی خان ۱۸۹۵ء کی جنگ میں شیر افضل خان کے لشکر کے مقابلہ میں قتل ہوا تھا۔ امیر اللہ خان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ اور جنگ بریکوٹ میں اپنی کمپنی کے ساتھ شامل تھا اعلیٰحضرت مرحوم نے ان کو کونسل عدلیہ میں بھی داخل کیا تھا۔ بڑی عزت سے یاد فرماتے تھے۔ انکا لڑکا امین اللہ خان اپنی قوم اور خاندان میں معتبر شخص ہے۔

۵۱۔ قوم خوش احمدے

یہ خاندان خوش احمد بن محمد بیگ کے نسب سے تعلق ہے۔ شاہ کٹور اول کی جو جنگیں ترکش اقوام سے ہوئی تھیں۔ خوش احمد ان کے معرکوں میں قتل ہو گیا تھا۔

جب شاہ محمود رئیس نے چترال پر حملہ کیا تو خوش احمد کا لڑکا شاہ جہان چند عمائدین ملک کے ہمراہ حکومت چین کے نائب الحکومت کے پاس بغرض امداد یارقند چلا گیا تھا۔ قیام یارقند کے دوران اس نے یہ بہادری کی کہ ایک بہت بڑے اژدہا کو ہلاک کیا۔ اس بہادری پر حکومت نے اسے ڈوڈول کا خطاب دیا۔ چینی زبان میں کے

یعنی بہادر تھا۔ چنانچہ اس کے بعد یہی خطاب اُن کے نام سے مشہور ہوا۔ شاہ جہان کے تین لڑکے قیصر۔ خوشحال بیگ اور شاہ عالم تھے۔ انہیں سے ہر ایک اپنے وقت میں معزز تھا۔ اور اُن کی اولاد دیشین اور چترال میں آباد ہے۔

انکے مشاہیر رجال میں جہان خان۔ علی گوہر۔ محمد باقر۔ قلیقدس۔ صمد خان۔ شاہ صفدر۔ میر سلام خان، اور جالینوس تھے۔ یہ سب کے سب معروف و معتبر اشخاص گذرے ہیں۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں خوشبونی اور گوہر فرزندان محمد باقر۔ شہزادہ خوش احمد ملک کی رفاقت سے رسماً اعتبار پائے۔ اور کونسل کے اراکین میں شامل ہوئے۔ مابول بن جلالی نے صوبیداری پائی۔ عالم خان بن شادی کو چارہ ویلی بھی ملی۔ شاہمد خان کو کونسل کے ممبروں میں مامور کیا گیا۔ محمد اعظم خان بن جالینوس کو جمعداری دی گئی۔

شاہ نواز خان کی صاحبزادی شاہزادہ شہاب الدین خان کے سلک ازدواج میں لائی گئی۔ ان کو صوبیداری اور چارہ ویلی سے نوازا گیا۔ پھران کو صوبیدار میجر کا عہدہ دیا گیا۔ یہ سب معزز اور معتبر ہوئے۔ پھر شاہ نواز خان حاکم چترال ہوا تھا۔ نئی تنظیم کے بعد غلام محمد رسول بن عالم خان کو تحصیلداری ملی۔ اور دوروش کے لڑکے دوستی خان کو صوبیداری ملی تھی۔ اسوقت وہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہے۔ غلام محمد رسول کو تحصیلداری سے تبدیل کر کے علاقہ مستوج کے تعمیراتی انچارج کا عہدہ دیا گیا ہے۔ اسکی ملازمت طویل مدت سے جاری رہنے کے باعث انکا بڑا اعتبار ہوا۔ اور وہ لائق شخص مانا جاتا ہے۔

خوشوقتیہ اور بروشہ خاندانوں کے مشاہیر کا مختصر تذکرہ

(۱)	شاہ خوشوقت کے لڑکے	شاہ عالم۔ شاہ فرامرد۔ عصمت اللہ
(۲)	شاہ عالم کے لڑکے	پادشاہ۔ امیر الملک عزت شاہ بروش
(۳)	شاہ فرامرد کا لڑکا	جہانگیر لاولد
(۴)	عصمت اللہ کے لڑکے	خوش احمد ثانی۔ خیر اللہ۔ خوش احمد لاولد تھا۔
(۵)	پادشاہ کے لڑکے	سلیمان شاہ۔ نور شاہ۔ فوت خان۔ ملک آمان۔
(۶)	خیر اللہ کے لڑکے	دارابشاہ۔ فرہ
(۷)	سلیمان شاہ کے لڑکے۔	سجاوت شاہ۔ پادشاہ۔ عظمت شاہ
(۸)	فوت خان کا لڑکا۔	ابراہیم خان
(۹)	ملک آمان کے لڑکے	گوہر آمان۔ فرآمان۔ میرآمان۔ اکبر آمان۔ مرتضیٰ امان۔ خدا امان
(۱۰)	گوہر آمان کے لڑکے۔	ملک آمان ثانی۔ میرولی۔ میرغازی۔ غلام محی الدین پہلوان۔

(۱۱) ملک امان ثانی کے لڑکے — مقدس امان ۔ بادشاہ ۔
(۱۲) میر ولی کے لڑکے — محمد ولیخان ۔ پختون ولیخان ۔ گوہر امان ثانی ۔
(۱۳) میر غازی کا لڑکا — بشیر غازی
(۱۴) غلام محی الدین پہلوان کے لڑکے — عبدالرحمٰن خان ۔ عبدالرحیم خان ۔ محمد رحیم خان ۔

بروشہ خاندان

(۱) شاہ بروش امیرالملک کے لڑکے — خان بہادر ۔ آزاد خان ۔ خان دوران ۔ خان عالم نجوم خان ۔ عیسیٰ بہادر
(۲) خان بہادر کے لڑکے — مدد خان ۔ شجاعت خان
(۳) آزاد خان کے لڑکے — مشکو علی خان ۔ تاریخ میں اسکا نام مشقولی لکھا گیا ہے ۔
(۴) خان دوران کا لڑکا — علیمردان خان اور اس کا لڑکا نصرت علی خان اور اس کا لڑکا امیراللہ خان لال ریش ہے ۔
(۵) خان عالم کے لڑکے — لشکر خان
(۶) نجوم خان کا لڑکا — راجہ حاجی اکبر خان ۔ راجہ صفت بہادر ۔ شاہ پردین ۔ پہلوان بہادر ۔ فولاد بہادر ۔ لشہراب ۔ خوش نواز
(۷) عیسیٰ بہادر کے لڑکے — عافیت خان ۔
(۸) مشکو علی خان کا لڑکا — ولی محمد خان ۔ افضل خان ۔ شہزادہ خان
(۹) لشکر خان کے لڑکے — راجہ محمد انور خان ۔ زمرد خان ۔ سیف الملوک عرف صاحب جان ۔
(۱۰) اکبر خان کے لڑکے — محمد شریف خان ۔ خان بہادر ۔ امیر جہاندار شاہ ۔ خواجہ عالم ۔ عبدالحمید
(۱۱) صفت بہادر کے لڑکے ۔ — سلطان امین خان ۔
(۱۲) شاہ پردین کا لڑکا — بروش خان ۔ ببر باز خان ۔ حبیب اللہ ۔ شیر غازی ۔ شیر علی خان ۔
(۱۳) عافیت خان کے لڑکے — محبوب علی خان ۔ کرنیل میر ولی خان ۔
(۱۴) ولی محمد خان کے لڑکے

---

۵۲ ۔ قوم محمد بیگیہ یہ خاندان محمد بیگ بن سبکتگین علی اول کی جانب منسوب ہے شاہ کٹور اول کے والد ہیں ۔ اگرچہ شاہ کٹور اول اور شاہ خوشوقت بھی محمد بیگ کے لڑکے ہیں ۔ لیکن ان کی اولاد کو محمد بیگیہ نہیں کہا جاتا ۔ بلکہ ان کی اپنی نسبتیں علیحدہ ہیں ۔ محمد بیگیہ قوم کی نسبت اور عرف محمد بیگ

کے تین لڑکوں یعنی لودلہ - طریق اللہ اور نعمت اللہ سے خاص ہے - شاہ کٹور دشاہ خوشوقت اور لودلہ ایک ماں سے ہیں - طریق اللہ و نعمت اللہ دوسری ماؤں سے لہذا یہاں ان کی ہر ایک شاخ کے معززین علیحدہ یاد ہوتے ہیں -

۱ - **لودلہ** - اسکی اولاد سے شاہ ذرین اور اسکے دونوں لڑکے محمد نذیر و محمد ناصر معتبر و معزز اشخاص تھے - محمد نذیر کا لڑکا رحمت حاضر اور محمد ناصر کا لڑکا حاصل خاندانی شرافت کے مظاہر تھے - رحمت حاضر کا لڑکا رحمت نذیر باڈی گارڈ میں جمعدار تھا - یہ خاندان بڑا معتبر اور بڑی جائیداد کے مالک ہیں -

۲ - **طریق اللہ** کی اولاد سے اسد اللہ خان بن محمد بیگ ثانی بڑا نامور شخص تھا - موردیر اسکی جاگیر تھی جب مہتر سلیمان شاہ نے شاہ کٹور کے خلاف قدم بڑھائے تو اسد اللہ خان شاہ کٹور ثانی سے روگردانی کر کے سلیمان شاہ خوشوقتیہ کے پاس چلا گیا - جب سلیمان شاہ کا عروج حکومت تاراج ہو گیا تو اسد اللہ خان کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا - اسکی جائیداد ضبط ہوئی - پھر ایک مدت کے بعد وزیر منفعت خان کی سفارش سے اسکی تقصیرات معاف کی گئیں ۔ در عفو لذتی است کہ در انتقام نیست - جاگیر اور عزت بحال ہوئی - اس کا لڑکا صباحت خان خاندانی شرف سے ہمکنار تھا - سو سال عمر پائی - اس نے تادم مرگ قرآن شریف کی تلاوت بغیر عینک کے کی - اسکے لڑکے محمد نگین اور فرخ نہاد خاندانی عزت سے ہمکنار تھے - اور اپنی موروثی جاگیر سے بھی سرفراز ہوئے محمد نگین کا لڑکا محمد اسرار تعلیم یافتہ تھا - ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد اعتبار پایا - اور موردیر کا حاکم بنا دیا گیا - مگر عمر نے وفا نہ کی - جلد انتقال کیا - اس خاندان سے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں میر تولہ نے اعزاز پایا اور اراکین کونسل میں شامل ہوئے -

۲ - شرف الدین خان اس خاندان کا فرد سکاؤٹس میں جمعدار تھا جب وہاں سے ملازمت ختم کی لورڈ کے وقت باڈی گارڈ میں ملازمت پائی - اور لورڈ کی سفارش سے لفٹنٹ کوارٹر ماسٹر کا عہدہ حاصل کیا - باڈی گارڈ جب ختم ہوا تو صیغہ تجارت میں منتقل ہوا اور انسپکٹر تجارت کا مرتبہ حاصل کیا -

۳ - وقار احمد دانش پرنسپل ہائی سکول دروش اس خاندان سے ہیں جو چار داسطوں سے رحمت خان بن طریق اللہ سے اتصال پاتا ہے وہ اپنے خاندان کی مفصل تاریخ لکھ کر لایا تھا مگر یہاں اختصار سے کام لیکر صرف چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں - تاکہ ناظرین کو بار خاطر نہ ہو - وہ ۱۹۴۶ء میں تعلیم کے لئے ہائی سکول دریکٹس میں داخل ہوا - ۱۹۵۵ء میں میٹرک پاس کیا - اور وہاں سے جہانزیب کالج سیدو شریف میں داخلہ لیا ۱۹۵۸ء میں یونیورسٹی پشاور سے ایف اے کا امتحان پاس کیا اور دروش آئے دروش میں انکو قوم کی خدمت نے کھینچ لیا - وقار احمد کا اپنا بیان ہے کہ متکلم کے سامنے چند تا بینہ خاموش رہا تو متکلم نے جو ایک بارسوخ آدمی تھا علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے ؎ مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

بس پھر کیا تھا یہ اثر ہوا کہ اگرچہ پہلے ہی سے قومی خدمت کیلئے تیار تھا اور پھر ابھرا ہوا اور بی ای ڈی کے کورس کیلئے روانہ ہوا اور واپسی پر دروش ہائی سکول میں سیکنڈ ماسٹر مقرر کیا گیا - اور سکول کے طلبا کو سب سے پہلے یہ سبق دیتے ہیں کہ وہ خدمت خلق قوم پرستی اور حب الوطنی

مسٹر وقار احمد بی۔اے۔بی ٹی۔ پرنسپل سٹیٹ ھائی سکول دروش

کو اپنے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔ انکا مختصر شجرہ نسب یہ ہے:-
وفادار محمد بن میر نبی خان بن خان بن شیر جنگ شاہ بن نور شاہ بن رحمت خان بن طریق اللہ بن محمد بیگ بن سنگین علی اول

(۴) صمد خان بن طریق اللہ سب سے زیادہ معروف اور نامور شخص تھا مولانا نے شاہ نامہ میں اسکی شجاعت کا تذکرہ کیا ہے اور اسے پل ترکستان کا خطاب دیا ہے اسکا لڑکا سرور خان اور اسکا لڑکا رسول خان سارے علاقہ کوشٹ کا مختار حاکم تھا چارویلی منصب کے پردے میں وسیع اختیارات کے مالک تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں رسول خان نے انتہائی بڑھاپے کو پہنچ کر انتقال کیا اور اعلیحضرت کی ان کے حال پر خصوصی توجہات مبذول تھیں۔

(۵) اسکے لڑکے کبیر خان و درویش خان وقادر خان اور جرڈے ہر ایک معتبر و چارویلی کے عہدوں پر مامور تھے اور درویش خان بعد میں حاکم کوشٹ بنایا گیا۔ اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس کا لڑکا محمد نادر خان صوبیداری پر مامور ہوا اور قادر خان کا لڑکا محمد صابر خان بھی معتبر تھا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ کبیر خان کا لڑکا ولی اللہ معتبر و چارویلی کے عہدہ پر سرفراز رہا۔ اور اس کا عمزاد بھائی محمد یونس خان بھی صوبیدار تھا۔

(۶) نعمت اللہ بن محمد بیگ کی اولاد میں خنگال۔ محمد سیر۔ میمون شاہ اور محمد صادق معروف اشخاص تھے کہ انکا نام عزت سے یاد کیا جاتا ہے خصوصاً محمد سیر بحیثیت عالم، علمیت و فضلیت میں ممتاز۔ اصناف شعر و سخن میں بلند وسعت نظر اور طبع روشن کے اعتبار سے عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ وہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے مولانا محمد سیر نے شاہ نامہ میں شاہ کٹور ثانی کے عہد کے بعض وقائع و سوانح کو شاعرانہ بلاغت بیان کے ساتھ نظم کا لباس پہنایا اسی قطعہ کے بعض منظومات تاریخ چترال کے بعض مقامات میں شامل کئے گئے ہیں لیکن شاہ نامہ کا دستخطی نسخہ عصر موجودہ میں دستبرد روزگار کے باعث موجود نہیں ہے ان پڑھ اور جاہل لوگوں نے اسمیں بہت نامناسب تصرفات کر ڈالے ہیں انکے دیوان شاعری یعنی دیوان سیر کا اصل نسخہ موجود ہے۔ مرزا صائب تبریزی اور جناب ناصر علی سرہندی کے دواوین پر اسے ترجیح دی جا سکتی ہے استعارات کی تصنیع۔ نازک خیالی اور تشبیہ تلازم انکے دیوان میں بکثرت ہیں شاید بہت کم اہل سخن کو ایسی کامل دستگاہ نصیب ہوئی ہو۔ تاریخ کے اس ضمیمہ میں انکے بعض اشعار لکھے جائیں گے۔

مولانائے مرحوم کا مختصر شجرہ —— مولانا محمد سیر ابن دوست محمد ابن نعمت اللہ ابن محمد بیگ ہیں۔

مولانا کے تین بھائی تھے۔ محمد سالار و محمد نثار اور فرخ زاد سابق اوپر خنگال کا تذکرہ گذر چکا ہے وہ محمد نثار کے خاندان سے تھا یعنی اس کا لڑکا تھا۔ محمد سالار اور فرخ زاد کے خاندان سے کوئی معتبر نہ ہوا۔ مولانا کے دو صاحبزادے تھے محمد جبار و کامل جبار۔ محمد جبار کا لڑکا خدا بندہ اور اسکا لڑکا محمد شفیق۔ محمد شفیق کی بہن چونکہ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی شیر مادر تھی لہذا محمد شفیق کو ان کے عہد میں اعتبار حاصل ہوا۔ اور وہ معزز رہے۔ کامل جبار کے جو کہ عرف عام میں کملہ یار کہلایا۔ ایک لڑکا تھا علی نصرت اور اسکا لڑکا علی فراست۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں علی فراست معزز تھا اور وہ علم اور شعر سے آشنا تھا۔ لہذا ان کے نام کے ساتھ ملاں کے لقب کا بھی اضافہ ہوا پھر وہ بطور عزت افزائی کے کونسل کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ مولانا سیر کے اشعار ان کو اکثر یاد تھے۔ اور ان کے قلمی نسخے بھی ان کے خاندان میں موجود تھے۔ انکا لڑکا صاحب سیر ہے۔

۷۔ شمس پناہ ابن محمد صادق محمد مراد ابن لعمت اللہ کے خاندان سے معزز شخص تھا۔ ان کا باپ محمد صادق بھی معزز تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس نے بڑا نام پایا۔ صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر ہوا۔ اور اڈوائزری کونسل میں شمولیت پائی۔ اعلیحضرت کے ہمرکاب سفروں میں شامل اور شریک مجلس رہے۔ ان کی وفات کے بعد اس کا لڑکا میاں گل جان صوبیدار ہوا اور معتبر ہوا۔

۸۔ اس خاندان سے حضرت امیر و سکندر خان بھی معتبر ہوئے اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ امیر اپنے خاندان کے شجرۂ نسب پر بڑا عبور رکھتا تھا اور واقف تھا۔ سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں وہ شاہی دربار میں اکثر رہا کرتا تھا۔ اور شجرہ کی معلومات سے ذخر کھولتا تھا۔ شاوث خان۔ صورت خان اور یوجم خان بھی شاہی دربار میں رسوخ رکھتے تھے۔

۵۳۔ قوم رضاخیل

یہ خاندان محمد رضا ابن سنگین علی اول کی جانب منسوب ہیں اور قزل بیگ بن محمد رضا کے چاروں فرزندوں کی اولاد میں محسوب ہو کر الگ الگ گروہ میں تقسیم ہیں۔ اور یہ لوگ کثرت نفوس کے ساتھ نامور اشخاص گذرے ہیں۔

قزل بیگ خود بڑا نامور شخص تھا۔ جب اس کا والد اور بھائی قتل کر دیئے گئے تو قزل بیگ بھاگ کر بدخشاں چلا گیا اور بدخشاں سے دو دفعہ بدخشانیوں کی امداد سے چترال پر حملہ آور ہوا مگر ناکام رہا۔ مگر آخری دفعہ جب چھ ماہ تک سنوغر مقام میں محصور رہا۔ تو شاہ کٹور اور شاہ خوشوقت نے معاملۂ نزاع کو مصالحت سے انجام دیا چنانچہ چنانچہ قزل بیگ باپ بھائیوں کی خون خواہی اور حکومت کے دام داعیہ سے دست بردار ہو گیا۔ اسکے چچیرے بھائیوں نے اس کی مرضی کے مطابق تمام پدرانہ متروکہ جائداد اسے سونپ دی اور باہمی برادرانہ حسن سلوک اور رواداری کی طرح ڈالی گئی۔ عزت و احترام سے زندگی بسر کی۔

ایک عرصہ کے بعد شاہ فرامرد بن شاہ خوشوقت کے عہد حکومت میں کوغزی مقام میں شغنیہ قوم کے ایک معتبر شخص کلابہ نے قزل بیگ کو قتل کر دیا۔ اور اسکی نعش وہاں سے اٹھا کر دی علاقہ مستوج میں بیجا کر دفن کر دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ فرامرد کے اشارے سے اسے قتل کیا گیا تھا۔ مگر کلابہ ابھی اس راز کو فاش نہ کرنے پایا تھا کہ اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلابہ کی بہن قزل بیگ کے عقد تزویج میں تھی اور گلگت کے حکمران خاندان بجتیس کی لڑکی بھی قزل بیگ کے نکاح میں تھی۔ اس نے پہلی بیوی کو نظر حقارت سے دیکھنا شروع کیا۔ اس لئے کلابہ کے دل میں آتش عناد بھڑک اٹھی اور قزل بیگ کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

قزل بیگ کے چار لڑکے تھے محمد صفا۔ محمد نور۔ محمد دوست اور سکندر۔ اول الذکر دونوں کی والدہ بذبیرہ خیل خاندان سے تھی۔ بذبیرہ خیل تیس حکمرانوں کے عہد میں معزز تھے۔ اور آخر الذکر دونوں کی والدہ گلگت کے رئیسہ خاندان کی صاحبزادی تھی۔ اس سلسلہ کی تفصیلات محمد صفا سے شروع کی جاتی ہے۔

(۱) محمد صفا بن قزل بیگ

یہ قزل بیگ کے فرزند کلاں ہیں۔ مہتر سنگین علی جب ہندوستان گئے تو محمد صفا کو ان کی معیت میں شرف حضوری حاصل تھا۔ محمد صفا شمشیر کے سوا قلم و قرطاس کے بھی مالک تھے۔ جب مہتر سنگین علی ہندوستان سے مراجعت کرکے سوات میں پہنچے تو سوات کے لشکر لیوی کو ساتھ لیکر غذر کے راستہ سے مستوج کی طرف روانہ ہوئے۔ اور محمد صفا کو ایک حصہ لشکر کے ساتھ غذر میں تعینات کیا۔ تاکہ اس اطراف شنددر میں دشمن سے حفاظت کرے۔ اس نے اس اطراف میں شنددر تک نظم و نسق کی ذاتقض بخوبی انجام دیئے۔ مہتر فرامرد کے قتل کے بعد اہل مستوج نے خواہش کی۔ کہ محمد صفا کو یہاں کی حکومت دی جائے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ جب مجبور کیا گیا وہاں چلا گیا۔ مگر پھر جلدی سے استعفیٰ دے دیا۔ اور واپس چلا آیا۔

مہتر خیر اللہ نے اپنے عہد حکومت میں اسکی صاحبزادی کو اپنے حرم سرائے کی زینت بنایا۔ اور یدوش کی حکومت پر اس کو مامور کر دیا۔ اور انکا بڑا احترام کیا۔ مگر باوجود اس کے مہتر شاہ افضل کے شاہزادوں کے ساتھ جو اس کے بھانجے تھے۔ اپنا دیرینہ تعلق قائم و برقرار رکھا۔ اور ان کے خیر خواہ رہے۔

محمد صفا بڑی لمبی عمر پاکر اس جہان فانی سے انتقال کر دیا۔ بڑا صاحب علم شخص تھا۔ مصنف کی نظر سے اسکی ایک غزل گذری تھی۔ جو بیحد پسندیدہ تھی۔ اس کی اولاد میں محمد اعظم۔ ابوالخیر۔ شاہ رضا اور محمد صابر تھے۔ اور تینوں ہر ایک معزز اور قابل اعتبار تھا۔ اول الذکر تینوں کی والدہ مہتر فرامرد ابن شاہ خوشوقت کی بیٹی تھیں۔ اور محمد صابر کی والدہ اہل لاسپور سے تھیں۔ یہاں ان چاروں کی اولاد کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۲۔ محمد اعظم بن محمد صفا

اس کے پانچ لڑکے تھے اول باما۔ دوسرا دستہ گل شاہ۔ تیسرا سخی۔ چوتھا زار پانچواں محمد غوث۔ باما کے تین لڑکے قلندر خان۔ سلطنت خان۔ ناظر خان۔ قلندر خان کا لڑکا عبداللہ خان علاقہ یارخون میں حاکمی کا منصب رکھتا تھا۔ اسکی فصاحت اور لیاقت نہایت اعلیٰ تھی۔ اچھا مدبر اور ہوشیار شخص تھا۔ عبداللہ خان کے لڑکے عبداللہ خان اور عبدالمراد خان اعلیحضرت سر شجاع الملک کے عہد میں صاحب عزت و منزلت اور مقربین خاص سے تھے۔ خصوصاً عبدالمراد خان علاقہ یارخون کا حاکم تھا۔ پھر باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ اور اپنے والد کی طرح ہوشیار و فصیح الکلام تھا۔ عبداللہ خان کونسل کا ممبر تھا۔

(۱) عبدالمراد خان کے لڑکے لنگر مراد خان اور عبدالجہان خان والد کے انتقال کے بعد یارخون کی حاکمی اور صوبیداری کے مستحق قرار پائے۔ چنانچہ لنگر مراد خان اور عبدالجہان خان حاکم ہوا۔ اور ۱۹۵۸ء میں ایڈوائزری بورڈ کے ممبروں میں شریک ہوا۔ لنگر مراد خان صوبیدار تھا۔ مجاہدین کی معیت میں اسکردو محاذ پر گیا۔ اور اپنی خدمات کے صلہ میں ہز ہائینس سے لفٹنٹ کا منصب حاصل کیا۔ اور نئی تنظیم کے بعد تحصیلداری پائی۔

۲ - محمد اکبر خان بن سلطنت خان اور اسکا بھائی مناجت خان اور محمد کوہ خان ابن نامدار خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑے اعزاز رکھتے تھے۔ محمد اکبر خان کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل تھا۔ اور چپاڑی کا حاکم بھی تھا۔ اور محمد کوہ خان نے آنریری صوبیدار میجر کا لقب حاصل کیا تھا۔ زمان اکبر خان بن محمد اکبر خان والد کے انتقال کے بعد اصحاب عزت میں شمار کیا گیا۔ اور مستوج کا حاکم بنایا گیا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر صوبیدار میجر کا لقب حاصل کیا۔ اور اسکا لڑکا صوبیدار ہوا۔ مناجت خان بن سلطنت خان بھی معزز شخص تھا۔ ۱۹۱۷ء کی شورش اہل مستوج میں اپنی وفاداری کے صلہ میں اس نے قلیل عرصہ کے لئے یارخون کی حاکمی بھی حاصل کی تھی۔

۳ - مائی لال ابن وسنہ گل شاہ ابن محمد اعظم معزز شخص تھا۔ اس کا لڑکا سلطان حیق خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے دربار میں خاندانی عزت و وقار کا سزاوار تھا۔ وہ سنوغر میں باغات اور بہت بڑی جائداد کا مالک تھا۔ سجاول خان اس کا لڑکا بھی معتبر ہے۔ اور باڈی گارڈ میں جمعداری رکھتا تھا۔

۴ - چست بن محمد عوث ابن محمد اعظم بھی اہل عزت سے تھا۔ اس کے لڑکے مردان قلی خان، افضل خان و فیض محمد خان و رحمان قلیخان اپنی مردان قلی خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل رسوخ و اہل اعتبار تھے۔ فیض محمد خان و رحمان قلیخان کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے۔

۵ - سخی ابن محمد اعظم کے لڑکے محمد سعید خان و محمد لطیف خان اور وہ خود نامور اور اہل اعزاز اشخاص سے تھے۔ محمد سعید خان کا لڑکا میر صفات خان بھی معزز تھا۔ شاہان الملک کے اہل دربار میں وہ معزز شخص تھا شاہی سندات میں یہ دستور تھا۔ کہ بادشاہ کے اراکین مجلس بھی سند میں بطور گواہ درج ہوتے تھے۔ میر صفات خان کا نام بھی بعض سندات میں پایا جاتا ہے۔ اسکے لڑکے عبد الرحمن خان و جلال خان و میر قوت علی خان بھی معتبر تھے۔ عبد الرحمن خان کا لڑکا عمرا خان لال سکاؤٹس میں کوارٹر ماسٹر صوبیدار تھا۔ ملازمت ختم ہونیکے بعد ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔

ہز ہائینس سیف الرحمن مرحوم کے عہد میں نئی تنظیم کے تحت جب مشاورتی کونسل کے انتخابات ہوئے تو صوبیدار عمرا خان ہز ہائینس کے نامزد شدہ ممبروں میں داخل ہو کر کونسل ایڈوائزر کا ممبر ہوا۔ وہاں سے جب ملازمت ختم ہوئی۔ تو دوبارہ کونسل عدلیہ کی ممبری پائی۔

صوبیدار عمرا خان نے اس قلیل مدت میں اپنی ذاتی لیاقت سے بڑا نام و مقام پیدا کیا وہ گوئے بازی پولو کے میدان میں بہترین شہسوار ہیں۔ اور سیاسی امور میں بھی قدرس خیالات کے مالک ہیں۔

اس کے تینوں لڑکے لائق شمار کئے جاتے ہیں۔ مظفر علی چترال میں جنگلات کا افسر ہے۔ وہ بھی باپ کی نوز پر پولو کا کامیاب کھلاڑی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ فن ان کے دادا میر صفات خان سے وراثتاً اس خاندان میں چلا آرہا ہے۔ محمد مظفر علی خان سکاؤٹس میں جمعدار ہے۔ تیسرا لڑکا سردار علی خان تعلیم کے لحاظ سے انٹرنس پاس ہے

صوبیدار میجر شیر خان رضا خیل دروش سابق ممبر مشاورتی کونسل چترال

صوبیدار لال عمرا خان دواو میں گھوڑے پر
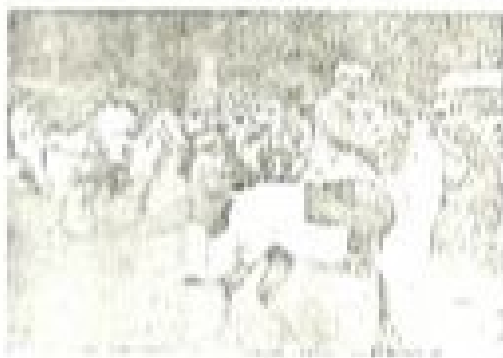
بہادر علی خان جمعدار سکاؤس چترال
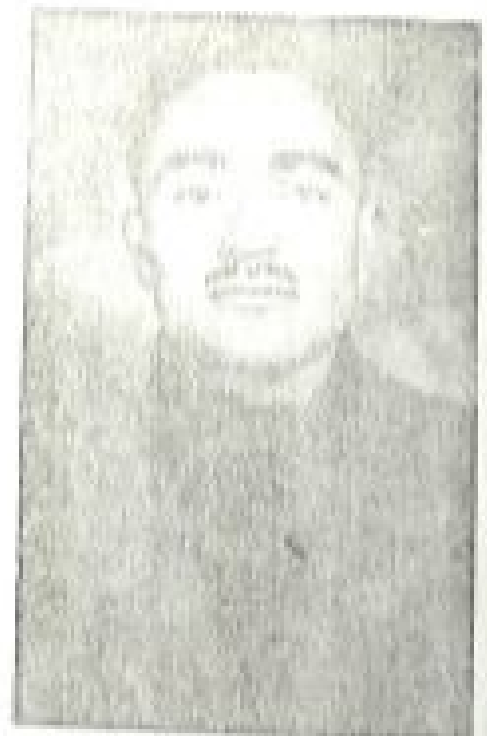
اور سرکاری دفتر میں ملازمت پر مامور ہے۔ محمد ظفر علی خان جمعدار سکاؤٹس اخلاقی خوبیوں سے بھی معروف ہے، صوبیدار عمرا خان کی تصویر کے نیچے جمعدار ظفر علی خان کی تصویر بھی شامل ہے۔

محمد لطیف خان ابن حسینی بھی معزز شخص تھا۔ اسکے لڑکے امیر علی و شاہ بہتر خاندانی شرافت سے معزز ہوئے امیر علی خان حج سے شرف اندوز تھا۔ اور سیاسی خیالات کے باعث ایک دفعہ قومی تحریک میں گرفتار ہو کر ہری پور جیل میں بھیجا گیا تھا۔ جب واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کی نظر التفات سے کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوا۔ معزز ولائق شخص تھا۔

۳۔ ابوالخیر ابن محمد صفا

شاہ کٹور ثانی کے عہد میں سبحان قلی خان بن ابوالخیر بڑا معزز شخص گذرا ہے سنات میں اسکا نام لطور گواہی کے درج ہوا ہے۔ اور سبحان قلی خان کے لڑکے محبوب قلی خان اور تائی بیپ کا لڑکا شہزادہ خان ہر ایک اعزاز و اعتبار کے مالک ہوئے ہیں۔

ابوالخیر شاہ کٹور کی خدمات میں جبکہ وہ بروز کی پہاڑی میں چھپا ہوا تھا اور شیر جنگ کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ جو کچھ کیا وہ تاریخ میں درج ہے اور اسی حمایت کے الزام میں معہ اپنے بھائی شاہ رضا اور چند لڑکوں کے خیراللہ کے حکم سے مستوج میں قتل کیا گیا۔

سبحان قلی خان کی صندوق پر مولانا محمد سیر نے نقش کرنے کے لئے ذیل کا شعر درج کیا تھا۔

لرزاں بہ زمین وعرشی دبد باں بہوا طیر ؎ از ملتق سبحان قلیخان بن ابوالخیر

ملتق ترکی زبان میں بندوق ہے اس کے لڑکے محبوب قلی خان و تائی بیپ دونوں ہر ایک معزز یاد ہوتے ہیں۔ تائی بیپ کا لڑکا شہزادہ خان اور اس کا لڑکا شیر خان اور نولی کا لڑکا عزیز اللہ خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عزت و اعتبار کے مالک ہوئے۔ بشیر خان باڈی گارڈ میں صوبیدار رہا۔ پھر صوبیدار میجر کا لقب پایا۔ اور اس کا لڑکا حبیب اللہ خان باپ کی جگہ صوبیدار رہا۔ جب تنظیم جدید عمل میں آئی جنگلات دروش کا افسر ہوا۔ بعد تحصیلداری کا منصب حاصل کیا۔ اور پھر وہاں سے تبدیل ہو کر محکمہ تعمیرات میں سیکرٹری بنے۔ اور اس کا باپ کونسل میں بھی ممبر رہ چکا ہے۔ نولی کا لڑکا عزیز اللہ خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں تجارت بازار دروش کا منتظم تھا۔ پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ فریضہ حج بھی ادا کیا۔ پابند صوم وصلوٰۃ ہیں اور اپنے خاندان میں معتبر شخص ہیں۔

۴۔ شاہ رضا ابن محمد صفا

شاہ رضا مہتر خیراللہ کے عارضی حکومت کے عہد میں دروش کا حاکم بڑا معزز شخص تھا۔ اور خیراللہ کا خسر بھی تھا۔ شاہ رضا کا لڑکا غلام محمد اور اسکا لڑکا سرمست خان اور اسکا لڑکا داد خان نامور اشخاص گذرے ہیں۔ سرمست خان کا دوسرا لڑکا تاس خان اور اسکا لڑکا فیروز خان تھا۔ فیروز خان کا نام بلند ہے۔ اس لئے کہ اس نے پا پیادہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ اور یہاں واپس آکر اعلیٰ حضرت کے دربار میں رسوخ پایا۔ اور علاقہ دروش

کا حاکم ہوا۔ پھر شاہزادہ محمد حسام الملک کی رضاعت و پرورش کی ذمہ داری حاصل کی۔ بڑے مدبر اور خوش اخلاق شخص تھے۔ ۱۹۱۵ء میں انتقال کیا۔ اور کلکٹک میں مدفون ہوئے۔

اس کے لڑکے منصف خان۔ محمد شریف خان اور مشرف خان ہر ایک لائق باذہ ہوتے ہیں منصف خان زیور علم سے آراستہ تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت دفتری میں داخل ہوا۔ اور رسد کی گودام کا اکاؤنٹنٹ ہوا۔ بتدریج ترقی کر کے کپتان کا عہدہ حاصل کیا۔ مگر سیاسی دل چسپی کی عادت رکھتا تھا ترقی نہ کر سکے۔ اور قید و بند سے بھی آشنا رہا۔ جب ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو عہدہ سے موقوف ہو کر گھر چلا گیا۔ پھر حج بھی کیا۔ اور ۱۹۴۹ء میں دروش میں انتقال کیا۔

۲۔ محمد شریف خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں باپ کے انتقال کے بعد دروش کا حاکم تھا۔ پھر کچھ مدت کے لئے موقوف رہا۔ جب ہز ہائینس سر ناصر الملک تخت نشین ہوئے دوبارہ اپنے منصب پر واپس آیا اور علاقہ دروش کا حاکم اعلیٰ مقرر ہوا۔ اس سے پہلے جب وہ دروش میں حاکمی کے منصب کے علاوہ صوبیداری کا منصب رکھتا تھا۔ جنگ برکوٹ میں اپنے کارناموں کے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایم۔ بی۔ ای کا خطاب پایا تھا۔ بڑا لائق شخص تھا۔ ۱۹۵۰ء میں انتقال کیا۔ حاکم موصوف کا تیسرا لڑکا مشرف خان سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں وزیر صنعت مقرر ہوا۔ اور جھر کھون میں زمین بھی پائی۔

منصف خان کے لڑکوں میں امیر شریف خان شاہزادہ صاحب سابق گورنر دروش کے سیکرٹری ہیں اور دوسرے لڑکے محبوب عالم خان سکاؤٹس کے صوبیدار تھے۔ ۱۹۶۱ء میں وہاں سے ملازمت ختم کر کے پنشن ہوئے انکی الوداعی دعوت میں کرنیل اور دیگر افسروں نے اپنی گرمجوش تقاریر میں ان کی لیاقت اور ہر دلعزیزی کا اعتراف کیا تھا وہ ان کے اوصاف کا آئینہ دار ہے۔

محمد شریف خان کے لڑکے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بڑا لڑکا ہائی سکول دروش میں ماسٹر ہے۔

یوسف خان کی باقی اولاد مردی علاقہ کوہ میں آباد ہیں جنمیں سے حیدر۔ کتہ خان اور کوہ سیدان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر اشخاص تھے۔ حیدر کا لڑکا حبیب خان کونسل کے ممبروں میں شامل تھا۔ پردم دلیخان بھی معتبر شخص تھا۔

محمد رضا ابن محمد صفا محمد صفا کا لڑکا محمد پناہ نامور شخص تھا وہ بھی دروش کا حاکم رہا تھا اور شاہ کٹور ثانی کی جلاوطنی کے دنوں انکی معیت میں شامل تھا۔ محمد پناہ کے لڑکے بیرام شاہ اور تائی لال اور بیرام شاہ کے لڑکے ہدایت شاہ و نفت بلند شاہ اور تائی لال کا لڑکا نیت شاہ ہر ایک انمیں اپنے عہد کا معتبر تھا۔ بیرام شاہ۔ مہتر امان الملک کے عہد میں بطور سفارت مہاراجہ کشمیر اور امیر شیر علی خان والی کابل کے پاس جایا کرتا تھا۔ بڑا معتمد و اعزاز کا مرتبہ رکھتا تھا۔ اسکا لڑکا ہدایت شاہ جنہوں نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑے اعزاز سے زندگی بسر کر کے اور لمبی عمر پا کر انتقال کر گیا۔ اس کا لڑکا امیر حیات شاہ

سکاؤٹس میں عہدہ رکھتا تھا۔ اور جنگ بریکوٹ میں مجروح ہو کر انعام پایا۔ شاہزادہ غلام جیلانی اے ڈی سی گورنر بنگال کا رضاعی باپ تھا۔ کونسل عدلیہ میں ممبری پائی۔ آبرومند شخص تھا۔

نفت بلند شاہ دروش کے اکابر عہد میں معتبر شخص تھا۔ اسکا لڑکا فتحت شاہ بھی معتبر ہوا اور کونسل کے اراکین میں شمولیت پائی۔ اسکا لڑکا سیف اللہ جان اور اسکا بھتیجا نوروز خان نے عہد موجودہ کی آزاد جماعت مسلم لیگ کی حمایت میں عوام کے لئے بڑی خدمات انجام دیں اور عوام میں مقبولیت اور شہرت پائی۔ اور عوام تحریک میں قانون کی خلاف ورزی کے ہنگاموں کی وجہ سے سزایاب بھی ہوا۔ سیف اللہ جان جنگ آزادی کشمیر میں بھی رضاکار دستوں کے ساتھ نوشہرہ کے محاذ پر جہاد میں شامل ہوا تھا۔ اور نمایاں بہادری دکھائی تھی۔ اس طرح وہ عوام کی خدمات سے مقبولیت حاصل کرکے عوام کی اکثریت رائے سے ایڈوائزری کونسل کا ممبر منتخب ہوا۔ اور ۱۹۵۳ء میں مجلس مشاورت میں علاقہ دروش کی نمائندگی کی۔ لائق شخص یاد ہوتا ہے۔

تائی لال اسکا لڑکا نیت شاہ اگرچہ سیدھا سادھا تھا مگر عزت مندانہ زندگی بسر کی۔ اور ۱۸۹۵ء میں شیر افضل خان کی معیت میں ہندوستان گیا تھا۔ وہاں چند سال نظر بند رہا پھر قید سے رہائی پاکر وطن عزیز میں مراجعت کی اور یہاں انتقال کیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑا معزز رہا۔ اس کے لڑکوں میں سے جنگے باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ کونسل عدلیہ کا ممبر بھی رہا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا رحمت پناہ صوبیدار ہوا۔ اور جدید آزادی کی ہوا بندی میں شامل رہ کر صدر مسلم لیگ کا خطاب پایا تھا۔

۷ - محمد صابر کی اولاد میں جمال محمد بھی قابل ذکر ہے جو کلام علاقہ دروش کے رضاخیلوں کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کی اولاد میں سے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شیر خان ابن رفخت شاہ ریاستی باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا۔ اور اپنی ذاتی لیاقت سے درجہ بدرجہ ترقی کرکے صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر عہد جدید کے جمہوری آئین کے ماتحت عوام کی کثرت رائے سے علاقہ دروش کا نمائندہ منتخب ہوا اور مجلس ایڈوائزری میں شمولیت پائی۔ عوام میں مقبول اثرورسوخ و قابلیت کے مالک شخص ہیں ان کی تصویر بھی اسمیں شامل کی ہے۔

اسکا دوسرا عمزاد بھائی سیاہ محمد خان اپنی قوم میں معتبر اور ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔

۶ - محمد نور بن قزل بیگ

محمد نور بڑا بہادر اور نامور شخص تھا۔ کفار باشگل کے تاخت و تاراج کے دوران وہیں مرتبہ شہادت سے ہمکنار ہوا اور وہیں مدفون ہوا۔ مگر قبر کا نشان نہیں ہے۔

۱۱۔ اسکا لڑکا محمد یونس خان اور اسکا لڑکا محمد حسین خان عزاز و امتیاز رکھتے تھے۔ والیان یسین مہتر گوہر آمان اور ان کے بھائیوں کی والدہ محمد یونس خان کی صاحبزادی اور مہتر آمان الملک مرحوم کی والدہ محمد حسین خان کی دختر تھیں۔ محمد نور کے لڑکوں میں طاہر، شہزادہ اور دلیانہ شاہ ہر ایک صاحب اعزاز تھا

محمد حسین خان کے لڑکوں میں علی شکر۔ سعد وقاص اور منشور خان اور علی شکر کا لڑکا میر اعظم و سعد وقاص کا لڑکا گنج اور منشور خان کا لڑکا میر خلیل۔ ہر ایک اعزاز و امتیاز کا مالک اور مشہور عام لوگ تھے۔ بالخصوص میر خلیل بہت نامور اور علاقہ دروش کا مختار حاکم تھا۔ گنج کا لڑکا بپّی اور میر اعظم کا لڑکا شیر اعظم۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں اصحاب عزت و اعتبار سے تھے۔ بہت بڑے جاگیروں کے مالک۔ بپّی شیشی کوہ کا حاکم اور شیر اعظم دروش کا۔ بپّی کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا جہان بیگ حاکم شیشی کوہ ہوا اور شیر اعظم کا لڑکا افضل اعظم حاکمی اور صوبیداری دونوں عہدوں کا مالک رہا۔ اور پھر اسکی صوبیداری پر اس کا لڑکا محبت اعظم سرفراز رہا اور افضل اعظم کونسل عدلیہ کے ارکین میں شامل ہو گئے۔

(۲) طاہر بن محمد نور کے پوتوں میں شیر عالم خان باشندۂ بروز اور شہزاد بن محمد نور کے پوتوں میں گل ہزار خان باشندہ ریشن اعتبار رکھتے تھے۔ حضرت علی خان والی آسمار کی والدہ اور شیر عالم خان کی والدہ آپسمیں حقیقی بہنیں تھیں۔

(۳) بڑائی باشندۂ ارغونچ شیر عالم خان کے خاندان سے تھا۔ جسکا لڑکا میر کلان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا۔ اور اعزازی صوبیداری کے لقب سے کونسل عدلیہ میں شامل ہوا۔ اور اس خاندان سے میکائیل واعظ بروز قضیہ کی حیثیت سے معتبر تھا۔ اور امر معروف میں وقف رہا۔

۷۔ محمد دوست بن قزل بیگ

یہ بڑا نامور شخص تھا اس کے فرزندوں میں میر مردان و درویش علی خان شاہ امین وان اور آب نبی خان تھے۔ میر مردان کے لڑکے تیفور شاہ اور شجاع علی معززین اور مشاہیر ملک میں شمار کئے جاتے ہیں جنگ گلگت میں جو مہاراجہ کشمیر اور مستر آمان الملک کے مابین برپا ہوئی تھی۔ شجاع علی اپنے دو بیٹوں سمیت توپ کے گولے سے مرتبۂ شہادت کو پہنچا۔ جن کے نام عالم ملک اور صاحب ملک تھے۔ انکی اولاد والی ملک اور حسن ملک عہد موجودہ کے اہل اعتبار میں سے تھے۔

تیفور شاہ کے لڑکوں میں مشرف شاہ اور غلام حضرت معزز لوگ تھے میر شاہ بن مشرف شاہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز ہوا۔ اور غلام حضرت کا لڑکا محمد تکبیر خان کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل تھا۔

۸۔ سکندر ابن قزل بیگ

سکندر مقام بجا ئیوں سے عمر میں خورد تھا۔ اور اسکی والدہ رئیس کے خانوادے سے تھی۔ اس کے بیٹوں میں تیموشی۔ نفر اور متوّلی بڑی عزت و شہرت کے مالک تھے۔ ان کی والدہ شاہ خوشوقت کی صاحبزادی تھی۔

(۱) تیموشی کے بیٹے اکبر شاہ و شیر عالم اور شیر عالم کے لڑکے سلطنت شاہ و جہان شاہ ہر ایک معزز و محترم ہو گذرا ہے۔ جہان شاہ کا بیٹا سمندر سکندر ستودہ سیرت نیک سیرت و صاحب صورت شخص تھا۔

(۲) دلاور شاہ بن منہ د فراست شاہ بن دلاور شاہ بھی معزز لوگ تھے اور فراست شاہ کے لڑکے سنوبل شاہ، میر شاہ، مطلب شاہ اور عجائب شاہ یہ چاروں عہد حاضرہ کے ممتاز و اعتبار کے معززین تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میر شاہ نے لاسپور کی حاکمی حاصل کی۔ اور باڈی گارڈ میں عہدہ دار میجر ہوا اور جب اس کی صاحبزادی حضور محمد ناصر الملک مرحوم کے عقد ازدواج میں آئیں۔ تو اسکو بڑی عزت اور تقرب حاصل ہوا۔ پھر شاہزادہ مبارک ملک کی رضاعت بھی اس کے سپرد ہوئی۔ موجودہ ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر میر شاہ کے دختر زادے ہیں۔ اسی طرح جب سر ناصر الملک تخت نشین ہوئے۔ ان کی معیت میں حج بھی کیا۔ اور ان کے مواجہ بڑا رسوخ رکھتا تھا مشیر امور تھے۔ ۱۹۵۸ء میں انتقال کیا۔

(۳) مطلب شاہ اور عجائب شاہ اکثر اوقات کونسل عدلیہ کے ممبر رہے اور عزت سے یاد ہوتے تھے۔

(۴) روشن علی خان۔ عبد المسیب۔ بل اور داوک متولی بن سکندر کے لڑکے اصحاب شہرت و وقار تھے۔ انکی والدہ جہان افروز مہتر شیر جنگ کی صاحبزادی تھیں جو خونزا کے نام سے مشہور تھی۔

خصوصاً روشن علی خان کو اسکی شہرت مسلم اور اسکی شجاعت معلوم خاص و عام ہے اور سارا ملک اسکی شجاعت پر نازاں ہے۔ تاریخ چترال میں اسکی شجاعت اور جانبازی کے کارنامے تحریر ہو چکے ہیں۔

عبد المسیب عرف عام عبد المسایاب بھی اس کے ہم پایہ خیال کیا جاتا ہے ان بھائیوں نے غربت و جلاوطنی کے بیشمار شدائد و مصائب برداشت کئے۔ روشن علی خان کی ایک صاحبزادی شاہ امان الملک کے عقد ازدواج میں منسلک تھی۔ اور عبد المسیب کی دختر مہتر شیر افضل خان کے عقد ازدواج میں شریک تھی۔

۵۔ روشن علی خان کے لڑکے مردان شاہ۔ نیاز خان۔ بیگی خان۔ خان اور رستم شاہ تھے اور عبد المسیب کے لڑکے بہادر اور بہرام۔ بہادر فی الواقع اسم بامسمیٰ تھا۔ یعنی بہادری اور دلاوری میں فرد تھا۔ مہتر شیر افضل خان کی حمایت اور سازباز کی بناپر مقتول ہوا بیان کیا گیا ہے کہ امیر عبد الرحمٰن خان والئے کابل کے ساتھ بھی بہادر کے دوستانہ مراسم تھے۔ چنانچہ شاہ امان الملک کے دربار میں جب بہادر کے قتل ہونے کی خبر سنی گئی۔ تو امیر کابل کے سفیر کپتان کابلی نے جو اس وقت بادشاہ کے دربار میں موجود تھا بے اختیار اظہار تاسف کیا اور کہا کہ بہادر ہمارے امیر صاحب کا دوست تھا۔ اس مرحلہ پر میاں صاحبزادہ محمد سعید بجاوڑ نے اس کو آنکھ کا اشارہ کرکے خاموش کر دیا۔ محمد سعید بجاوڑ کا نمائندہ تھا۔ بہادر نے جنگ اسمار میں ملک سندان مشہور پہلوان کو بھی اپنی تلوار کے ایک وار سے ختم کر دیا تھا۔

روشن علی خان کے لڑکوں سے خان اور رستم شاہ ریچ کے جاگیردار اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز تھے نیاز خان کا لڑکا کرشنا سپ مہتر افضل الملک کے عہد میں بڑا معزز تھا جو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بھی معزز

رہا۔ ۱۹۱۹ء میں انتقال کیا۔ نیاز خان کا پوتا شیر میدان بن لہراسپ عہد موجودہ کے دور آزادی میں عوام میں معتمد تھا۔ اور کونسل عدلیہ میں نمائندہ موڑکہو کی حیثیت سے شامل ہوا۔ عوام میں معتبر اور مسلم لیگ کا صدر تھا۔
بیگی جان کا لڑکا فریدون خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑا عزت یاب شخص تھا۔ اس نے کریم واقعہ شغور میں زمین مہربانی پائی۔ ملازمت میں مداومت کی۔ پھر شاہزادہ محمد مطاع الملک کی رضاعت سے ریچ کی جاگیر سے کامیاب ہو کر مزید عزت سے ہمکنار ہوا۔ اسکا لڑکا مقدس خان باڈی گارڈ میں ایجوٹنٹ صوبیدار تھا۔ بڑا لائق جوان تھا۔ فریدون خان کے دوسرے لڑکے محمد علی خان اور احمد جان والد کے انتقال کے بعد جاگیرداری ریچ پر بدستور قابض رہے۔ اور احمد جان نے بڑے بھائی مقدس خان کے انتقال کے بعد ریچ کی صوبیداری بھی حاصل کی۔ اس کے انتقال کے بعد پھر اس صوبیداری پر اسکا لڑکا شیر سوار خان فائز ہوا اور اس نے اپنی کمپنی کی معیت میں شاہزادہ محمد مطاع الملک کے زیر کمان اسکردو کے محاذ جنگ پر بڑی خدمات انجام دیں۔
(۶) داوک کے لڑکے محترم۔ لالہ گل شاہ۔ اور محمد ودت تھے۔ بُل کے لڑکے محمد عظیم خان۔ محمد وث محمد عزیز خان اور عبدالقدوس۔ محترم مہتر افضل الملک کا وزیر تھا۔ لالہ گل شاہ۔ محمد ودث اعلیحضرت کے عہد میں خاندانی اعتبار سے معزز تھے۔ محمد عظیم خان مہتر محترم شاہ ثالث کے ہواخواہوں سے تھا۔ وغان چتیال نے گلگت تک اپنے خاندان والوں کے ساتھ جلا وطنی میں وقت گذار دیا تھا۔ جب چترال واپس آیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں کونسل عدلیہ میں شامل ہوا۔ اور معزز رہا۔ جہاں دیدہ اور وسیع معلومات کا اہل تھا۔ محترم کا لڑکا شیر جنگ اہل اعتبار سے تھا۔ اور کونسل کے اراکین میں مدتوں شریک رہا
(۷) بہرام خان بن عبدالمسیب ہز ہائی نس مظفر الملک کے عہد تک بڑے اعزاز سے یاد ہوتا تھا۔ اسکی بیٹی شاہزادہ خوشوقت ملک کے عقد ازدواج میں تھی۔ مزید منزلت اور جاگیر کے مستحق ہوئے وہ اپنے خاندان کی قدیم روایات اور سپاہیانہ طور وطریق پر زندگی بسر کرنے کا عادی تھا۔ تادم مرگ شمشیر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اور چست و چابک رہتا تھا۔ مگر حلیم شخص تھا۔ اس کا لڑکا دلاور خان ریاستی فوج میں صوبیدار رہا تھا۔ بہادر کے لڑکے کیو اور بیتمن نیاز اپنے نامور باپ کے طفیل پر اعلیحضرت کے عہد میں معزز رہے۔
(۸) اسی طرح میر ابن گلدانت شاہ سکنہ تورکہو اہل معززین سے تھا اور کونسل عدلیہ میں مدتوں ممبر رہا تھا۔ اور مستحکم بن سپوکان۔ نیتوشی بن دستان شاہ۔ میرا فریدون بن بیگی جان مرد خان بن جیبول۔ نادر بن عبدالمسیب۔ استقفا توش بن محترم و لعل گل شاہ بن محترم عجب اللہ خان بن قوبز خان۔ لہراسپ ابن نیاز خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل مراتب و اعتبار تھے۔ ریاست چترال کی آبادی میں اس قوم کو بسبب کثرت نفوس و اعتبار کے جز و اعظم کا مرتبہ حاصل

بابُ دوُم

ممتاز اقوام و معزز خاندانوں کا تذکرہ

رئیس حکمرانوں کے عہد سے زمانہ حال تک

۵۵ (۱) قوم خوشے اس قوم کی آبادی کا غالب حصہ تورکہو میں ہے اور یہ خوش بن میتی کی طرف نسبتاً منسوب ہے۔ یہ قوم رئیس حکمرانوں کے عہد سے ممتاز چلی آئی ہے توری اولاننو قوم ہے کہتے کہ انکا جد اعلیٰ یمنی خاص لوضع خاشش واقع بدخشاں کا باشندہ تھا۔ اور اس لئے یہ قوم خانشہ کے نام سے متعارف ہوگئی۔ لیکن مصنف تاریخ کی قطعی رائے یہ ہے کہ یہ اپنے مورث اعلیٰ خوش بن میتی کی طرف منسوب ہے۔ خوش کی وجہ سے خوشے سے معروف ہوگئے ہیں۔

خوش کے بیٹے بیرام بیگ، لاچین بیگ اور شوقی بیگ تھے۔ ان تینوں بھائیوں کی اولاد اپنے اجداد کے ناموں سے متعارف اور تین گروہوں میں منقسم ہے۔

یہ لوگ خاندان رئیس کے خیر خواہ تھے۔ جب شاہ کٹوڑ اول نے خاندان رئیس کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے تورکہو پر لشکر کشی کی۔ تو قوم خوشے اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ لاچین بیگ بن خوش اس معرکہ میں مارا گیا۔ اور باقیماندہ کو تاخت و تاراج کردیا۔ پھر جب اطاعت قبول کرلی، تو شاہ کٹوڑ نے چترال کی طرف رخ کیا۔

۱۔ بیرام بیگ کی اولاد میں محمد اشرف بن بیرام بیگ معزز تھا۔ وہ قزل بیگ بن شاہ محمد رضا کا بھانجا تھا۔ جب قزل بیگ بدخشاں کی طرف فرار ہوکر چلا گیا تھا تو محمد اشرف بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور جب وہ واپس آیا تو یہ بھی ساتھ ہی واپس آیا۔ یہی اس کی نجابت کا موجب تھا۔ محمد اشرف نے اپنی حیثیت کے مطابق عزت اور مرتبہ پایا۔

بیرام بیگ کی اولاد میں علاوہ اس کے ملک اژدر۔ شاہ خسرو۔ میر جہان اور دوران شاہ مشاہیر اور معزز اشخاص گذرے ہیں۔ ملک اژدر بڑا بہادر شخص تھا۔ مولانا محمد سیر نے شاہنامۂ چترال میں اسکی شجاعت کا تذکرہ کیا ہے۔ اور نئی تاریخ میں بھی اس کی بہادری کی تعریف لکھی گئی ہے۔ اور میر جہان شاہ

کٹور ثانی کے عہد میں ان کی جلاوطنی میں شامل تھا۔ اور جب شاہ کٹور ثانی کی حکومت قائم ہوئی تو میرجہان مراتب اعزاز سے ہمکنار ہوا۔ میر جہان کے لڑکے محمد باری اور شکور بیگ اور دوران شاہ کے لڑکے زرین شاہ اور بیدق معزز اور اصحاب شہرت تھے۔ شاہ امان الملک مرحوم کی شہزادگی سے ایام حکمرانی تک یہ لوگ بڑے اخلاص سے ان کی خدمت بجالاتے رہے اور اعزاز پاتے رہے۔

زرین شاہ سردار نظام الملک کے پدر رضاعی بھی تھے۔ شکور بیگ کے لڑکے نور یتیم و چترامی بھی بادشاہ مرحوم کے عہد میں معزز تھے۔ چترامی اگرچہ ایک نحیف البدن مرد تھا مگر زبان آتشین کا مالک اور دلاور شخص تھا۔

(۲) بوالعجب شاہ و غلام بیدق کے لڑکے بڑے معتبر لوگ تھے۔ غلام مہتر شاہ افضل خان کے پاس کابل و بدخشاں میں رہا تھا۔ پھر وطن واپس آگیا۔ علم و فراست سے بہرہ یاب اور شہزادے مذاقیہ سے کامیاب شخص تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑی عزت سے رہ کر ۱۹۰۸ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔ اس کے لڑکے خوشی خان و جمعدار محبت خان اسکرود کے محاذ پر مجاہدین کے ساتھ شامل جہاد رہے۔

(۳) زرین شاہ کا لڑکا شاہ زرین بڑا معزز اور اچھی صفات کا مالک تھا۔ بقول مصنف تاریخ چترال واقعہ یہ ہے کہ قلم اس کے اوصاف کے تذکرہ سے قاصر ہے۔ سردار نظام الملک کا برادر رضاعی اور ہز ہائی نس مظفر الملک کا رضاعی باپ تھا۔ ۱۹۱۸ء میں اس نے وفات پائی۔ اس کے لڑکے نیاز زرین شیر زرین اور مشرف زرین ہر ایک اپنے باپ کے نمونہ پر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد نیاز زرین منصب چاروبلی اور باڈی گارڈ پر سرفراز رہا۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ پایا۔ لائق و شائستہ جوان تھا۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال کیا۔ ان کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا دوران خان دونوں عہدوں کو سنبھالنے میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنے خاندان کا وقار بحال رکھا۔ یہ بھی لائق و معتبر ہے۔ اس کا لڑکا گلاب زرین تعلیم یافتہ اور مدتوں سے خزانہ ریاست کے دفتر میں اہلکار رہے۔

(۴):- محمد باری کا لڑکا خوش تھا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل اعزاز سے تھا۔ اور ارکین کونسل میں بھی شامل تھا۔ پھر تورکہو کی حاکمی کا منصب حاصل کیا۔ اور اس کا لڑکا پردم خان صوبیدار ہوا اس کے بعد کونسل کے ممبروں میں بھی شامل ہوا۔ لائق شخص تھا۔ خوش کے انتقال کے بعد اسکی حاکمی کا منصب بہادر کو ملا۔ بہادر کے انتقال کے بعد پردم خان اپنے باپ کے عہدہ پر متمکن ہوا۔ اور اس کے بھائی محمد بیگ نے کونسل کے ممبروں میں شامل رہ کر ہز ہائینس محمد مظفر الملک کے عہد میں معتبر قرار پایا۔

(۵) شکور بیگ کا فرزند بہادر بڑا معزز تھا۔ اس نے صوبیداری بھی حاصل کی اور پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ خوش کے انتقال کے بعد حاکم کا منصب حاصل کیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں

انکا بڑا اعتبار تھا۔ اور بڑے مدبر و ہوشیار خیال کئے جاتے تھے۔ ان کے دونوں لڑکے ابواللیث و محمد غفار صوبیداری کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ ابواللیث اسکردو کے محاذ پہ مجاہدین کے ساتھ شامل تھا۔ اس کے بعد اس نے لیفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ اور ۱۹۵۷ء میں کثرت رائے سے مشاورتی کونسل چترال کا ممبر منتخب ہوا۔ لائق شخص تھا۔

۲- **لاچین بیگ** کے خاندان میں اقبال و شاہ زر یہ قابل ذکر ہیں۔ اور یہ دونوں نامور گذرے ہیں۔ جب سلیمان شاہ خوشوقتیہ کا عروج ہوا۔ یہ دونوں شاہ کٹور ثانی کی اطاعت سے نکل کر معہ اور نامور قومی سرداروں کے سلیمان شاہ کے پاس چلے گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ خوشر قوم کے اس عہد کے معتبرین تھے۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے خاندان میں میر معتبر اور صاحب شجاعت شخص تھا۔ اور اقبال کا پوتا مجل اتالیق بھی معزز و معتبر تھا۔ اور معتبر ہونے کے علاوہ حیا چشم بھی تھا۔ اس سلسلہ کے اور اکابر کے حالات مؤلف کے علم میں نہیں آئے۔

۳- **شوقی بیگ** ابن خوش اقل کے نبائر میں شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں عالی موجود بڑا معزز اور شجاعت کیش شخص تھا۔ اور عالی موجود کے لڑکے بل خان اتالیق۔ سلطان موجود اور دشمن غازی وغیرہ سب اہل اعتبار سے تھے۔ خصوصاً بل خان اس خاندان میں سرآمد رجال تھا۔ سردار نظام الملک اعلیحضرت سر شجاع الملک کے عہد حکومت میں عزت و اعتبار میں ممتاز شخص تھا۔ حق یہ ہے کہ لیاقت و شرافت اس میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ دانائی میں فرد تھا۔ ۱۹۱۳ء میں وفات پائی۔ سلطان موجود اور دشمن غازی مہتر شیر افضل خان کے ساتھ کابل گئے تھے۔ وہاں سے جب واپس وطن آئے۔ اعلیحضرت کے مواجہہ میں معتبر ہوئے۔ دشمن غازی نے آبائی عہدہ اتالیق کا منصب حاصل کیا۔ پھر کونسل عدلیہ میں شمولیت پائی سلطان موجود کی لیاقت انتظامی امور میں ابھی شروع ہوا تھا کہ اجل نے مہلت نہ دی۔ بل خان اتالیق کے لڑکوں میں میر جیان اور محمد وشہ خاندانی لحاظ سے ملک کے معتبروں سے ہیں۔

یہ تھے مشاہیر (خوشہ) بن ملینی کی اولاد کہ جن کو علاقہ تور یکھو میں بسبب کثرت نفوس و جائداد کے دیگر اقوام سے فوقیت حاصل ہے

۵۶- قوم خسرو یہ خاندان اپنے جد اعلیٰ خسرو کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ بابا ایوب تیموری کے ہمراہ خراسان سے اس ملک میں آیا۔ اور طرح اقامت ڈالی۔ یہ قوم معتبر اور طاقتور چلی آئی ہے۔ اور خاندان رئیس کے یہ لوگ خیر خواہ تھے۔ جب شاہ کٹور اول نے خاندان رئیس کے اقتدار سے ٹکر لی۔ تو یہ اسکی مخالفت پر کمربستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مقابلہ میں ان کے بعض سے اکابر میدان میں کام آئے۔ اور پھر گردن نہاد ہو گئے۔

اس قوم کے مشہور اکابر میں غلام تھا۔ کہ اس نے شاہ فرامرد کے قتل کے سلسلہ میں محمد نور رضا خیل کے لڑکے

محمد یونس کے ساتھ شرکت کی تھی۔ غلام کا لڑکا جم موکش اور اس کا لڑکا محمد زاہد اور اسکا لڑکا نسب علی خان سب نامور لوگ گذرے ہیں۔ نسب علی خان شاہ امان الملک کے عہد میں منصب سفارت پر مامور ہو کر بادشاہ کابل امیر عبدالرحمن خان کے پاس گیا تھا۔ پھر والی اسمار حضرت علی خان اور والی جندول عمرا خان کے ہاں سفارت پر گیا تھا۔ اس کا لڑکا میر سلام خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر شخص تھا۔ اور بیرونی چارویلی اسکو تفویض ہوئی تھی۔

۲۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں اس قوم کا دوسرا معتبر شخص خدا داد خان بن عمرا احمد خان تھا جسنے اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی رضاعت و تربیت کا حق ادا کیا اور انکا رضاعی باپ ہوا۔ بڑا معزز و شائستہ مزاج شخص تھا۔ حق گوئی میں فرد تھا۔ عرف عام میں خدلئے دیرہ سے معروف تھا۔ ان کے چار لڑکے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اعزاز اور اچھے مراتب سے ہمکنار ہوئے۔ سب سے لائق انمیں نور احمد خان تھا۔ جو ۱۸۹۵ء کے محاصرۂ چترال میں موجود تھا۔ محاصرہ کے بعد چترال کے طول و عرض میں بڑی جائدادوں اور اراضی کا مالک ہوا۔ بربراور بستی کی جاگیر حاصل تھی۔ اس نے سب سے پہلے سکاوٹس میں صوبیداری پائی۔ پھر جب کونسل عدلیہ کا قیام ہوا۔ اسکے ممبروں میں شامل ہوئے اور اعزاز پایا۔

۱۹۱۹ء کے جنگ تورکوٹ پر اپنی کمپنی کے ساتھ دشمن کے خلاف مورچوں انتظام انجام دیا۔ جس کے صلہ میں سرکار انگریزی سے خانصاحب کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۹۳۲ء میں حج بیت اللہ سے مشرف اندوز ہوا۔ اور ۱۹۵۲ء میں ایون کا حاکم ہوا۔ اور سکوم مقام میں جو زمین مہربانی پایا تھا۔ اسکی آبادکاری پر انتھارہ ہزار روپیہ صرف کر کے ایون نالہ سے جوئی لا کر اسکو آباد کیا سرسبز و شاداب بنایا۔ اور وہیں مقیم رہ کر ۱۹۶۱ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

(۱) انکا بڑا لڑکا حبیب الاحمد خان سکاوٹس میں صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ وہاں سے ملازمت ختم کر کے نئی تنظیم میں انسپکٹر مقرر ہوا تھا اب خانہ نشین ہیں

(۲) دوسرا لڑکا لشکر احمد خان مشاورتی کونسل میں نمائندگی میں دو دفعہ کامیاب رہا۔ اور جب تک یہ محکمہ قائم رہا۔ لشکر احمد خان اسمیں شامل رہا تھا۔ تعلیمیافتہ اور لائق نوجوان ہیں۔

۳۔ زین العابدین۔ تیسرا لڑکا زین العابدین ہیں۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ریاستی خزانہ کے اہلکاروں میں شامل تھا۔ تنظیم جدید کے بعد اب سیکرٹری خزانہ ہیں۔ بڑے لائق و معتمد افسر ہیں اور اپنے والد کی جاگیروں کے مالک ہیں بربر و بستی انکی جاگیریں تھیں۔

(۴) عزیز اللہ خان یہ بھی ریاستی خزانہ میں مامور تھا۔ انتقال ہوا۔ اب اسکا لڑکا حبیب الرحمن

مسٹر زین العابدین سیکرٹری مہتر ریاست چترال
فرزند الحاج حاجی نور احمد خان

مسٹر عبادت شاہ ہیڈ کلرک
ڈی۔سی چترال

مسٹر گل ارباب خان ریشن

مسٹر گلمبر خان سکول ماسٹر راغ

میٹرک پاس کر کے کلرک کی اسامی پر فائز ہیں۔

۵۔ سید احمد خان۔ سرکاری لیویز کا جمعدار تھا بڑا لائق جوان تھا عین شباب میں انتقال کیا۔

۶۔ سراج احمد یہ سب سے چھوٹا مگر باپ کا پیارا تھا۔ مسکور کی زمین اس کے قبضہ میں ہے۔ اور تعلیم میں مشغول ہے۔

۷۔ بردم خان حافظ یہ بھی اعلیحضرت مرحوم کے دودھ بھائی تھے۔ اسکا لڑکا عبدالجبار بھی معتبر ہے۔

۸۔ میر احمد خان یہ بھی دودھ بھائی تھا۔ لیویز میں صوبیدار تھا پھر باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ اور علاقہ کوہ کا حاکم ہوا۔ انکی وفات کے بعد اسکا لڑکا میر افضل خان بھی حاکم رہا تھا۔

(۹) خانزادہ خان۔ یہ بھی اعلیحضرت کا دودھ بھائی تھا کچھ تعلیم بھی حاصل کیا تھا۔ مگر تصوف میں مشغول رہا۔ اسکا لڑکا دریا خان عوام میں معتبر ہے۔

اس قوم کے افراد میں محمد امین خان برنس کی چارد یلی پر مامور اور بڑا معتبر شخص تھا۔ کونسل عدلیہ کے ممبر بن شامل رہا تھا۔ اور دونوں کا لڑکا کرامت شاہ اس قوم کے معتبروں میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد کے معتبروں سے تھا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں امتیازی حیثیت سے اعزاز پایا۔ باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا۔ جمعدار ایڈجوٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ اور کچھ عرصہ کیلئے حاکم اوندہ بھی رہا تھا۔ بڑا معتمد شخص تھا۔

زین العابدین کی تصویر یہاں شامل ہے۔

۵۷۔ قوم شغنیہ کوہ یہ خاندان بھی عہد رئیسہ سے معزز ہے انکا جد اعلیٰ شغنان بدخشان کے کا رہنے والا تھا اس علاقے میں آکر بود و باش اختیار کی۔ اسطرح عرف شغنیہ قائم و جاری ہوا۔ اس قوم کے مشاہیر معززین میں قشقار بیگ۔ غلام علی۔ کلابہ اور منظر تھے۔ جن کی اولاد چار شاخوں میں تقسیم ہو کر علاقہ کوہ میں آباد ہے۔

(۱) کلابہ شاہ فرامرد کے عہد میں ممتاز شخص کہا جاتا ہے۔ اس نے شاہ فرامرد کے اشارے سے قزل بیگ بن محمد رضا کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مگر کلابہ اس راز کو فاش نہ کرنے پایا تھا کہ اسے قصاص میں قتل کروایا گیا۔

(۲) منظر کا لڑکا بیگ اتالیق مشہور شخص گذرا ہے۔ وہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں اتالیق بنایا گیا۔ بڑا نامور شخص تھا۔ مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد حکومت میں شاہزادہ محبل شاہ کی ہوا خواہی کے سلسلہ میں قتل ہوا۔ دلا ور اتالیق کے بارہ لڑکے تھے۔ جنہیں دلاور چاہد بلو بہادر شخص تھا۔ مہتر امان الملک کے عہد حکومت میں کشمیر کی ڈوگرہ فوج سے مقابلہ میں کوماڑ اور بویر کے مقام پر گلگت میں داد مردانگی سے جام شہادت نوش کیا۔

(۳) اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس قوم کے معتبر شخصوں کا وجود ختم تھا۔ پھر بھی کوغزی مقام میں شیر محمد خان اور مغ میں میر محمد خان گھوجی۔ آبی خان اپنے اجدادی رسوخ پر معتبر لوگ تھے اور وہ ہر ایک اپنے علاقوں میں چارد یلی کے عہدے پر مامور تھے۔

(۵) قشقار ثانی کا لڑکا اسماعیل جب شہزادہ سیف الرحمٰن نے رضاعت میں لے لیا تو وہ رسمی طور پر معتبر تھا

ہزہائی نس مظفر الملک مرحوم کے عہد حکومت میں کوہ چارویلی اسے تفویض ہوئی - شاہ حسین اور امیر حمزہ کو جمعداری
کے عہدوں سے نوازا گیا - پھر جب سیف الرحمن تخت نشین ہوئے - ہزہائی نس نے اپنے دودھ بھائی ظفر خان کو علاقہ
کوہ میں حاکم اور فوج باڈی گارڈ میں لفٹننٹ کے عہدے پر فائز کیا - اور ایک دوسرے دودھ بھائی سلطان مراد خان
کو دفتر مالیہ کا منتظم مقرر کرکے لفٹننٹ کا عہدہ دیا - تیسرے دودھ بھائی شہزادہ خان کو اردل خاصہ میں صوبیدار
مقرر کیا - اور محمد ولی خان کو کونسل کے ممبروں میں شامل فرمایا - الغرض ہزہائی نس نے اپنی رضاعت اور پرورش کے
صلے میں یہ سب کچھ کیا - مگر جب بورڈ قائم ہوا - یہ سب عہدے موقوف ہوئے - اور ہزہائی نس جب تربیت کے
بعد واپس چترال آئے پھر بھی دخل در معقولات مناسب نہ سمجھا -

عبادت شاہ - اس قوم کے افراد سے مرزا عبادت شاہ قابل ذکر ہے کہ اس نے تعلیم سے فارغ ہوکر طویل مدت تک
مختلف دفتروں میں ملازمت جاری رکھتے ہوئے بڑا اعتبار حاصل کیا - اور اب منشی فاضل کا امتحان بھی
کامیاب ہوکر اپنے مفروضہ کام سرانجام دینے میں مشغول ہے - ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ہیڈ کلرک ہے لائق
شخص ہے - اسکی تصویر سامنے ملاحظہ فرمائیں -

۵۸ - قوم خوشحال بیگیہ اور بیہ

یہ قوم منسوب ہے خوشحال بیگ کی طرف کہ وہ انکا مورث اعلیٰ تھا - عہد حکومت رئیس سے یہ لوگ صاحب اعزاز چلے آئے ہیں - چنانچہ

(۱) خوشحال بیگ اول اور اس کا لڑکا شیر افگن اور اسکے لڑکے نیض و خوشحال بیگ ثانی اول اول اس
قوم کے خاندان سے اعزازات سے فیض یاب رہے پھر خوشحال بیگ ثانی کے لڑکے عندلیب و منزرے معزز
ہوئے - اس کے بعد منزرے کے لڑکے غضنفر و اسد اللہ خان اور عندلیب کے لڑکے شیخ و سکندر
نامور ہوئے - عہد کٹور میں شیر افگن کا لڑکا خوشحال بیگ ثانی کے اعزاز سے نوازا گیا اس لئے کہ وہ شاہ
کٹور ثانی کے ساتھ جلا وطنی میں ساتھ تھا - جب واپس آیا تو آدیر کی حکومت چارویلی کے پردے میں اسکو
تفویض ہوئی - اور اسکی اولاد اعلیٰ قدر مراتب اس پر قابض رہی -

اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں عندلیب ثانی ابن سکندر کہ معمر آدمی تھا اپنی قوم میں ممتاز اور اعلیٰحضرت
کے حضور میں باعزت تھا - اور اس کا لڑکا قناعت شاہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا - معتبر شخص تھا -
اسیطرح اس قوم سے حاصل بن شنکی خان باڈی گارڈ میں جمعدار تھا - پھر اسکا لڑکا عبد الکریم بورڈ
کے وقت چارویلو کا منصب حاصل کیا -

سرمحمد ناصر الملک مرحوم کے عہد حکومت میں سلطان مراد خان ابن شیخ اہل عزت سے تھا - اور کونسل
کے ممبروں میں شامل ہوا تھا - بڑا معتبر شخص تھا - اسکی کوئی اولاد نہیں بڑی جائیداد کا مالک تھا - یہ قوم زمانہ
ماقبل میں اگرچہ آدیر کی چارویلی کے منصب سے معزز تھی لیکن درحقیقت وہ آدیر کی حاکم مختار تھی - اور وسیع جائیداد
کی مالک ہے - جاہ و منزلت کے سارے اسباب انہیں میسر تھے -

۵۹ - قوم حاتم بیگیہ موکہوا

یہ قوم حاتم بیگ اول ابن گرگ علی کی جانب منسوب ہے رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں سے معزز چلا آیا ہے حاتم بیگ کا باپ گرگ علی رئیسہ عہد میں سے معزز چلا آیا ہے حاتم بیگ کا باپ گرگ علی رئیسہ عہد میں اتالیق کا منصب رکھتا تھا۔ شاہ کٹور اول نے جب مہم ملک گیری کا آغاز کیا۔ اس نے سب سے پہلے گرگ علی اتالیق کو جو خاندان رئیسہ کا وفادار تھا۔ اداروغ واقعہ موکہو کے مقام پر قتل کیا۔ اور اسکے لڑکے حاتم بیگ کو دلاسا دے کر اپنے ساتھ ملا دیا۔ اور اپنی بہن کی شادی بھی اس کے ساتھ کردی۔

(۱) حاتم بیگ بڑے وقار کا آدمی تھا۔ اور محمد رضا بن سنگین علی کا معاصر تھا۔ حاتم بیگ کے لڑکے

(۲) شاہ کٹور اول کی اولاد سے محمد شکور اور سلطان شاہ نامور لوگ تھے محمد شکور کا منصب اتالیق تھا۔ اور وہ بڑی شہرت کا مالک تھا۔ شاہ سنگین علی کی ملازمت میں ہندوستان کے سفر میں ساتھ رہا تھا صاحب علم و قلم و شمشیر تھا۔ اس کے سلک ازدواج میں شاہ سنگین علی کی دو بیٹیاں پادشاہ و نزاکت بیگم یکے بعد دیگرے آئی تھیں۔ اسکا بڑھاپا تھا کہ مہتر شاہ فاضل اور انکے بھائیوں شاہ نواز خان و محترم شاہ ثانی کے درمیان نالہ چترال کے کنارے موجودہ بازار چترال کے سامنے جنگ برپا ہوئی اور محمد شکور اتالیق محترم شاہ ثانی کی حمایت میں یہاں مقتول ہوا۔ اور یہیں دفن ہوا۔ ان کے اشعار کا مجموعہ موجود ہے۔ مثنویاں خوب کہی ہیں۔ غزلیات عمدہ اور پسندیدہ ہیں اور نمونے کے طور پر اس تذکرہ کے شعرا کے باب میں کچھ پیش کردیئے جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ محمد شکور اتالیق حضرت عمر حکیمی پشاوری رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ ارادت میں منسلک تھا

(۳) محمد شکور کے بیٹے حاتم خان۔ عبدالغفور اور مستولی خان تھے اور وہ بھی ایک سے ایک بڑھکر معتبر و معزز ہوتے ہیں۔ یہ تینوں شاہ سنگین علی کی بیٹی کے بطن سے تھے۔

(۴) حاتم خان کے لڑکوں میں غالب جنگ، حسین علی خان اور گل محمد خان، خوش احمد ثانی بن عصمت اللہ کی بیٹی کے بطن سے یہ تینوں معزز تھے۔ عصمت اللہ خیر اللہ کا باپ تھا۔

(۵) غالب جنگ کا لڑکا نادر جنگ تھا۔ اور گل محمد خان کا لڑکا میر عالم خان اور باعوا بن میر عالم خان۔

(۶) نادر جنگ کے لڑکے نفرہ جنگ و حاتم بیگ ثانی۔

(۷) نفرہ جنگ کے لڑکے جہان خان و محمد حسین خان و محمد حنیفہ معتبر ہیں۔ جہان خان کونسل کے ممبروں میں شامل رہا تھا۔ اور محمد حسین خان لیویز میں صوبیدار تھا۔ پھر باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ اور قلیل عرصہ کیلئے حاکم موکہو کا لقب بھی رکھتا تھا۔ لائق شخص ہے محمد حنیفہ لیویز میں جمعدار تھا۔ پھر دروش کا جنگل افسر ہوا۔ پھر بلدیہ کونسل کے اراکین میں شامل ہوا۔

(۸) حاتم بیگ ثانی بڑا معزز شخص تھا۔ اور کونسل عدلیہ کا ممبر تھا۔ اس کے لڑکے گوہر علی خان وامیر الابرار بھی اعتبار کے مالک تھے۔ اور دونوں یکے بعد دیگرے کونسل کے ممبروں میں شامل تھے۔ امیر الابرار اپنی خاندانی علمی شہرت کا حصہ دار تھا۔ فارسی میں بڑی عمدہ تحریر و تقریر کا مالک تھا۔ اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں موجودہ تاریخ چترال کو جب مرزا شیر احمد خان کابلی نے منظوم کیا تو اسکی بار اول کی کتابت راقم الحروف کے قلم سے ترتیب پائی تھی پھر بار ثانی اس کی کتابت امیر الابرار کے قلم سے تیار ہوئی۔ موتیوں کی لڑیوں کی طرح دیدہ افروز تھیں۔ مگر اب یہ دونوں منظوم شدہ مسودے دنیا سے ناپید ہیں۔

یہاں تک محمد شکور کی اولاد کا تذکرہ تھا اب سلطان شاہ ابن حاتم بیگ اول کا ذکر اور اس کے خاندان کے لوگوں کا مختصر احوال پیش کرتا ہوں۔

(۹) سلطان شاہ ابن حاتم بیگ اول کے پوتوں میں سے دل نواز و بدو تنگ ہر ایک نامور و معزز گذرا ہے۔ دل نواز کا لڑکا فیض طلب خان اور اسکے لڑکے شیر طلب خان و جہان بھی معزز تھے اور دروش میں سکونت پذیر اور بڑی اراضی کے مالک تھے اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں شیر طلب خان کا لڑکا بشیر دل خان اور جہان خان کے لڑکے میر طلب خان و معتبر خان اہل اعتبار سے تھے۔ اور چارویلی کے مناصب پر مامور تھے۔

۶۰۔ قوم بائیکے اس قوم کے جد بزرگوار کا نام بائیک تھا لہذا یہ قوم اسکی جانب منسوب ہے اور ان کی سکونت کا مرکز خاص تورکوہ ہے اور عہد قدیم سے معزز ہے۔

شاہ کٹور اول کے دونوں شاہزادے شاہ افضل و شاہ فاضل کی والدہ اسی قبیلہ سے تھی عہد کٹوریہ میں اس قوم نے بڑا اعتبار پایا۔ اس قوم کے مشاہیر میں جو لوگ اعزاز یافتہ ہوئے وہ یہ ہیں

(۱) طالب شاہ (۲) حرمت شاہ (۳) صاحب نیچا بہرام (۵) تیغون بن بہرام اور حرمت شاہ کے لڑکے نداجت شاہ (۲) نور آفرین شاہ (۳) محمد عیسیٰ خان (۴) ورنا یاب (۵) گوہر نایاب (۶) جوہر نایاب۔ انمیں سے ہر ایک اپنے عہد میں اہل اعتبار و عزت کے لوگوں سے ہوئے ہیں۔

(۲) حرمت شاہ اپنی شجاعت میں فرد اور مہتر شیر افضل خان کا رضاعی باپ تھا۔ اور تورکہو کی چارویلی کا منصب اسے حاصل تھا۔ تیغون کا عہدہ اتالیق تھا۔

(۳) محمد عیسیٰ خان تو اپنے نامور باپ حرمت شاہ سے وہ چند بہادری و ناموری میں بڑھ گیا اور ہزار ہا تحسین و آفرین ہوا۔ تاریخ چترال میں اسکا کارنامہ مکرر بیان ہوا ہے حق یہ ہے کہ وہ تعریف سے مستغنی تھا۔

مہتر شیر افضل خان کا دودھ بھائی پھر اسکا وزیر و مشیر تھا۔ شیر افضل خان کو جب محاصرہ چترال میں کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ تو چترال سے فرار اختیار کر کے کوہستان باشقر میں پہنچا۔ اور وہاں انگریزوں کے بلاوے پر دھوکہ کھا کر پھر دیر میں آئے اور گرفتار ہوئے مگر محمد عیسیٰ خان نے اس بلاوے کو دھوکہ

لفٹیننٹ محمد ایوب خان سابق ممبر کونسل عدلیہ چترال
فرزند محمد عیسیٰ خان بہادر

مسٹر آغا محمد خان ٹرڈ انسپکٹر چترال

مجبکہ دیرا نے سے انکار کیا اور بھاگ کر کوہستان دارل چلا گیا اور وہیں بقیہ عمر گذار کر پیوند خاک ہوئے محمد علی خان شجاعت اور ریاست دونوں میں کامل انسان تھا۔ اور اسکی جسمانی پہلوانی کے بیشمار کارنامے ہیں اہل چترال کو ان کی شجاعت و بہادری پر فخر ہے۔

(۴) اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں محمد علی خان کے اہل و عیال چترال واپس آئے۔ اور پرورش ہوتی رہی جب اس کا لڑکا محمد ایوب خان بڑا ہو کر پدری میراث کا طلبگار ہوا تو میراث مل گئی اور ساتھ ہی اس کی قوم میں صوبیداری کا عہدہ بھی اسکو مل گیا۔ اور اعلیحضرت کی حضوری میں مستقل طور پر ملازمت پر مامور رہا تاکہ اس کی پرورش ہوتی رہے ۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر پر چلا گیا۔ وہاں سے جب واپس آیا لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۵ء میں جب عوام کی رائے شماری سے کونسل عدلیہ کا انتخاب ہوا۔ تو اس نے کونسل کی ممبری پائی کیونکہ وہ عوام میں مقبول تھا۔ نامور باپ کا فرزند اور لائق شخص ہے

تیمور اتالیق کے خاندان میں غوبی اور محمد گل بھی صوبیدار تھے اور حضرت جی کونسل عدلیہ میں شامل ہو کر معتبر ہوئے۔ آجکل اس قوم کے افراد میں اعتبار اور عزت کے لوگ بہت کم ہیں۔ باقی یہ قوم کے مشاہیر تھے۔ جو بیان ہوئے۔

۷۱۔ قوم زوندرہ یہ بہت بڑا قوم ہے اور مجموعی طور پر معتبر بھی ہے۔ اس قوم کی آبادیاں مستوج سے گلگت تک قریب تورکہو سے لیکر دروش تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف بیانات ہیں۔ معتبر قول یہ ہے کہ سیرنگ اول سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جسکا بیٹا راجہ بیگ اور اس کا بیٹا الف بیگ اور اسکا بیٹا سیرنگ ثانی تھا۔

سیرنگ ثانی کے لڑکے اسماعیل بیگ اور سیاہ گوش اپنے نامعدی میں ممتاز اور ان کی اولاد بھی ممتاز ہے لہٰذا ان کی اولاد کا سلسلہ علیحدہ یہاں بیان ہوتا ہے کہتے ہیں کہ سیرنگ ثانی کے تین لڑکے اور بھی تھے۔ جن کے نام رحمت بیگ۔ الف بیگ ثانی اور سیر ملک ثانی تھے۔ مگر غیر معروف ہیں سلسلہ قائم نہیں۔

مگر عجیب یہ ہے کہ باوجود اس وضاحت کے سیاہ گوش کی اولاد اپنے نسب کے بارے میں سیرنگ ثانی سے بالکل انکار کرتی ہے اور انکا بیان ہے کہ سیاہ گوش کا باپ شاہ عبد القادر چرغی بدخشانی ہے اور اس ملک میں مسافر کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ اور اسکی بیوی حاملہ تھی۔ چونکہ وہ سیرنگ ثانی کا دوست تھا بیوی کو اس کے گھر چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا تھا ایک مدت کے بعد جب واپس آیا۔ سیرنگ نے اسے بتایا کہ تمہاری بیوی فوت ہو چکی ہے اور اسکی مصنوعی قبر بھی بتائی کہ یہاں دفن ہوئی ہے مسافر بحالت مایوسی واپس بدخشاں چلا گیا۔ اس عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام سیاہ گوش رکھا گیا۔ اس کے کان پر ایک سیاہ داغ تھا اسلئے وہ سیاہ گوش سے مشہور تھا۔ سیاہ گوش بڑا ہو کر بڑا ہنرمند اور نامور و شجاع ہوا۔

قوم بنگالہ کا وثوق سے بیان ہے کہ سیاہ گوش کی والدہ مرزا جلال بنگالہ کی ہمشیرہ تھی اور مرزا جلال جب

شاہ کٹور کی بدخواہی پر کمربستہ ہوا۔ زید جو دیکھ رہ اسکا بھانجا تھا۔ شاہ کٹور کے حکم سے مرزا جلال کو موت کے گھاٹ
اتار دیا۔ تب وہ شاہان کٹوریہ میں عزت یاب ہوا۔

۱۔ اسماعیل بیگ یہ سیرنگ ثانی کا بیٹا تھا۔ اور اس کے لڑکے شاہ زمان، محمد تراب اور مادین تھے۔ بڑے
نامور لوگ تھے۔ محمد تراب کا عہدہ اتالیق تھا۔ شاہ عالم اور خیر اللہ کے عہد نامور شخص تھا
مولانا محمد سیر نے اپنے شاہنامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے ؎ چواں پند گفتی محمد تراب ؛ کہ رنگ از مرارت شدے ہمچو آب
مگر خیر اللہ پر اسکی نصیحت کا اثر نہ ہوا اور وہ باشگل پر لشکر کشی کرکے انجام کار برباد ہوا۔

(۲) شاہ زمان کے لڑکے محمد اسعید، محمد زاہد تھے۔ اور محمد زاہد کا پوتا یادگار نامی معروف شخص تھا کہ جس کے
لڑکے رحمت زرین وغیرہ تھے۔ اور رحمت زرین کے لڑکے عصمت زرین و محمد سعید خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں
معتبر اشخاص تھے۔ عصمت زرین کونسل عدلیہ کا ممبر تھا اور محمد سعید خان اہلکار مستوج تھا۔ پھر صوبیداری بھی حاصل کی
اس نے قومی ہنگامہ آرائی کی پاداش میں قید کی سزا بھی پائی تھی اس کے بعد اس کا لڑکا فدا محمد خان قوم میں صوبیدار
ہوا۔ اور نئی تنظیم کے بعد سررشتہ تجارت میں انسپکٹر ہے تعلیم یافتہ اور محنتی نوجوان ہے اسکی تصویر شامل ہے

(۳) محمد تراب اتالیق کا لڑکا محمد کلاں اور اس کا لڑکا محمد ظریان بھی بڑے معزز اشخاص گذرے ہیں۔

(۴) مادین بن اسماعیل بیگ کے خاندان میں روشن رائے پھر اسکا لڑکا محمد نگین معتبر ہوئے محمد نگین
شہزادہ خوشوقت الملک کا پدر رضاعی تھا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری کا منصب رکھتا تھا۔ معزز شخص تھا۔
اسکے انتقال کے بعد صوبیداری اور چارویلی مستوج پر اسکا لڑکا صاحب نگین کامیاب ہوا۔ نظام جدید کے بعد
صاحب نگین کثرت رائے سے مشاورتی کونسل کا ممبر ہوا۔ جب دوبارہ نئے انتخابات ہوئے اسمیں بھی کامیاب
رہا۔ مسلم لیگ جماعت کے نمائندوں میں لیڈر اور عوام میں مقبول ہے۔ بورڈ کے وقت اسکا لڑکا جلال الدین
اپنے باپ کے منصب صوبیداری پر فائز ہوا۔ صاحب نگین کا اپنا بیان ہے کہ بیتر خیر اللہ کے عہد میں انکے اجداد
سے شاہ قاسم علی مستوج کا حاکم تھا۔ لہذا اس نسبت سے انکی اولاد قاسمہ زوندرہ سے مشہور ہے۔

صاحب نگین کا بیان ہے کہ مرنگہ زوندرہ سے تین سو آبادی کوہستان باشقر میں کچی کوز قوم کے نام سے
پانچسو کی آبادی تانگیر میں زوندو قوم کے نام سے آباد ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ سر محمد ناصر الملک مرحوم کا
تاریخی بیان جو تاریخ چترال میں مذکور ہے یہ قوم زوندی کی اولاد ہے بالکل درست ہے زوندا اور زوندشو ملک
کے لڑکے تھے۔ زوندی کی رہائش گلگت میں تھی اور زوند علاقہ مستوج میں رہائش رکھتا تھا۔

۲۔ سیاہ گوش یہ بڑا نامور شخص تھا۔ تاریخ گویا ہے کہ وہ سیرنگ ثانی کا لڑکا ہے اور اسکی اولاد کا
دعویٰ ہے کہ وہ شاہ عبدالقادر جو کہ امیرزادہ بدخشاں کا بیٹا تھا الغرض سیاہ گوش نے شاہ
کٹور اول اور شاہ خوشوقت کے عہد میں بڑے کام کئے ہیں۔ سیاہ گوش کے چھ لڑکے تاسم۔ صالح۔ سلطان شاہ۔ چاوغ۔
حکیم بیگ اور رحیم بیگ تھے۔ انہیں سے ہر ایک صاحب عزت، اہل اعتبار اور شہرت مند تھا۔ شاہ کٹور اول

اور شاہ خوشوقت کی سلطنت کے قیام و دوام میں سیاہ گوش اور اسکے لڑکوں کی خدمات اور کارناموں کا بڑا دخل رہا ہے۔ انہیں دوام سلطنت کہنا بجا ہے۔ تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ شاہ کٹور اول کے آغاز جلوس میں رئیس خاندان کے اکابرین سے ایک شخص مرزا نہال نے زیبک کی طرف سے ایک بڑا لشکر آراستہ کر کے شاہ کٹور کے مقابلہ کو آیا۔ اور شاہ کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دیں۔ چترال اور مستوج کے درمیان آمد و رفت مسدود ہو گئی اور امن و امان کی ہوا اکھڑ گئی تھی۔ سیاہ گوش ایک جنگ آزما جماعت ساتھ لیکر لاسپور سے گولین کوہ اور وہاں سے چترال میں مرزا نہال کے سر پر جا پہنچا اور خاص چترال کے سامنے جغور کے مقام پر اس کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ اور شدید جنگ کے بعد مرزا نہال کو موت کے گھاٹ اتار کر دم لیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر شاہ کٹور کی خدمت میں پیش کیا۔ کیونکہ وہ شاہ کٹور کا بڑا بدخواہ تھا۔ پھر مرزا جلال کو جو شاہ کٹور کا بدخواہ تھا موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باوجودیکہ سیاہ گوش مرزا جلال کا بھانجا تھا۔ ان خدمتگزاریوں اور جان نثاریوں کا نتیجہ تھا کہ کٹور اور خوشوقتیہ حکمرانوں میں اسکی اولاد عزت پاتی رہی۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ گوش کی اولاد اور ان کے مشاہیر کے حالات سلسلہ وار درج کر دیئے جائیں۔

۱۔ قاسم۔ یہ سیاہ گوش کا پہلا فرزند ہے اور اس کے تین لڑکے محمد امین۔ مرزا حیات اور عظیم خان تھے۔ محمد امین کی شہرت شاہنامہ منیر میں تعریف کے ساتھ لکھی گئی ہے وہ مہتر خیر اللہ کے عہد میں جنگ دروتی لشٹ واقع بروز میں مارا گیا تھا۔ اور خیر اللہ اس کے قتل پر نہایت نادم رہا تھا۔ مرزا حیات کے لڑکے نور حیات اور نعمت خان تھے۔ نور حیات کے لڑکے مظفر حیات۔ گوہر حیات۔ امیر حیات۔ تباہ حیات اور جنگ ناموس تھے جو سب کے سب اعزاز یافتہ ہو گذرے ہیں۔ اور نعمت خان اول کا لڑکا سلطان شاہ۔ نور حیات بڑا شجاع اور اہل تدبیر سے تھا۔ مہتر پہلوان کا رضاعی باپ تھا۔ جب مہتر پہلوان کی حکومت پر زوال آیا تو نور حیات کا خاندان بھی طوفان زوال کے تھپیڑوں کا شکار رہا۔

اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں مظفر حیات اکابرین ریاست میں شمار ہوا۔ اپنے خاندان کا معزز تھا۔ اور امیر حیات و جنگ ناموس کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوتے۔ پھر امیر حیات کا لڑکا اکبر حیات معتبر ہوا۔ کیونکہ اس نے شاہزادوں کے تعلیمی ایام میں ان کے ساتھ رہ کر ان کی بڑی خدمت کی تھی۔ پھر کونسل کا ممبر ہوا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔

جنگ ناموس متواتر کونسل کی ممبری پر فائز رہا۔ اور اتالیق مستوج کا عہدہ بھی پایا۔ اور ہز ہائینس ناصر الملک مرحوم کے عہد میں بڑا اعتبار پایا۔ اور اسکو شہزادی نے جو موجودہ ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی والدہ ہیں دودھ پلایا۔ اور تربیت کی۔ اس لئے وہ بڑا معزز ہوا۔

(۲) سلطان ابن نعمت خان اول کے لڑکے نعمت خان ثانی کو سنوغر کا چارویلو پھر مستوج کا اتالیق اور اسکے لڑکے میر صمات خان کو باڈی گارڈ میں صوبیداری کا عہدہ ملا۔ یہ سب اعزازات اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں حاصل ہوئے

اور اسکے بھائی بجانی نے بھی بڑا اعتبار پایا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے مواجہہ میں عزت سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۳) عظیم خان بن قاسم کے پوتوں سے حیدر احمد خان بن خان آمان عہد موجودہ کے معززین میں شامل ہیں۔ حیدر احمد خان اعلیحضرت کے عہد میں ملازم حضوری تھا۔ پھر بمبئی چلا گیا۔ اور سر آغا خان سے ڈائرکٹر کا خطاب پایا اور وطن واپس چلا آیا۔ اور یہاں تنظیم جماعت اسماعیلیہ کا کام انجام دیا۔ اور خاص چترال میں اسماعیلیہ جماعت خانہ قائم کیا۔ ۱۹۵۵ء میں کونسل عدلیہ کے انتخابات میں علاقہ مستوج کا نمائندہ منتخب ہو کر کونسل میں شامل ہوا ۱۹۵۷ء میں محکمہ تجارت میں وزیر تجارت کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں وہاں سے تبدیل ہو کر تحصیلدار ہوا۔ اس کا دوسرا بھائی سرور امان موجودہ ہز ہائینس کا سیکرٹری پھر دفتر مالیہ کا کلرک رہ کر ملازمت سے سبکدوش ہوا۔

۲۔ صالح۔ سیاہ گوش کا دوسرا فرزند تھا اس کا لڑکا نجوم خان اور نجوم خان کا لڑکا محمد ضمیر اور اس کا لڑکا سلام اپنے اپنے اوقات حیات میں معتبر و نامور گذرے ہیں۔ مولانا محمد سیر نے شاہنامہ میں محمد ضمیر کا تذکرہ کیا ہے۔ سلام بڑا ہوشیار۔ مدبر اور صاحب شمشیر مرد تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس خاندان کے لبیتی باقیات میں محمد ضمیر کا بیٹا اشرف ضمیر اور سلام کا بیٹا خان اہل اعتبار رہے تھے

۳ سلطان شاہ بن سیاہ گوش کے بیٹے سلطان علی و افراسیاب اور سلطان علی کا لڑکا شیر گوڈی اور شیر گوڈی کے لڑکے اتالیق سلطان شاہ۔ زرتاج۔ گوہر تاج اور زرتاج کے لڑکے تاج عالم اور زبردست خان انیس سے ہر ایک عزتمند۔ معتبر اور اہل مراتب گذرے ہیں۔

افراسیاب کا لڑکا کمال اور اسکا بیٹا محمد علیم نامور گذرے ہیں محمد علیم شاہ آمان امنک کا خالہ زاد بھائی تھا۔ محمد علیم کے لڑکے امید حلیم اور خدا علیم اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑی عزت کے مالک ہوئے۔ امید علیم نے چترال خاص میں زمین پائی۔ اور خدا علیم نے قوم میں صوبیداری کا منصب حاصل کیا۔ لیکن شورش مستوج میں امید علیم اپنی سازش سے باز نہ رہا۔ اور اپنا مقام کھو بیٹھا۔ پھر کامیاب نہ ہوا۔ اور خدا علیم اپنا اعزاز و مقام برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا۔ اور بدستور اپنے عہدہ پر بحال رہا۔ امید علیم کا لڑکا علی نور خان بھی معتبر تھا۔

سلطان شاہ کے خاندان سے محمد گلاب ابن سق لال اور شادانی ابن گل بہ تاج اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل اعزاز ہوئے اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شمولیت پائی۔

۴۔ چیا لوغ بن سیاہ گوش بھی معتبر تھا۔ اس کے خاندان سے محمد کریم و محمد رحیم بڑے نامور لوگ تھے مولانا محمد سیر کے شاہنامہ میں محمد کریم کا ذکر آیا ہے کہتے ہیں ؎

محمد کریم و محبت بہم رسید ند چون اژدہا تیز دم

جنگ بونی میں جو محترم شاہ ثانی اور بادشاہ بن شاہ عالم کے مابین واقع ہوئی تھی محمد کریم اور محبت کا آپس میں مقابلہ کرنے کا ذکر ہے محبت باشندہ شالی تھا۔

۵۔ حکیم بیگ بن سیاہ گوش مہتر شاہ افضل اول کے عہد میں چپاڑ نسرے ورہ بیج پر حاکم تھا۔ اور علاقہ

اس عہد میں کفار کا مسکن تھا ایک موقع پر اس وجہ سے کفار نے مالیہ کی وصولی کے سلسلہ میں حکیم بیگ کے ایک سردار کو جس کا نام محب بیگ تھا قتل کر دیا۔ تو حکیم بیگ بذات خود ایک مختصر جماعت کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوا۔ اور خود کفار کے بالمقابل لڑ کر شہید ہوا۔ اور وہیں ہی دفن ہوئی۔ یہ ۱۷۲۰ء کا واقعہ ہے۔

حکیم بیگ کا لڑکا مرزا الف بیگ اور اسکا لڑکا عبادت خان اور اسکا بیٹا بپ لال مشہور اشخاص گذرے ہیں۔ بپ لال شہزادہ امیر الملک بن شاہ امان الملک کا رضاعی باپ تھا۔

عبادت خان کا پوتا کامران خان بن روزی اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز اشخاص میں سے تھے۔ وہ ممبر کلشٹ گوم کی چار ویلی کا منصبدار تھا۔ پھر علاقہ ایون میں حاکم ہوا۔ عدلیہ کونسل کے ممبروں میں بھی شامل تھا معزز رہا۔ کیونکہ کامران خان کے دادا عبادت خان کی والدہ مہتر شاہ کٹور ثانی کی ہمشیرہ تھی۔ کامران خان کے لڑکے عبداللہ خان و فیض اللہ خان اپنے خاندان کے معتبروں سے ہیں۔ اور بڑے جائیداد کے مالک ہیں۔ کامران خان کے دو اور بھائی اژدر خان و سوداگر خان بھی معتبر لوگ تھے۔

حکیم بیگ کا دوسرا لڑکا افوم بیگ تھا۔ اور اس کا بیٹا مردان نذیر اور اسکا لڑکا علم حاضر۔ عہد اعلیحضرت مرحوم میں علم حاضر اہل اعتبار میں سے تھا۔ یہ بھی معزز تھا۔ اسکا لڑکا محمد نذیر اپنے خاندان میں معتبر اور اہل علم و قلم ہے۔ اور مدتوں سے ریاستی ملازمتوں میں مصروف رہ کر اعتبار حاصل کر رہا ہے۔

۹۔ رحیم بیگ بن بیاہ گوشش ایک نامور شخص تھا اس کا لڑکا عبدالعزیز اور اسکا لڑکا عادل بیگ بھی دونوں بڑے نامور تھے۔ عبدالعزیز کی تزویج میں شاہ کٹور ثانی کی ہمشیرہ تھی۔ مگر اس کی ساری عمر مہتر خیر اللہ کی حضوری اور خیر خواہی میں گذر کر ختم ہوئی۔ عبدالعزیز اہل تدبیر اور اہل الرائے تھا۔ جب مہتر خیر اللہ نے ناسازگار موسم میں باشگل پر لشکر کشی کی۔ تو اس نے سختی سے منع کیا تھا۔ مگر خیر اللہ نہ مانا پھر وہی ہوا جو ہونا تھا۔ مولانا شیر شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

بد و گفت بشنو ز عبدالعزیز شہ بیگنہ خون مردم مریز

رحیم بیگ کی اولاد میں کہوان بیگ معتبر شخص تھا۔ مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں مہتر محترم شاہ ثالث کے خلاف ایون کی جنگ میں وہ بڑی پامردی سے مقابلہ کرنے میں کامیاب رہا تھا۔ اور نام پایا تھا۔ اس کا بیٹا تیال اور اس کا بیٹا میر اعظم جو ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے حضوری ملازموں میں معتبر تھا۔ پھر مسلم لیگ کے ساتھ رابطہ قائم کر کے سربراہوں میں شامل رہا۔

حکیم بیگ و رحیم بیگ کی اولاد کا مسکن خاص موضع ایون ہے ان کی والدہ خاص چترال کی تھی۔ بیاہ گوشش نے ان کی پرورش کی چنداں پرواہ نہ کی تو محمد صفا بن قزل بیگ نے ان کی ابتدائی تربیت کا بیڑا اٹھایا اور ایون میں انہیں اراضی دے دی۔ حسن اتفاق سے یہ سب کے سب لائق اور ہنرمند نکلے اور بڑا رسوخ حاصل کیا۔

۴۔ قبیلہ زوندرے: زوندرے قوم کی تیسری شاخ ہے جو شاہ ملک ثانی بن میر رنگ سے متصل ہے۔ رئیس کے زوندرے اپنے آپ کو اسی کی اولاد ثابت کرتے ہیں جنہیں مرزا گل جو بزرگ رئیس اس شاخ

کے معتبروں سے تھا اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار کا عہدہ رکھتا تھا۔ اور لائق اعتبار شخص تھا۔ اس کا خاندانی شجرہ یہ تھا۔ شو ملک اوّل اس کا لڑکا محمد سیر نگ ثانی اور اس کے لڑکے شیر ملک شاہ عسکری۔ شاہ روح۔ شیر ملک کا لڑکا نسیم خان اور اس کے لڑکے تمرید دتامی موشش ہر ایک انہیں معتبر شخص تھا۔ علاقہ دروش میں سکونت رکھتے تھے۔

شاہ عسکری کے لڑکے میر گل و فریدون دروش میں سکونت رکھتے تھے۔ میر گل کا لڑکا سنگل خان اور اس کا لڑکا گل عزت خان اور اسکا لڑکا گل فرزند خان اور اسکا لڑکا گل نایاب خان۔ گل نایاب خان ہزہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا۔ تجارتی کاروبار کا محرم تھا۔ ملازمت جاری رکھتے ہوئے سرمایہ دار ہوا اور ذاتی تمول و ثروت سے عوام میں مقبولیت حاصل کی۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں جب مشاورتی کونسل کے انتخابات ہوئے تو وہ اسمیں پیش پیش تھا اور عوام کا ایک طبقہ اپنے ساتھ شکار رکھا تھا۔ عوام میں اسے رسوخ حاصل تھا۔ مگر آخری انتخابات میں ناکام رہا۔ اس کی ہمت پھر بھی بلند تھی۔ قومی ایثار اور مہمان نوازی کا طریقہ جاری رکھ کر اپنے اثر و رسوخ کو قائم رکھا۔

فریدون کا لڑکا نورولہ خان اور اس کا لڑکا مرزا گل جمعدار ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ لائق شخص تھا۔

(۲) اس قدیم زوندرے سے ایک خاندان چترال میں آباد ہے۔ جسمیں بڈوق چارویلو شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے چترال کے عہدہ چارویلی سے معتبر تھا۔ اس کا لڑکا خان اور اس کا لڑکا گل فطرت شاہ مسلسل اس عہدہ پر قائم رہے۔ اور انھوں نے ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک سے تعلق رضاعت رکھا۔ ان کی تخت نشینی کے بعد گل فطرت شاہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ مزید اعتبار دیا پایا۔ اسکا چچازاد بھائی فضل ربانی ہز ہائی نس مرحوم کی ترغیب پر تعلیم پاکر جب وطن واپس آیا تو سرکاری انٹلی جنس کی ملازمت پائی۔ اس کے بعد اور سرکاری دفتری ملازمتوں پر بھی فائز رہ کر معتبر ہوا۔ سرمایہ داروں میں شمار ہوتا ہے۔ اور عوام میں مقبول ہے کفایت شعار ہے۔

(۳) استقال نایاب شخوداور مرزا معزلہ خان چترال بھی اسی قوم سے متعلق ہیں۔ جنکے کوائف زندگی کا تذکرہ علیحدہ درج ہے۔ مہربان حاکم لاسپوری بھی اسی سلسلہ سے متعلق ہے۔ جو معروف شخص گذرا ہے اسکا لڑکا خنجر خان بھی حاکم تھا۔ پھر عہد اعلیحضرت مرحوم میں باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر اس کا لڑکا جانان صوبیدار ہوا۔ انکا خاندان بھی معزز رہا ہے۔ شاہزادہ غلام محی الدین خان نے اسی خاندان میں پرورش اور تربیت پائی ہے۔ گل نایاب خان کی تصویر شامل ہے جس کی پشت پر قومی یادگار ہے۔

۶۲- قوم بیگالہ

یہ قوم عہد رئیسیہ کی معزز قوم ہے اور مرزا بیگال بن شاہون بن محمود بیگ بن نقیم کیجانب منسوب ہے۔ نقیم کا باپ علیشگاس کا فری اولاد سے تھا۔ اور وہ بڑا طاقتور اور چند قلعوں کا مالک تھا۔

مرزا بیگال کا لڑکا مرزا جلال اور اسکا لڑکا مرزا سلیم نامور لوگ تھے۔ انکی سکونت خاص دنین میں تھی الغرض

لفٹننٹ سردار امان شاہ سابق ممبر کونسل عدلیہ چترال

مجاہدین چترال کوہ عالم پیر کو عبور کر رہے ہیں
۱۰۰۰ فٹ بلندی ہے

زمانہ کی گردشوں سے وہ زمین قزل بیگ کی اولاد کی تحویل میں رہی پھر کٹورے خاندان کی اولاد اس پر قابض رہی شاہ کٹور اول کے آغاز حکومت میں مرزا جلال نے رئیسہ حکمرانوں کی خیر خواہی کی خاطر شاہ کٹور کی بدخواہی پر کمر ہمت باندھی۔ کہتے ہیں کہ مرزا نہال تریست کی طرف سے ایک بڑا لشکر تیار کرکے شاہ کٹور کے مقابلہ کو آیا۔ اور خاص چترال کے سامنے جنوور مقام میں جنگ شروع ہوئی۔ سیاہ گوش جو خدرہ گولین کوہ کے راستے سے ایک جماعت لیکر وہاں آیا۔ اور مقابلہ ہوا۔ سیاہ گوش نے مرزا نہال اور انکے بھائی مرزا جلال کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور مرزا نہال کا سر کاٹ کر شاہ کٹور کی خدمت میں پیش کیا۔ باوجودیکہ سیاہ گوش مرزا جلال کا بھانجا تھا۔

مرزا جلال کی اولاد سے شکور خانی دراغ میں۔ چند گھر ریشن میں اور چند اشخاص تورکھو میں آباد ہیں۔ اور چند گھر ورشگوم علاقہ گلگت میں آباد ہیں۔ جنمیں درد مند شاہ اتالیق مشہور شخص گذرا ہے اور اس کی بہن مہتر پہلوان کی تزویج میں تھی۔

شکور خانی کا لڑکا عبدالعزیز خان پاکستانی باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔ اس کے لڑکے گل سمیر خان نے تعلیم پائی اور انٹرنس پاس کرنے کے بعد جے اے وی کا کورس کرکے ماسٹر ہوا۔ اسکی تصویر قومی یادگار کے طور پہ دی جارہی ہے۔ بڑا غیور نوجوان ہے۔

ریشن کے بیگال سے شطلب خان اور اس کا لڑکا میر طالب خان مرحوم اعلیحضرت کے عہد میں معتبر تھے۔ اور میر طلب خان کا لڑکا میر عزیز خان اپنی قوم میں اب بھی معتبر ہے۔

عبدالعزیز خان جمعدار دراغ کے دوسرے بھائی لیساول ہز ہائی نس مہتر ناصر الملک مرحوم کی خدمت میں لیساولی میں معتبر شخص تھا۔ اس کا لڑکا عبدالغفار خان انٹرنس تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جے اے وی کا کورس پاس کرکے بونی سکول میں ماسٹر ہے۔

۶۳۔ قوم دانشمند

لفظ دراصل دانشمندہ کا مخفف ہے۔ اہل چترال کے عامیانہ محاورہ میں دانشمند کا لقب رواج پاگیا۔ ملا کو یہاں کے لوگ دَشمن بولتے ہیں۔ دانشمند یعنی عالم ہے۔ اس قوم کا جد اعلیٰ چونکہ صاحب علم اور ملائے روم سے منسوب تھا۔ اسکی اولاد دانشمند مشہور ہوئے۔

یہاں کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہی ملائے روم مولانا جلال الدین رومیؒ مصنف مثنوی ہیں یہ انکا عامیانہ من گھڑت افسانہ اور تاریخ سے ناواقفیت ہے صرف نام کی لفظی مناسبت کی وجہ سے ملائے روم کو مولینا جلال الدین رومی خیال کرتے ہیں مگر یہ انکی کھلی غلطی ہے مولانا قدس سرہٗ کا مزار قونیہ روم میں بوسہ گاہ خلائق ہے۔

تحقیقات سے معلوم ہوا یعنی جو سر ناصر الملک مرحوم نے انکشاف کیا تھا کہ اس ملائے روم کا ایک بیٹا قاضی قمر الدین اور اس کا بیٹا قاضی شمس الدین ہے انکے خاندان میں قضا کا منصب تھا۔ اور انکی اولاد سرمایہ داران علم

وفضل سے خفی۔ رفتہ رفتہ عام مروجہ ملکی جہالت نے انکی باقیماندہ اولاد کو زیور علم سے بے بہرہ اور محروم کر ڈالا۔

۱۔ مشائخ علماء دور عہد موجودہ کے مشاہیر میں فضائل مآب اخوندزادہ محمد عاقل ایوبی اور عرفان مآب صوفی مرزا محمد سنگور اس قوم کے روشن چراغ اور علم و عرفان کی مائیہ ناز ہستیاں تھیں۔ انکا ذکر آگے چل کر علماء و مشائخ میں بیان کیا جائے گا۔

۲۔ مشاہیر عہد قدیم۔ اس قوم کے مشاہیر پرانے وسالار مرد چراغ باشی وفرہاد اپنی شہرت اور ناموری کے مالک تھے۔ جو عہد رئیسیہ سے دور کٹوریہ تک اپنی جنگی خدمات سے لائق تذکرہ ہیں۔ پرواز وہ شخص ہے جس نے شاہ کٹور اول کے خلاف بغاوت پر کمر ہمت باندھی تھی۔ شاہ کٹور کے حکم سے قتل ہوا۔ اور اسکی جائیداد واقع گوشیون کشم ضبط ہو کر کٹوریہ خاندان کے قبضہ میں آگئی۔

فرہاد اگرچہ رئیسیہ خاندان کے معززین سے تھا مگر شاہ کٹور کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوشہ قوم سردار لاچین بیگ کو جو رئیسیہ کا خیر خواہ تھا۔ ٹھکانے لگایا۔ اور اپنی وفاداری کو شاہ کٹور کے ساتھ وابستہ کیا جسکی وجہ سے اس کی اولاد عہد کٹوریہ میں عزت یاب ہوئی۔

(۳) شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں فرہاد کے خاندان سے یعقوب شاہ اور منصور شاہ اور دوسرے خاندانوں سے یرزنگل وسایاب قشت معتبر اشخاص تھے۔

(۴) اعلیٰحضرت ہز شجاع الملک مرحوم کے عہد میں ہمت شاہ و جی پسران یعقوب شاہ۔ نصراب اور اسکا لڑکا شاہ نواب اور تبرو غلام و بختاور شاہ وغیرہ معتبر ہوئے۔ تبرو نے صوبیداری بھی پائی۔ کیونکہ اعلیٰحضرت مرحوم مرحوم کے عادس کے عہد سے بڑی محنت و جانفشانی سے علی الدوام ملازم دربار تھا۔

اس قوم میں قومی صوبیداری کا منصب سب سے اول جی بن یعقوب شاہ کو تفویض ہوئی تھی۔ اسکے بعد اس کا لڑکا سردار امان شاہ صوبیدار ہوا۔ اور منصور شاہ کی اولاد سے علی مردشاہ اور نصراب کی اولاد سے امیر نے جمعداری پائی۔ ۱۹۴۸ء میں جنگ آزادی کشمیر میں یہ سب منصب دار جہاد میں شریک تھے۔ سردار امان شاہ نے اپنی قومی بہادری کے ثبوت میں ہزہائی نس سے لفٹنٹ کا منصب حاصل کیا اور کرنل شاہزادہ محمد مطاع الملک فاتح اسکردو سے سند خوشنودی پائی۔ جس میں شہزادہ صاحب نے اسکی خدمات کا اعتراف کیا۔ سند کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

(دو مہر خدا)

ہم نے تمام لفٹنٹ اور صوبیداروں سے حملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا کوئی بھی حملے کے لئے تیار نہیں ہوا مگر لفٹنٹ سردار امان شاہ اپنی ہمت اور دلیری سے کھارپوچو کی بڑی چھاؤنی پر حملے کیلئے تیار ہوگیا۔ اور مقررہ وقت پر چلا گیا۔ لیکن توپ کے غلط فائر کی وجہ سے اس کے حملے کو بند کرا دیا گیا۔

دوسری دفعہ لفٹنٹ سردار امان شاہ نے کھارپوچو میں سکول پر حملہ کر دیا جس میں دشمنوں نے پڑاؤ

ظفر احمد خاں ظفر

ڈی سی۔۔۔ترج

ڈال رکھا تھا۔ اور دشمنوں کو وہاں گھیر لیا۔
تیسری بار راجہ قلعہ پہ حملہ کر دیا جہاں دشمنوں نے حملے کی تاب نہ لا کر شکست مان لی۔ مگر دشمنوں کے ایک سو چالیس سپاہی شکست سے انکار کر کے بھاگ گئے۔ سردار امان شاہ نے انکا تعاقب کر کے کریانو کی پہاڑی پہ جو کہ پچیس میل دور تھی اُن پہ حملہ کر دیا۔ اور انمیں سے چھیاسٹھ سپاہیوں کو قتل کر کے بچانوے سپاہیوں کو معہ اسلحہ زندہ گرفتار کر کے لائے لہذا یہ سند لکھ کر دی جاتی ہے کہ آئندہ کام آئیگی۔ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۴۸ء
محمد مطابع امالک کمانڈر آزاد فوج اسکردو نومبرہ۔
سردار امان شاہ ۱۹۶۰ء میں کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوا اور دو سال تک ممبر رہا۔
(۵) قاضی قمر الدین کے خاندان سے اقبال خان اور اسکے چچیرے بھائی جو یہاں بیان ہونگے تعلق رکھتے ہیں جو اٹھ واسطوں سے قاضی شمس الدین بن قاضی قمر الدین سے اتصال پاتے ہیں۔
اقبال خان تجارت پیشہ تھا۔ حج بھی کیا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے نواسوں کو جو پیرزادہ جمال الدین صاحب بغدادی شریف کے فرزند ہیں رضاعت کے لیئے حاصل کیا اور ان کے رضاعی فرائض کو انجام دیا اعلیحضرت مرحوم نے اس خدمت کے عوض اقبال خان اور اس کے چچیرے بھائیوں کو چترال میں کافی زمین دی اور انکا اعتبار قائم کیا۔
۱۹۴۷ء میں جب مسلم لیگ پارٹی کا قیام ہوا۔ ظفر احمد خان بن حاجی اقبال خان مسلم لیگ کے سربراہوں میں شامل ہوا اور عوام کی آزادی کی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا۔ اور اپنی سوجھ بوجھ سے سیاست میں کامیاب ہو کر مسلم لیگ میں جنرل سیکرٹری کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۰ء میں مشاورتی کونسل کے انتخابات میں کثرت رائے سے کامیاب ہوا اور اسمبلی کا ممبر چنا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پہ فائز ہوا۔ ترجمان افغان پشاور کے ایڈیٹر نے اپنے تاثرات چترال میں اُن کو ظفر احمد خان ظفر کا خطاب دیا کہ آپ نے مسلم لیگ کے ذریعے چترال میں انقلاب بپا کیا۔ واقعی انہوں نے اپنے انقلابی تخیل سے عوام میں ایک شعور پیدا کیا اور اُن کو خواب غفلت سے چونکانے کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔ بڑے نیک اخلاق کے مالک اور لائق افسر ہیں۔
اس خاندان کے افراد سے صاحب نبی خان نجم الدین خان اور دورانی خان بھی چترال کے معتبر اشخاص گنے جاتے ہیں۔ صاحب نبی نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں متعدد وفاتر میں خدمات انجام دیں۔ اور بڑا رسوخ پیدا کیا اور اپنی نوکری کے فرائض ملازمت میں نیک نام رہا تھا۔ اسکا لڑکا اب بھی مدتوں سے دفتری ملازمت پہ مامور ہے۔ نجم الدین خان ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بازار چترال اور تجارت کا منتظم تھا۔ اور ان کے معتمد اہلکاروں میں منسوب تھا۔ ریاست کے انقلاب سے بالکل کنارہ کش رہا۔ حق یہ ہے سیاسی پارٹیوں سے بے تعلق رہ کر حقوق نعمت کا پاسدار رہا۔ دورانی خان شاہی باغ کا منتظم اور لائق شخص تھا۔ اس کا نواسہ

نادر خان مدتوں سے اپنی ذاتی کوشش سے کراچی میں تجارتی کمپنی کا حصہ دار ہے اور معقول آمدنی سے نمایاں حیثیت کا مالک ہے۔

۶- دانشمند نشکو سے ایک خاندان اہل علم کا بھی ہے جسمیں خواجہ محمد سلطان عوام کے انتخاب رائے سے دو سال تک کونسل عدلیہ میں ممبر رہا تھا۔ اور اسکا دوسرا بھائی خواجہ محمد عزیز قضائے نشکو پر مامور ہے اور تیسرا بھائی زرین خواجہ مدتوں سے دفتری ملازمت میں معتبر تھا۔

(۷) اس شاخ سے صوبیدار فضل محمد خان نے ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بڑا رسوخ پیدا کیا اور علاقہ کوہ میں صوبیداری پائی۔ کوغزی میں سکونت رکھتا تھا اور رام صوبیدار سے مشہور تھا۔ اس کے لڑکے تعلیمیافتہ ہیں اور اس کا بھائی عبدالمنان کوغزی سکول میں ماسٹر اور بڑا لائق شخص ہے شاہزادوں کا بھی استاد رہا ہے۔

(۸) مرزا احمد بیگ سکنہ نشکوہ بھی اس قوم سے نسبت رکھتے ہیں کہ جسکا جدا ولین مراد بیگ شاہ کٹور ثانی کے عہد اپنی خدمات اور جلاوطنی کے صلہ میں نشکوہ میں زمین پائی اور یہیں اس کی اولاد آباد ہوئی مراد بیگ کے نام سے یہ قوم مرادبیگے سے مشہور ہے۔ مرادبیگ کی اولاد سے جناب نامی ایک شخص کا نام تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے کونسل عدلیہ کا میرمنشی تھا پھر دفتر مال میں تقرری پائی۔ پھر مستوج میں تحصیلدار ہوا۔ اپنی خدمات کی وجہ سے معتبر شخص ہیں۔

(۹) صوبیدار جمیع اللہ خان سابق حاکم اندرو بھی دانشمند نشکوہ کا صوبیدار تھا۔ علاقہ دروش میں سکونت رکھتا تھا اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں علاقہ اندرو کا حاکم ہوا۔ صوبیداری کا منصب بھی رکھتا تھا۔ بڑا لائق شخص تھا۔ دمیلشار میں نامعلوم مقتول ہوا اسکی اولاد سویر میں سکونت رکھتی ہے۔

۴۶- قوم خواجہ خیلان

اس قوم کے افراد تھوڑے ہیں اور انکا مسکن وادئ تریچ علاقہ موڑکہو ہے اور اپنے نسب کو حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب کرتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ انکے جد اولین کہاں سے اور کب اس ملک میں آئے تھے۔ اس قوم کے مشاہیر رجال میں مغل خان تھا کہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں شمشیر زنی و بہادری میں اپنی نظیر آپ تھا مغل خان شاہ کٹور کی شہزادی کا رضاعی باپ تھا۔ اور وہ سخاوت شاہ بن مہتر سلیمان شاہ خوشوقتیہ کی بیگم تھی۔ جب شہزادہ سخاوت شاہ اور شاہ افضل بن شاہ کٹور کے درمیان گشٹ واقع لاسپور میں جنگ واقع ہوئی تو مغل خان سخاوت شاہ کے مقابلہ میں مقتول ہوا۔ اور شاہزادہ سخاوت شاہ بھی اسکی تلوار سے جانبر نہ ہوسکا اور چل بسا۔

مغل خان کا لڑکا شیرین خان اور پوتا گل عجب خان بھی اعتبار والے اشخاص میں سے تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب اس قوم سے ایک کمپنی باڈی بنائی گئی۔ تو اسکی صوبیداری پر مبارک شاہ بن برکت شاہ

میر حضرت الدین خان خواجہ خیل چترال
برادر اصغر میر غیاث الدین سابق وزیر تجارت چترال

ہے کہ انکو اور ان کے لڑکوں کو تاریخ چترال سے دلچسپی نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۶۵۔ قوم مقصوتہ آدیہ

یہ قوم آدیہ بھی رئیسہ حکمرانوں کے عہد حکومت میں اہل اعتبار اور بڑی قوت کی مالک تھی۔ اور بہت اراضی اور املاک رکھتی تھی۔ خوشحال بگیہ قوم کی تحویل میں جو زمینیں چراگاہ۔ باغ و لبساتیں تھیں وہ سب اس قوم کی تھی۔ کٹورہ خاندان کے مورث اعلیٰ محمد بیگ کی والدہ اس قوم سے تھی۔ مگر جب خوشحال بگیہ قوم قوم کا عروج ہوا تو اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کی عزت و اعتبار بھی تنزل پذیر ہوگیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس قوم کی یادگار جمعدار فخر نایاب تھا جو شاہی دربار میں اعتبار رکھتا تھا۔ پھر اس کا لڑکا شیر نایاب جمعداری پر فائز ہوا۔

۶۶۔ قوم ماجبہ

اس قوم کا مورث اعلیٰ ماتج اتا۔ پھر اس کی نسبت سے یہ قوم ماجبہ یا ماڈہ سے مشہور ہوئی۔ انکا مسکن خاص وادی تریچ علاقہ موڑلکھو ہے۔ رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں یہ قوم بڑی قوت کی مالک تھی۔ اور بڑی جائیداد رکھتی تھی۔ علاقہ تریچ کی مشہور چراگاہ بھی اس قوم کی ملکیت تھی۔ کٹورہ خاندان شاہی کے مورث اعلیٰ محمد بیگ کی منکوحہ اسی قوم سے تھی۔ جن کے جہیز میں موضع زانی کی جائیداد شاہ کٹور و شاہ خوشوقت کی والدہ کو ملی تھی۔ اور آج تک یہ جائیداد کٹوریہ خاندان کے افراد کے قبضہ میں رہی ہے۔ مگر مال و دولت کی طرح اعتبار و عزت بھی ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے چنانچہ زمانہ کی گردش کے ساتھ یہ قوم بھی زوال قوت و عزت سے ہمکنار ہوئی۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں اس قوم سے مضمون شاہ و کمال شاہ اہل اعتبار سے تھے۔ اور شاہی دربار میں روشناس تھے۔ اس قوم کی دوسری شاخ برق باکشہ کے نام سے موسوم ہے یہ ریاستی باڈی گارڈ میں ماجبہ قوم کے نام سے شامل تھی۔ انہیں میں سے شاہ آمان الملک مرحوم کے عہد میں سمرون کا نام اس لئے بلند ہے کہ جنگ اسمار میں نمایاں بہادری دکھائی تھی۔ اور خان اسمار کے خالہ زاد بھائی آغا جان خان کو اس جنگ میں شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

عہد موجودہ کے وزیر تعلیم ریاست مسٹر شاہ شاہ بی اے۔ بی۔ ٹی۔ قوم ماجبہ کے مایہ ناز فرزند ہیں جنھوں نے پشاور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے چترال واپس آکر وزارت تعلیمات کا محکمہ سنبھالا۔ اور اپنی قوم کو قرنوں کے بعد حیات تازہ سے ہمکنار کردیا۔ وزیر موصوف کے والد محمد رضا جنگ برکوٹ میں دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے کام آیا تھا۔ وہ بھی بہادر شخص تھا۔ وزیر موصوف اپنے فرائض منصبی کو پوری دیانت سے انجام دے رہے ہیں اور بڑے لائق و خلیق افسر ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کو اس سال سرکار پاکستان کیجانب سے تمغہ خدمت کا میڈل عطا کیا گیا ہے سیکرٹری تعلیم و انسپکٹر آف سکولز چترال ہیں۔

اس قوم کی دوسری شاخ سے منشی محمد جی و مرزا حبیب اللہ بھی اپنی تعلیمی خدمات سے ریاست میں معتبر اشخاص تھے۔ مدتوں سکولوں میں مدرس اور دفتروں میں کاتب رہ چکے۔ بالخصوص منشی محمد جی کی تعلیمی خدمات سے علاقہ دروش و لشکوہ کے بیشتر لڑکے تعلیم سے مستفید ہیں۔ اور مرزا حبیب اللہ کو ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کی استادی کا شرف

حاصل تھا اسوقت بھی منشی عجبی کا لڑکا مولوی حمید اللہ سکول شگوہ میں مدرس ہے۔

۶۷۔ قوم ڈبیرہ خیل

یہ قوم شاہ بونہ سے مشہور ہے جو انکا مورث اعلیٰ شاہ بون تھا اور ڈبیرا اسکا لڑکا معتبر گذرا ہے رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں یہ قوم بڑی معتبر اور قوت کی مالک تھی۔ اور رئیسہ حکمرانوں کیلئے بڑی وفاداری سے خدمات انجام دیں۔ شاہ محمود رئیس جب شاہ سنگین علی کے زبردست حملوں سے شکست کھا کر بدخشاں کی جانب بھاگ گیا۔ ڈبیرہ خیل کے لوگ بھی اس کے ساتھ یہاں سے فرار ہو کر جلا وطن ہوگئے اور اسی جلاوطنی کے ایام میں ہی انھوں نے موقع پاکر ارکاری کے مقام پر سنگین علی کو قتل کردیا۔ اور خود بھاگ گئے۔ قزل بیگ کی بیوی اس قوم سے تھی جو رضا خیل قوم کا مورث اعلیٰ ہے۔ محمد صفا و محمد نور اس ڈبیرہ خیل بیگم کے بطن سے تھے جو اپنی قوم میں بڑی شہرت و ناموری کے مالک ہوئے ہیں۔

رئیسہ خاندان کے زوال کے ساتھ اس قوم کی قوت بھی ختم ہوگئی۔ جو باقی رہ گئے وہ علاقہ دروش میں آباد ہیں۔ جنمیں سے سردار کا لڑکا محمد لطیف خان معتبر شخص تھا۔ اور ریاستی باڈی گارڈ میں جمعداری کا عہدہ رکھتا تھا۔ جنگ برکوٹ و میلفسار کی جنگ میں انتہائی شجاعت سے پیشقدمی کرتے ہوئے دشمن کے مورچوں میں گھس گیا۔ اور بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکا لڑکا بھی جمعدار تھا۔ مگر ملازمت میں مستقل نہ رہا اور لٹ ور چلا گیا۔ اس کا دوسرا بھائی محمد زلہ خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا اور ریاستی باڈی میں جمعداری پائی اور ریاستی کاموں میں کمیٹی کا ممبر ہوا اب بھی اپنی قوم و عوام میں معتبر شخص ہے۔

۶۸۔ قوم موسنگہ

یہ قوم بھی معتبر ہے اور خاص تورکہو میں آباد ہے انمیں سے شیر محمد خان کا نام علاقہ تورکہو کے معتبر اشخاص میں شمار ہوتا تھا۔ اسکا لڑکا افیون خان ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار کا عہدہ رکھتا تھا۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں اس خاندان کے ایک شخص نے پشاور سے طبابت کی تعلیم حاصل کی اور واپس آکر محمد نذیر نے شاہی طبیب کا عہدہ حاصل کیا۔ دندان سازی کی دوکان کھولی۔ اسکو شاہی کتب خانہ سے بھی متعدد طبی کتابیں بخشش دی گئیں۔ معتبر شخص ہے۔

شاہ محترم شاہ کٹور ثانی کی حکومت کا قیام اور اس دور کے معزز خانوادے

عہد محترم شاہ کٹور ثانی ۱۷۸۸ء

۶۹۔ خاندان محبت

محبت موضع شالی کا باشندہ اور ندیری کے پوتوں سے تھا اور وہ رئیس حکمرانوں کے عہد میں صاحب اعتبار شخص تھا۔ شاہ کٹور ثانی کا ملازم تھا۔ جب شاہ کٹور کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا۔ محبت ان سے جدا ہوگیا۔ اور شیر جنگ بن شاہ فاضل کا ملازم ہوگیا۔ لیکن شاہ کٹور ثانی کے ساتھ اس کا جو دیرینہ تعلق استوار تھا۔ وہ بدستور قائم رہا۔ چنانچہ شاہ کٹور ثانی نے جب شیر جنگ کے قتل کا منصوبہ باندھا تو محبت کو پیغام بھیجا کہ اس منصوبے کے لئے کمر ہمت باندھو۔ جب شاہ کٹور موضع دیر سے روانہ ہوئے اور قلعہ شیر جنگ کے اوپر چھپ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی آمد سے محبت کو مطلع کیا۔ ادھر اطلاع پاتے ہی محبت کی مردانہ وار کوشش سے شیر جنگ قتل ہوگیا۔ یہ قلعہ بمقام موضع ڈول لشٹ کے میدان میں واقع تھا مگر مرور زمانہ سے اب نابود ہے۔ شاہ کٹور پھر جلاوطن ہوئے تو اس جلاوطنی کے ایام میں محبت کے خاندان پر بڑے مصائب آئے محبت کی والدہ جو اتسقال یعقوب کی بہن تھی مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کے حکم سے زندہ دریا میں غرق کر دی گئی محبت کے بھائی نور محمد اور گل محمد اپنی ایک بہن کو ساتھ لیکر چترال کی طرف بھاگ گئے اور باشگل پہنچے۔ اور پھر وہاں سے شاہ کٹور کی خدمت میں پہنچکر ہی دم لیا۔

بعد وقت آیا کہ شاہ کٹور محترم شاہ تخت چترال پر متمکن ہوئے۔ تو انہوں نے محبت کو اعزاز و اکرام سے نوازا سین وشنگور اور ریشون کے دیہات اس کی جاگیر میں مقرر کر دیئے گئے۔ موڑکہو دہ بجن اور خاص چترال میں زمینیں عطا کی گئیں۔ لشٹ دلو موشح کی اراضی بھی اسکے قبضہ میں آگئی۔ محبت بڑا بہادر شخص تھا۔ مولانا سیر نے شاہنامہ میں جنگ بونی کے واقعہ میں اسکا ذکر کیا ہے ؎

محمد کریم و محبت بہم ۔۔۔ رسیدند چوں اژدھا تیز دم

۲۔ وزیر منفعت خان اسی کا لڑکا ہے اور وہ اس ملک کے نامورں میں بے مثل شخص تھا۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد سے شاہ امان الملک کے ابتدائی عہد تک زندہ تھا۔ اور وزارت پر مامور رہا۔ وہ عالم تفسیر و اخلاقیات تھا۔ کیمیائے سعادت اسے ازبر یاد تھی۔ قیافہ خوش اخلاق و فصاحت میں ممتاز شخص تھا۔

۳۔ مظفر خان ابن وزیر منفعت خان مہتر امان الملک کے حضور میں بلند پایہ عزت و منزلت کا شخص تھا وہ بھی فاضل اور شاعر تھا۔ اسکا دیوان شاعری میں موجود ہے۔

۴۔ معظم خان و غلام مجدد اور مقرب خان مظفر خان کے لڑکے بھی عزت یاب تھے۔ جو دو سخا اور فیض و کرم

گویا اس خاندان کا پیشہ تھا۔ بادشاہ کی اولاد انکے خاندان سے تعلیم و تربیت پاتی تھی۔ اور ان سے علم و اخلاق کا اکتساب کرتے عار نہ سمجھتے تھے۔ معظم خان ذکی الطبع اور پر بلاغت اشعار کہتا تھا۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں ان کے شاعرانہ کلام کی بڑی قدر تھی۔ اور اسکا دیوان شاعری اعلیحضرت کے حکم سے مرتب کیا گیا تھا۔ وہ موجود ہے۔ اعلیحضرت نے اسے ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ مگر شکایت روزگار کا شکار رہا اور دنیا کی ناقدردانی کا رونا روتے ہوئے رخصت ہوا۔ اس کے خاندان پر زوال بطرح آیا کہ جب سردار نظام الملک تخت نشین ہوئے تو معظم خان کو اس کے مرتبہ سے یکقلم ہٹا کر علاقہ مولکھو کی طرف بدر کر دیا۔ جہاں اس کا اپنا گھر تھا۔ اور یہاں کی زمینیں اور جاگیریں ضبط کر لیں۔ نظام الملک کے قتل کے بعد وہاں سے پھر اپنے گھر شالی آیا۔ شیر افضل خان کا دور دورہ تھا۔ اور اس کا چچیرا بھائی ماناں بیگ شیر افضل خان کی وزارت پر مامور اور جنگی خدمات کا افسر رہا تھا۔ محاصرہ کے بعد جب وہ دیر میں گرفتار اور قید ہوئے تو اس الزام میں معظم خان کی جاگیریں اور زمینیں ضبط ہو گئیں اور اس کے بعد پھر وہ اصلی حالت پر عود نہ کر سکا۔ معظم خان ۱۹۱۳ء میں وفات پا گیا۔ اسکا لڑکا فرحت جان نشیانہ ملازمت میں معتبر رہا ہے۔ پھر اس کا لڑکا امیر اللہ خان نئی تعلیم کی تحصیل سے حسین سکول میں ماسٹر ہے اور غلام مجدد خان کے لڑکے خوازین اور جانان شاہی ملازمتوں میں معتبر رہے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد میں جانان باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا اور اسکے خاندان کی عزت تازہ ہوئی۔

۷۔ خاندان غنش — غنش بیرونہ کی بیراشیہ قوم سے تھا۔ جن دنوں شاہ کٹور ثانی ایام جلاوطنی بسر کر رہا تھا یہ ان کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ جب شاہ کٹور تخت نشین ہوئے تو غنش کو انعام و اکرام شاہی سے سرفراز کیا گیا۔

۲۔ بنات علی خان غنش کا لڑکا بڑا ہوشیار اور معزز شخص تھا۔ شاہزادہ تجمل شاہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اسکے قتل کے بعد مہتر شاہ افضل ثانی کی خدمت میں آیا اور معزز ہوا۔ شاہ امان الملک کے عہد میں میر جہاندار شاہ والی بدخشاں جب چترال آیا تو واپسی کے وقت بنات علی خان کو ان کی معیت میں کابل بھیجا گیا وہیں اس نے وفات پائی۔

۳۔ وزیر عنایت خان و وفادار خان بنات علی خان کے لڑکے شاہ امان الملک کے عہد میں اعتبار و عزت سے ممتاز ہوتے۔ وزیر عنایت خان سفارت پر مامور ہو کر مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا گیا اور ۱۸۹۵ء کے محاصرہ چترال میں دونوں بھائی اعلیحضرت کی خدمت میں محصورین میں رہا تھا۔ محاصرہ کے بعد اعلیحضرت کے مشیران ثلاثہ میں وزیر عنایت خان شامل ہوا۔ اس کے بعد جب کونسل عدلیہ قائم ہوئی تو پھر اسمیں ممبر ہو گئے بڑے مدبر اور فدویہ شخص تھے۔ اور اعلیحضرت کے حضور میں معتبر اور معزز تھا۔ ... سال کی عمر پا کر سنہ ۱۹۲۰ء میں وفات پائی۔ محمد نجوم خان محمد یعقوب خان اور محمد یوسف خان اس کے لڑکے تھے جو اعلیحضرت کے عہد میں معتبر رہے۔ محمد نجوم خان باپ کے ساتھ محاصرہ چترال میں محصور رہا تھا

اور اعلیحضرت کی ملازمت میں مشغول تھا۔ ۱۸۹۶ء کے سفر کلکتہ میں بھی وہ اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ شائستہ جوان تھا۔

۲۔ محمد یعقوب خان نے علیگڈھ کالج میں تعلیم پائی۔ پھر ملازمت میں داخل ہوئے۔ دفتری ملازمت ختم کرنے کے بعد کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا۔ پھر فوجی خدمات پر مامور ہوا۔ اور باڈی گارڈ کے توپ خانہ میں صوبیدار مقرر ہوا۔

۳۔ محمد یوسف خان پہلے سے باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں امیر سازش کا الزام عائد ہوا۔ اور ملک بدر ہوکر کابل چلا گیا۔ پھر ہز ہائینس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کابل سے وطن واپس آیا۔ اور جائداد اور عزت کا بدستور مالک بنا۔ ۱۹۵۱ء میں کونسل عدلیہ کا ممبر بن گیا تھا۔ معتبر شخص ہے

۴۔ محمد سفید خان نجوم خان کا لڑکا تھا۔ اس نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں طویل مدت تک دفتر پولیس و دفتر تجارت میں ملازمت کی۔ معتبر شخص تھا۔

۵۔ وفادار خان ابن بنات علی خان شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں معزز ہ کا تھا۔ اور چند بار وہ امیر اے بنہ اور چیف کمشنر پشاور کے پاس امور سفارت پر مامور ہو کر جاتا رہا تھا۔ سردار نظام الملک مرحوم کے عہد میں وسیع اختیارات کا مالک ہوا تھا۔ ۱۸۹۵ء کے محاصرہ میں وہ بھی شامل تھا۔ شیر افضل خان کے شکوک کے ہاتھوں اسکا خاندان تباہ ہوا اور اسکے اہل و عیال پر سختی آئی۔ مگر اس نے وہ سب کچھ برداشت کیا لیکن بادشاہ کی خدمت میں کوتاہی نہ کی۔ اعلیحضرت کی تخت نشینی کے بعد چند سال تک بڑے اختیارات کا مالک تھا۔ دیوان بیگی کا عہدہ رکھتا تھا۔ اس کو سین اور سنگور کی جاگیر ملی پھر عدلیہ کونسل کے ممبروں میں داخل ہوا ۱۹۱۲ء میں قتل ہوا لیکن قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔

۶۔ نیابت علی خان کا تیسرا لڑکا نصرت علی خان بھی معتبر شخص تھا۔ لیکن ایک دفعہ سودا لینے کے سلسلہ میں خیانت کا مرتکب ہوا اور انگریزی حکومت کی قید میں چلا گیا۔ آخر اعلیحضرت مرحوم نے اس خطا معاف کردی۔ اور اسے قید سے رہائی دلوا کر اپنی خدمت میں رکھا۔ چنانچہ شہزادوں کے تعلیمی ایام میں اس نے بہت خدمات انجام دیں۔ معتبر رہا۔ پولیس کا محکمہ بھی کچھ عرصہ اسکی تحویل میں رہا۔ اس کے لڑکے بھی موجودہ تنظیم میں تھانیداری وغیرہ کے عہدوں پر فائز ہیں۔

(۷) محمد یعقوب خان کے دونوں لڑکے عمر حیات و سکندر حیات اعلی تعلیم سے آراستہ ہو کر سکولوں میں ماسٹر ہیں۔

*

۷۔ خاندان امیر شغنوس

اس خاندان کا بانی امیر ہے کہتے ہیں کہ امیر کا جد اعلی امرائے بدخشاں سے تھا گردش روزگار کے باعث اسطرف آیا اور اوڈرہ مقام میں سکونت اختیار کی اسکے نام کی

چاروینو سخاوت شاہ

ممبر کونسل عدلیہ معہ اپنے لڑکے نور علی شاہ

وجہ سے اسکی اولاد امیرہ کے عرف سے مشہور ہوئی مگر امیر کا جد اعلیٰ جو اس ملک میں وارد ہوا تھا۔ اسکا نام شمشیر خان
تھا۔ اسکا لڑکا غنث اور اسکا لڑکا امیر جو شاہ کٹور ثانی کی خدمات میں معزز ہوا اپنے خاندان میں نام پایا۔
امیر شاہ کٹور ثانی کی جلاوطنی کے ایام ان کی خدمت میں رہا تھا۔ وہ شیر جنگ کے قتل کی مہم میں شامل تھا
اس لئے مہتر خیر اللہ کے حکم سے اسکا باپ غنث سنگسار کرکے مار دیا گیا تھا۔ جب شاہ کٹور تخت نشین ہوا۔ تو
امیر درجہ عزت پر ممتاز ہوا۔ اسکا لڑکا محمد بیگ اشدر کی چارویلی پر فائز ہوا۔ زمین اور کچھ جاگیر بھی حاصل تھی۔
اسکا بیٹا محمد شاہ باپ کی طرح منصب و عزت کا مالک رہا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شہزادہ محمد
مظفر الملک کی رضاعت حاصل کرنے کے بعد زیادہ مزید اختیار و اعتبار کا مالک بنا اور بڑی لمبی عمر پاکر انتقال کیا۔
(۲) میر سخاوت شاہ اسکے فرزند تھے اور باپ کی حیات ہی میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چارویلی
اور صوبیداری کے عہدوں پر فائز تھے۔ میر باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔ اور سخاوت شاہ کا عہدہ رکھتا تھا۔
میر جب انتقال کر گیا تو صوبیداری کا عہدہ اس کے لڑکے شبلی کو منتقل ہوا۔
سخاوت شاہ کا لڑکا فرامرز خان جدید تعلیم سے آراستہ ہوکر ریاستی دفتر مالیہ کا ہیڈ کلرک تھا پھر جب
ہز ہائینس سیف الرحمٰن مرحوم حصول تربیت کے لئے پشاور میں قیام پذیر رہے ریاست میں ریاستی لیگ کا قیام
ضروری ہوا تو فرامرز خان نے اس میں نمایاں حصہ لیا۔ تنظیمی اور اجتماعی احیاء کی کوشش جاری رکھی اور اس جماعت
کے رہنماؤں میں معتبر لیڈر رہا۔ اور شاہی خاندان کے خیر خواہوں میں شامل رہا۔ ۱۹۵۶ء میں نئی تنظیم
کے بعد تحصیلداری حاصل کی۔ اور ریاستی امور میں شامل ہوکر اعتبار پایا۔ سخاوت شاہ کا دوسرا لڑکا نور علی شاہ
الیف۔ اے پاس کرکے مڈل سکول گرم چشمہ کا ہیڈ ماسٹر رہے۔ اور انہوں نے ۱۹۶۱ء میں عدلیہ کونسل کے ممبری
میں شمولیت کی۔ اسکا خاندان شاہ کٹور ثانی کے عہد سے معتبر ہے۔

۷۲۔ خاندان سپین شاہ

سپین شاہ تورکہو کا رہنے والا تھا اس نے مہتر شاہ افضل ثانی کے حضور میں بار
پایا۔ اور شاہزادہ امان الملک کی خدمات و رضاعت پر سرفراز ہوا۔ جب
شاہزادہ نے عنان حکومت سنبھالی اور تخت چترال پر متمکن ہوئے۔ تو سپین شاہ کی اولاد کی قسمت جاگی۔ اور اسکے
لڑکے مبارک قدم۔ میمون بیگ۔ گردیل۔ اور سپین بیگ بادشاہ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ ترقی اور عروج
پر پہنچے۔ زمینیں اور جاگیریں حاصل کیں۔ بالخصوص میمون بیگ بڑا مدبر، ہوشیار معزز اور لائق شخص تھا۔
۱۸۹۵ء میں شیر افضل خان کے فرمان سے قتل ہوا۔ اس کے لڑکے ست خان اور سکندر خان بھی معزز
تھے ست خان کا عہدہ برانوش تھا یعنی وزیر تعمیرات۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں کونسل کا ممبر تھا ست
خان کئی بار سفارت پر مامور ہوکر کشمیر بھی گیا تھا۔ زندگی عزت مندانہ اور کافی عمر پاکر فوت ہوا۔ اور اس کا
منصب اسکے لڑکے نے پایا۔ اسکا لڑکا محمد زرین تعلیم یافتہ تھا۔ محمد زرین کا لڑکا غلام زرین سکاوٹس میں جمعدار
ہے اور اسکے دوسرے بھائی سکندر خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عزت مند جیا۔ وہ بھی معتبر شخص تھا۔

(۲) اگرویل کا لڑکا شادونی معتبر اور اپنی قوم میں معزز ہوا۔ باڈی گارڈ میں صوبیداری حاصل کی۔ پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا پھر اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا میر نظیم بیگ صوبیدار ہوا۔ ہزہائی نس محمد مظفرالملک مرحوم کے عہد میں شاہزادہ اسدالرحمٰن کو اس نے رضاعت کے لئے حاصل کیا تھا جس سے اس کے خاندان نے برتری پائی۔

(۳) مبارک قدم کا لڑکا جہان تراب اس عہد میں اپنے خاندان کے معززین میں ممتاز تھا۔ اس کا لڑکا مرزا تراب بھی معتبر رہا۔ اس نے سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں کونسل کی ممبری حاصل کی اور زیادہ اعتبار پایا۔

یہ خاندان ہمیشہ سے برانوشی کے منصب پر مامور چلا آیا۔ اور فن تعمیرات میں بڑی مہارت کا مالک تھا۔ چنانچہ ان کی اپنی رہائش کے مکانات ژانگ بازار میں اپنی اس پہلی شکل وصورت میں قائم و برقرار ہیں جو ۱۸۹۵ء کے بعد پولیٹکل افسروں کی قیامگاہ اور سرکاری قبضہ میں آگئے اب تک موجود ہیں۔

۴۷۔ خاندان ہزارہ بیگ

ہزارہ بیگ موضع کیشت علاقہ تورکھو کو رہنے والا تھا۔ چھوٹی عمر میں مہتر شاہ افضل ثانی کا منظور نظر ہوگیا۔ اور آن کی توجہ سے اس نے تربیت پائی۔

شاہ امان الملک مرحوم نے اپنے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق ہزارہ بیگ کو مقرب خاص بنایا۔ داخلی وخارجی امور کا تنظیمی سررشتہ اس کے ہاتھ میں دیدیا۔ جب تک وہ زندہ رہے۔ کلی وجزوی اختیارات اسے حاصل رہے۔ اور اور تمام حکام اور عہدے داروں کی تعیناتی اور برطرفی اسکی تجویز وسفارش اور مشورے پر منحصر تھی۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اسکی مخالفت کا حوصلہ کرے۔ ہزارہ بیگ باوجود اس اعزاز کے مزاج کا سادہ۔ متواضع وفادار، راستی پسند اور امانت دار شخص تھا۔ تمام عمر اس کا یہ معمول رہا کہ نماز پنجگانہ کے بعد اپنے محسن ومربی مہتر شاہ افضل مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا اور ایصال ثواب پہنچاتا۔ شاہ امان الملک کی وفات سے ایک سال چند ماہ پیشتر اس کا انتقال ہوا۔

اس کے تین لڑکے فضل رحیم۔ عبدالکریم۔ فیروزہ بیگ اور داد جان معتبر رہے اسکا منصب فضل رحیم کو تفویض کیا گیا۔ وہ قابل اور ہوشیار نوجوان تھا۔ سیر افضل خان کی پہلی یورش میں مقتول ہوا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں انہیں سے فیروزہ بیگ نے جو بعد میں فیروز خان کے نام سے مشہور ہوا زیادہ مرتبہ اور عزت پائی۔ اس نے اپنے باپ کا منصب حاصل کیا علاوہ فرائض منصبی کے علاوہ مالیاتی امور کا چند سال تک منتظم رہا۔ پھر کونسل عدلیہ میں ایک ممبر کی حیثیت سے بھی شامل رہا۔ اسکے بعد حاکم چترال خاص کا عہدہ بھی اسکو تفویض کیا گیا۔ اور ساتھ ہی منتظم امور تجارت اور منصرم محکمہ پولیس بھی رہا۔ نالہ چترال کے بائیں کنارے پر پہان خانہ کی تعمیر اسکی یادگار ہے آخری عمر میں حج بھی کیا۔ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔ اسکے تین لڑکے اسکی زندگی میں ہی اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت میں معتبر تھے (۱) حاجی خان کے بڑے لڑکے نے والد کے انتقال کے بعد دیوان بیگی کا منصب حاصل کیا۔ پھر باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا۔ اسکے بعد لفٹنٹ کے منصب پر فائز ہوا۔ اعلیحضرت کی وفات کے بعد اسے عہدے یکے بعد دیگرے اور لوگوں کو منتقل ہوئے اور وہ عازم بیت اللہ شریف ہوئے۔ وہاں سے مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو ہزہائینس سیف الرحمٰن مرحوم کی شہزادی کو رضاعت کے لئے حاصل کیا۔ اور اعتماد پایا۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں انتقال کیا۔

پاس کرکے اعلیٰحضرت مرحوم کا ڈرائیور بنا اور شاہی ایڈی کانگ کا مرتبہ بھی حاصل کیا۔ محمد سعید خان نے سکول میں تحصیل علم کے بعد دفتری ملازمت اختیار کی اور ہیڈ کلرک ہے۔ اپنے خاندان میں انکا وجود باقی ہے عوام میں بھی معتبر ہے۔

۶۔ شیرک کا لڑکا رستم شاہ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں باعتبار ہوا۔ اور آدیر کی صوبیداری حاصل کی۔

۷۔ امین بیگ کشرہ کا تیسرا لڑکا بھی معتبر ہے۔ اور طویل عرصہ تک پولیٹیکل افسروں کی خدمات میں مصروف رہا۔ اور ملازمت جاری رکھی۔ اسکی طویل ملازمت اسکی دیانت و لیاقت کا ثبوت ہے اور اب تک اسپر قائم ہے۔ مرحوم شاہ میر خان حاکم آدیر کی تصویر موجود تھی مگر بار بار یاد دہانی کے اس کے لڑکے محمد سعید خان نے اپنے خاندان کی عکسی یادگار قائم کرنے سے انکار کیا۔ وجہ کچھ بھی ہو مگر وہ تعلیم کے باوجود شعور و فطانت سے عاری ہے۔

خاندان رشتہ وجہ تسمیہ اس خاندان کا نام رشتہ اس سبب مشہور ہوا کہتے ہیں کہ ان کا جد اعلیٰ موضع رشتت علاقہ ایران سے ملاقہ میں وارد ہوا تھا۔ اس نے اپنے اصلی وطن کی نسبت سے رشتہ معروف ہوئے۔ اس خاندان کے قدما والیان ریاست کے ہاں عزت مند تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں اس قوم کا ایک شخص باپی کے نام سے خارج بہادر بن محمد شفیع کے خلاف جنگ دراسن میں شاہ کٹور ثانی کی خدمت کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خان بہادر نے جو اس علاقہ کا حکمران تھا۔ باپی مذکور کی تمام اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شاہ کٹور جب تخت نشین ہوئے تو باپی کی اولاد کے باقی ماندہ افراد کو بلا کر انعام و پرورش سے سرفراز کیا۔ اسی سلسلہ نوازش سے اقسقال فتح علی شاہ کا چچا نوشیروان چترال میں اقسقال رہا۔ جب شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں اقسقال فتح علی شاہ جنگ گلگت میں مصدر شجاعت ہوا تو نوشیروان کو تبدیل کرکے چترال میں اقسقالی کا عہدہ فتح علی شاہ کو تفویض کیا گیا نیز پائی اور مزید اعتبار و تقرب کا مرتبہ حاصل کیا۔

۱۸۹۵ء کے محاصرۂ چترال میں اقسقال فتح علی شاہ اور اسکا بھائی بہادر اور اسکا لڑکا سلطان شاہ اعلیٰحضرت کے ساتھ محصور قلعہ میں شامل تھے۔ شیر افضل خان کے لشکریوں نے ان کے خاندانوں اور مال و اسباب پر غارت و ستم جاری رکھا مگر ان لوگوں نے اخلاص و وفاداری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ محاصرہ جب ختم ہوا اور اعلیٰحضرت سر شجاع الملک مرحوم تخت نشین ہوئے تو اقسقال فتح علی شاہ کو نسل شاورت کی ممبری پر نامزد کیا گیا اور اس کے بھائی بہادر کو موڑکہو کے اتالیق کا منصب عطا کیا گیا۔ ۱۸۹۷ء میں جب فتح علی شاہ کا انتقال ہوا تو اس کے منصب اقسقال پر اسکا لڑکا سلطان شاہ مامور ہوا۔

۱۹۰۵ء میں بہادر اتالیق کو موڑکہو سے واپس بلایا گیا۔ اور چترال میں کل ریاست کی اتالیقی کے

اتالیق میجر سرفراز شاہ ایم-بی-ای
سابق حاکم خذرہ

مسٹر جعفر علی شاہ ایف-ایس-سی
سابق ممبر ویسٹ پاکستان اسمبلی

منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا۔ وہ منتظم کل ریاست ہوئے اور مشیر امور ٹھہرے۔ اسی طرح اسی سال انکی صاحبزادی اعلیحضرت کے حرمسرائے میں داخل ہوئی۔ اور سلک ازدواج میں منسلک ہوئی۔ رشتۂ عزت کا مرتبہ بلند پایا۔

سنہ ۱۹۱۶ء میں بہادر اتالیق مستوج کی گورنری پر فائز ہوکر مستوج چلا گیا۔ ایک سال بعد وہاں سے واپس آکر پھر اپنے سابقہ عہدہ پر بحال ہوا۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں جنگ بروکوٹ کے سلسلہ میں انگریزی حکومت نے اتالیق کو خان بہادر کا خطاب دیا اور انکی خدمات کا اعتراف کیا۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں اتالیق کا انتقال ہوا۔ اور انکا منصب ان کے لڑکے سرفراز شاہ کو تفویض کیا گیا۔

اتالیق سرفراز شاہ

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں پہلے ہی سے شاہی اڈیکانگ میں معزز اور علاقہ غذر میں حاکم اور ریاستی باڈی گارڈ میں میجر کا عہدہ رکھتا تھا۔ بہت سی اراضی عطیہ پانے کے علاوہ جاگیر شاگروم کا مالک رہا تھا۔ موروثی عہدہ اتالیق ملنے کے بعد اتالیق سے مشہور ہوا۔ جو یہاں قدیم سے بڑا معزز عہدہ ہے

سنہ ۱۹۱۷ء میں جب اہالیان مستوج نے اقدام بغاوت کیا تو اعلیحضرت مرحوم نے اتالیق سرفراز شاہ کو ایک ہزار باڈی گارڈ کے ساتھ مستوج میں بھیج دیا۔ انہوں نے مستوج جاکر بڑے تدبیر سے بغاوت پر قابو پایا۔ اور ان کے سرغنوں کو گرفتار کرکے چترال بھیج دیا۔ اور عوام کو نرم پالیسی سے تسلی دے کر مطمئن کردیا۔ اس طرح ایک سال تک دروش میں رہ کر سپاہی افواج سرکاری کی تنظیم میں مصروف رہا۔ اور ریاستی کاروبار کو انجام دیا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں حج بھی کیا اور ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک و ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد حکومت میں بدستور اپنے عہدہ و اعزاز پر محترم رہا۔

سنہ ۱۹۴۹ء میں ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے عہد میں جب مستوج کے لوگوں نے پھر کچھ شورش برپا کی تو اس تحریک میں اتالیق پر بھی الزام باندھا گیا۔ اور ان کو مجبوراً قید کرلیا گیا بعد ازاں انکو اپنے گھر موڑکھو میں بھیج دیا گیا۔ مگر جب کرنل شریف خان پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال آئے تو مقدمہ ان کی عدالت میں منتقل ہوا۔ انہوں نے اپنی تحقیقات میں اتالیق کو بے قصور ثابت کیا لہذا سرکاری حکم سے موڑکھو میں سے واپس بلایا گیا۔ اور انکو اپنے عہدہ و جاگیر پر بحال کیا گیا۔

سنہ ۱۹۵۰ء میں ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے ایام تربیت کے دوران پشاور میں۔ چترال میں جب بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا تو ہز ہائی نس کی منظوری سے اتالیق سرفراز شاہ کو بورڈ کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ مالیہ، باڈی گارڈ، پولیس، تعمیرات اور اندرونی نظم و نسق کے محکمے ان کی تحویل میں دیئے گئے اور انہوں نے ہز ہائی نس کی واپسی تک اپنی ذمہ داریوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

سنہ ۱۹۵۴ء میں جب چترال مسلم لیگ کے ممبروں میں اختلاف رونما ہوا۔ اور منصب صدارت پر کوئی نہ رہا تو عوام نے کثرت رائے سے اتالیق کو صدر بنایا اور انہوں نے اپنے فرائض کو عوام کی مرضی اور تسلی کے ساتھ انجام دیا۔

اتالیق مرحوم کے لڑکے گل حسن شاہ۔ میر حسین شاہ اور گل حسین شاہ بھی تھے جو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عزت یاب تھے۔ گل حسن شاہ باڈی گارڈ میں صوبیدار میجر تھا اور دفتر مالیہ اور کونسل عدلیہ میں بحیثیت ممبر شامل رہا تھا۔ میر حسین شاہ باڈی گارڈ میں صوبیدار اور علاقہ موڑکھو کا حاکم تھا۔ گل حسین شاہ صوبیدار تھا۔ جنگ بر کوٹ میں اور دو مقام پہ شہادت پائی۔

اتالیق سرفراز شاہ کے لڑکے۔ جعفر علی شاہ۔ محمد حسین شاہ۔ احمد علی شاہ اور مبارک علی شاہ ہیں۔

جعفر علی شاہ ان کے بڑے فرزند ہیں ان کا سنۂ پیدائش ۱۹۱۹ء ہے اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی اور ایف۔ ایس۔ سی پاس کیا۔ جب چترال واپس آئے تو ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کے چیف سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اور باڈی گارڈ میں لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بدستور چیف سیکرٹری رہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب ریاست میں جدید اصلاحات کا نفاذ ہوا تو جعفر علی شاہ ایڈوائزری کونسل کے سیکرٹری کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ پھر ۱۹۵۵ء میں جب ریاست چترال سے مغربی پاکستان کی اسمبلی میں ممبر طلب کیا گیا تو اہالیان ملک کی کثرت رائے سے جعفر علی شاہ ممبر منتخب ہوئے انہوں نے مغربی پاکستان کی اسمبلی میں ممبر ہو کر اپنے فرائض کو بڑی لیاقت سے انجام دیا۔ چنانچہ ترقی ملک اور کمی خوراک کے سلسلوں میں لقادیہ جاری ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست میں خوراک کی کمی کو دور کرنے کیلئے کئی ہزار من سالانہ گیہوں آٹے کی منظوری حاصل ہو گئی۔ اور ترسیل شروع ہو گئی۔

انکا دوسرا بھائی محمد حسین شاہ بھی تعلیمیافتہ ہے اور بنیادی جمہوریت کی ترقیاتی کمیٹی میں نائب صدر ہے۔

اقتدار سلطان شاہ اپنے والد اقتدار فتح علی شاہ کے انتقال کے بعد پدری منصب حاصل کیا تھا۔ جب باڈی گارڈ کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے صوبیدار ہوئے۔ پھر ترقی کر کے میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ جنگ برکوٹ میں دشمن کی گولی سے مجروح ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں حرمین الشریفین کو بغرض حج چلا گیا اور بمقام شہدا انتقال پایا۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوا۔ انکے چار لڑکے میر گلاب شاہ۔ غیرت علی شاہ۔ روز گار علی شاہ۔ اور اقبال علی شاہ تھے انمیں ہر ایک معتبر ہے خصوصاً میر گلاب شاہ جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد عہدہ اقتدار پر فائز ہوا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں حضور نویسی پر مامور رہا اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر بتدریج ترقی کر کے کپتان کا منصب حاصل کیا۔ اور دفتر مالیہ میں وزیر خوراک کا عہدہ پایا۔ نئی تنظیم کے بعد بدستور اس عہدہ پر رہ کر سیکرٹری مالیہ کا خطاب حاصل کیا۔ وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد دو تین سال تک کونسل عدلیہ کا ممبر رہا۔ غیرت علی شاہ اور روزگار علی شاہ بھی صوبیدار تھے۔ روزگار علی شاہ نے لوئر ڈ کے عہد میں لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر محکمہ تعمیرات میں انچارج ہوئے۔ میر گلاب شاہ کے لڑکے ناصر علی شاہ۔ وزیر علی شاہ اور افسر علی شاہ ہیں جو تعلیم سے بہرہ مند ہیں۔ ناصر علی شاہ نے ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں ہاتکے عہدۂ اقتدار کے کام کو سرانجام دیتا رہا ہے اور اب بھی بدستور اس منصب پر فائز ہے۔ اور موجودہ ہز ہائینس کا سیکرٹری ہے

خان بہادر ، آتالیق بہادر شاہ منتظم ریاست چترال معہ زعماء خاندان روشتہ

وزیر علی شاہ پولیٹیکل ایجنٹ چترال کے خزانچی ہیں۔ انکا بڑا کارنامہ تاریخ چترال کا فارسی ترجمہ ہے آپ نے وطن مالوف کی خدمت کے لئے اردو زبان میں معلومات کا یہ خزانہ اہل پاکستان کے لئے تیار کیا۔ پشاور کے بعض روزنامہ اخبارات اور اے پی پی کے واحد نمائندہ ہیں۔ اخبار نویسی سے محبت کرتے ہیں۔ افسر علی شاہ تعلیم حاصل کرنیکے بعد ریاستی ملازمت میں کلرک ہیں۔

۷۶۔ خاندان مرزا محمد غفران

انکا جد اعلیٰ خواجہ علی بابا ایوب کے پوتوں سے تھا چنانچہ خواجہ علی بن مغل بیگ بن شاہ محمد بن شاہ نوبن بابا ایوب تھا۔ جب شاہ محترم شاہ اول اور شاہ خوشوقت نے رئیسہ خاندان کی حکومت کے خلاف سر اٹھایا اور خروج کیا تو خواجہ علی نے ان کی معیت میں نمایاں خدمات انجام دیں اور پھر شاہ خوشوقت کے ساتھ مستوج چلا گیا۔ تھوڑا عرصہ قیام کیا مگر یہ جگہ پسند نہ آئی وہاں سے واپس آگیا۔ اور شاہ کٹور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ کٹور نے ان کو کاری میں زمین دی اس کے علاوہ ان کی پدری زمین شوگرام اور کوشٹ میں موجود تھی۔

مرزا محمد غفران کے والد غلام رسول خود علم سے بہرہ مند تھے اور ان کی قلمی کتابیں ابھی موجود ہیں لڑکے کو تحصیل علم کے لئے پشاور بھیجدیا۔ انھوں نے سات برس تعلیم حاصل کرنے کے بعد مہتر امان الملک مرحوم کے بار بار بلانے پر چترال واپس آکر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور منظور نظر ٹھہرے۔ کیونکہ چترال ان دنوں ایسے شخص کے وجود سے یکسر خالی تھا۔ جو صاحب علم و قلم ہو۔ شاہ امان الملک نے اپنے طویل زمانہ حکومت میں ریاست کے اندر تجارت۔ جنگلات اور عشر کے مداخل کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور انگریزی حکومت کے ساتھ دوستی کا رابطہ استوار کرکے ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ سر رشتۂ انتظام اہل قلم کی تحویل میں آئے۔ تاکہ ان کے علمی و قلمی تعاون سے مشکلات کا سدباب ہو سکے۔ مرزا محمد غفران جو بادشاہ کے حکم سے مجوزہ خدمات پر مامور ہوئے ۱۸۸۴ء میں یہاں دفتر قائم کیا اور دس برس تک بادشاہ موصوف کی خدمات انجام دیں۔

اس کے بعد مہتر افضل الملک اور مہتر نظام الملک کے عہد حکومت میں اس امتیازی عہدے پر قائم رہے۔ تاریخ چترال کا ابتدائی مسودہ بھی مہتر افضل الملک کے حکم سے ترتیب دیا اور مہتر نظام الملک کے عہد میں وہ مکمل کرکے پیش کیا۔

جب اعلیحضرت سر شجاع الملک تخت نشین ہوئے تو ان کو علم سے آشنائی نہ تھی۔ موصوف ان کے معلم ہوئے اور دبیر کبیر کا عہدہ پایا۔ دفاتر قائم کئے۔ جب محکمہ عدالت قائم ہوا تو آپ نے پریذیڈنٹ کونسل کا مرتبہ حاصل کیا۔ پھر جب محکمۂ مال کا دفتر قائم ہوا۔ تو وہاں چلے گئے اور مختطم امور داخلہ ریاست ہوئے۔

رسمی طور پر آپ نے شاہزادہ محمد مظفر الملک کو دودھ پلا کے رضاعی باپ قرار پائے پھر جب نوزائیدہ اعلیحضرت کے سلک ازدواج میں آئیں تو آپ اُنکی تربیت پر مامور ہوکر رضاعی باپ ہوئے اور اس طرح مزید اقتدار و اعزاز کے سزاوار ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں آپ کو جاگیر سین ونگور سے نوازا گیا۔ اور آپ کی دیرینہ خدمات

اور حق استادی کے اعتراف میں آپ کو سند خوشنودی عطا فرمائی گئی۔ اور آپ کے القاب میں مرزا صاحب کا عرف مخصوص تھا۔

۱۹۲۶ء میں پچھتر سال کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔ بیالیس سال متواتر شاہی خدمات میں مصروف رہے تھے۔

مرحوم کے تین لڑکے یادگار رہے جنمیں بڑا لڑکا غلام مصطفےٰ تھا جس نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ اور تعلیم سے فراغت کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے سیکرٹری مقرر ہوئے اٹھارہ برس ملازمت میں رہے ۱۹۲۴ء میں مرحوم اعلیحضرت کی معیت میں فریضہ حج ادا کیا اور مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ اور جنت المعلیٰ میں ابدی نیند سو گئے۔ مرحوم مغربی تعلیم کے علاوہ علوم شرقیہ میں بھی بڑے فائق و فاضل تھے۔ اور بڑے شریفانہ اخلاق و اطوار سے معروف تھے۔ اعلیحضرت مرحوم نے ان کی وفات پر ان کے والد کے نام تعزیت نامہ میں یہ تحریر فرمایا کہ نورچشم و فرزند لائق و قابلم غلام مصطفےٰ ازیں عالم باقی رحلت فرمود۔ پھر ان کے اخلاق کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ مرحوم اند وقتیکہ بخدمت من مشرف شدہ ازاں وقت تا بنوز ہیچ وجہ آزار نکشیدیم و نکسی دیگر کشیدہ ما ازاں راضی ہستیم پروردگار عالم از و راضی شود ما ہمہ مغموم ہستیم۔ یہ جملہ الفاظ بادشاہ کے قلم سے اپنے ایک خادم کے لئے مرحوم کے ہمہ گیر اوصاف کے شاہد ہیں۔ ریاستی باڈی گارڈ میں مرحوم کپتان کے عہدہ پر مامور تھے۔

مرزا صاحب مرحوم کے دوسرے فرزند غلام مرتضےٰ ہیں۔ جنہوں نے چترال کے سکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی اور اعلیحضرت مرحوم کے حضور نویس مقرر ہوئے۔ پھر ریاستی باڈی گارڈ میں کوارٹر ماسٹر کا عہدہ حاصل کیا۔ اور لفٹنٹ کا منصب پایا۔ اور ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۳ء تک اپنے موجودہ عہدہ کے ساتھ ریاستی خزانہ میں خزانچی رہا۔ اور ایڈجوٹنٹ کا کام بھی انجام دیا۔ جب ۱۹۵۴ء میں باڈی گارڈ کا سسٹم ختم ہوا تو ملازمت سے سبکدوش ہو کر گھر پر آرام کیا۔ ۱۹۵۸ء میں کونسل عدلیہ میں بحیثیت ممبر تحصیل چترال کا نمائندہ ہو کر تین سال کام کیا۔ انکا لڑکا ضیاء الحق پشاور میں انٹرنس تک تعلیم حاصل کر کے جب واپس آیا تو ریاستی ملازمت پر مامور ہوا۔

مرزا صاحب مرحوم کے تیسرے فرزند غلام جعفر خان ہیں۔ پشاور میں میٹرک تک تعلیم حاصل کر کے جب واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں سیکرٹری کا عہدہ حاصل کیا۔ اور دفتر خاص کا محافظ رہا۔ نئی تنظیم کے بعد وزیر اعظم ریاست کے دفتر میں سٹینو مقرر ہوئے۔ پھر وہاں سے تحصیلداری پر مقرر ہو کر تورکھو چلا گیا وہاں سے تبدیل ہو کر دفتر مالیہ میں سیکرٹری کا عہدہ پایا۔ اب پھر تحصیلداری کا چارج لے لیا ہے۔ مروجہ تعلیم میں انکا درجہ اگرچہ میٹرک تک ہے مگر انکی لیاقت فارسی و اردو میں عہد موجودہ کے فضلا میں بہت بلند ہے۔ انکا بڑا لڑکا فرید الدین سکاؤٹس میں عہدیدار ہے۔

۲ الحاج مرزا غلام مصطفیٰ خاں مرحوم
سابق سکریٹری اعظم گڑھ، ٹرسٹی علی گڑھ کالج

مرزا غلام حیدر خاں تحصیلدار مولکھو

مرزا صاحب مرحوم کے خاندان میں مولوی عبدالحنان مرحوم قاضی کوہ کا ذکر علمائے چترال میں بیان ہوگا وہ بڑے جید عالم تھے۔ اب انکے دوسرے بھائی کا لڑکا مولوی عبدالمجید موجودہ علماء میں اپنے عالمانہ انداز بیان اور وعظ و تقریر کی بنا پر بہترین واعظ و خوش بیان مقرر مانا جاتا ہے۔

مرزا صاحب محمد غفران مرحوم کی علمی تصانیف اور مباحث پر ایک نظر

مرزا صاحب مرحوم نے اپنی متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ انکی ایک بلند پایہ تصنیف تشریح الاقاویل ہے۔ اسمیں ذی القرنین کی شخصیت۔ یاجوج ماجوج کا تعارف اور سدِ ذی القرنین کی نوعیت اور تعیین مقام پر عالمانہ اور محققانہ کلام کیا گیا ہے۔

درحقیقت یہ بعض دیگر مقامات کی طرح قرآن کریم کی شرح و تفسیر کے مشکل ترین مباحث ہیں۔ مفسرین اور مورخین میں سے کسی کی رائے کو اس باب میں قرار نہیں ملا۔ اگر بعض سکندر اعظم مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔ تو بعض دوسرے اس کے کفر کو ثابت کرتے ہیں اور اس کے بنا کردہ بت خانوں کو شمار میں لاتے ہیں۔ اور یہی حال یاجوج و ماجوج کے بارے میں رہا ہے۔ کہ وہ کس طائفے سے ہیں اور ربع مسکون میں کونسا قطعہ زمین ان کا مسکن ہے۔ علماء کی رائے اس بارہ میں مختلف رہی ہے۔ مرزا صاحب مرحوم نے اس باب میں جو کچھ دریافت کیا اسے لکھ ڈالا۔ تالیف کے بعد معلوم ہوا کہ علمائے ہندوستان میں سے بھی بعض نے اس بارے میں رسالے لکھے ہیں۔ مثلاً مولانا سید عبدالدہر۔ مولانا عبدالحق اور سرسید احمد خان نے کاوشیں کی ہیں۔ جب مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مولانا سید عبدالدہر اور مصنف مرحوم کے موضوع اور استدلال رائے میں زیادہ سے زیادہ موافقت پائی جاتی ہے۔

تشریح الاقاویل غیر مطبوعہ موجود ہے۔ ۱۹۲۷ء میں قاضی صبغت اللہ اب پشاور نے بغرض ملاحظہ طلب فرمائی اور مطالعہ کے بعد واپس بھیجدی۔ کتاب کی نسبت انھوں نے اپنی رائے اس انداز سے لکھی۔

"میں نے کتاب ملاحظہ کی۔ واللہ یہ تو گوہر بے بہا ہے۔ اگر علمائے ہند کی طرح مصنف کتاب کو خوشگوار فضا میسر آتی اور انکا دماغ اور فکر و نظر حسد کے تنگ پیمانے ٹوں میں محصور نہ ہو جاتے تو یقین کیجیے کہ مصنف مرحوم میدان تحقیق میں علمائے متاخرین کے امام و پیشوا ہوتے۔ واحسرتا و واسفا۔ ناموافق حالات اور ملازمت کی ذمہ داریوں کے باوجود ذوالقرنین۔ یاجوج ماجوج اور سد ذوالقرنین کی نسبت ایسی گرانمایہ تحقیق پیش کی ہے کہ آج تک آثار قدیمہ کے کتبات اور تاریخی تحقیقات کی فراہم کردہ معلومات دو قدم بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ آپ یہ سنکر حیران ہونگے کہ علمائے آثار قدیمہ نے اصطخر آباد کے مقام سے ایک کتبہ دریافت کیا ہے جسے دارا کا کتبہ بے ستون کہتے ہیں اس سے مصنف مرحوم کی تائید و توثیق ہوتی ہے اور بعض فرانسیسی مصنفین کی تحقیقات کا لب لباب بھی یہی ہے۔

پھر یہ کتاب ۱۹۵۹ء میں حضرت غلام حسن شاہ کاظمی مظفر آباد آزاد کشمیر نے بغرض مطالعہ طلب فرمائی اور مطالعہ کے بعد مسودہ واپس بھیجکر تحریر فرمایا کہ قاضی مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے ذی القرنین یا جوج ماجوج وغیرہ کی نسبت کتب اصطخر آباد اور فرانسیسی مصنفین کی نسبت جو حوالہ دیا ہے یہ ان کی ذاتی تحقیق اور کاوش نہیں ہے بلکہ یہ تمام بحث اور اخذ مطلب حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے ترجمان القرآن جلد دوم سے ماخوذ ہے اور مولانا مرحوم نے اس مقام کی شرح و بیان اور تفسیر و تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے ۔ مرحوم کی تصنیف بڑی جامع اور جدید تحقیقات سے متصل اور ممکنات ہے ۔

۲ ۔ **درنج اللآلی فی شرح الامالی** ان کی دوسری تصنیف ہے ۔ علماء و فضلا نے کثرت سے اسکی شرحیں لکھی ہیں ۔ اور کتابوں میں انکا تذکرہ موجود ہے ۔ لیکن کثرت کے با وجود یہ شرحیں ایسی نہیں ہیں کہ متن کی مشکلات اور مبہمات کی تفہیم اور گرہ کشائی کے لئے کفایت کرتی ہوں حقیقت یہ ہے کہ بہت سے اسرار و حقائق اور رموز و مشکلات قصیدہ امالی کے بدستور پردہ اخفا میں پڑے ہیں ۔ اور مستور ہیں اور شارحین نے ان سے اغماض کیا ہے ۔

مصنف مرحوم نے فارسی زبان میں اسکی شرح لکھی ہے اور حقائق کے انبار لگا دیئے ہیں ۔

۳ ۔ **توضیح مولائیہ چترال** ۔ یہ تیسری تصنیف ہے یہ کتاب فرقہ باطنیہ کی تحقیق میں ہے جو اس ملک میں مولائیہ کہے جاتے ہیں ۔ اس فرقہ باطنیہ کے مذہب کی تحقیقات اور حقیقت ۔ اور کتب فقہ و عقاید میں وہ کس نام سے موسوم ہیں ۔ ان کے متقدمین کے تاریخی حالات اور ان کے خلفاء کی تفصیل فرامشن خانہ حسن بن صباح ، ایران و شام کے اسماعیلیوں کے حالات اس میں درج ہیں ۔ کاظمی صاحب مظفر آباد نے اس کے مطالعہ کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ موضوع کے اعتبار سے بڑی جامع اور دلچسپ ہے ۔ اور اس قابل ہے کہ اسے سلیس اردو میں منتقل کیا جائے اور جہاں ضرورت ہو حواشی لکھ دیئے جائیں ۔

۴ ۔ **حواشی فقہ اکبر** ۔ چوتھی تصنیف ہے اس میں شرح فقہ اکبر کے متعلق وادق مقامات کی تشریح کی گئی ہے خاص طور پر شارح فقہ اکبر میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی کتاب غنیۃ الطالبین کی ان عبارات پر جہاں کلام کیا ہے کہ انکا مفہوم یہ ہے کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین گروہ مرجیہ سے متعلق ہیں لیکن ملا علی قاری کے جوابات کی عبارتیں از حد مشکل کہ مطالب کی تفہیم ان سے حاصل ہو جائے ۔ معاملہ بڑا ہولناک اور حیرت افزا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ایسی گرامایہ شخصیت اور گروہ احناف کو فرقہ مرجیہ باطلہ میں قرار دے ۔ لہذا علامہ قاری کے جوابات کی شرح اپنے فکر و ذہن سے لکھ کر علمائے موجودہ مثل قاضی القضاۃ مولانا عبدالرحمان چترال و قاضی عرفان الدین بٹ خیلہ و مولانا عبداللہ ریان زیارت کاکا صاحب علیہ الرحمۃ سے التماس کی کہ ان کی شروح بھی منگوائیں اور اپنی شرح کے ساتھ شامل کر دیں اور ناظرین سے التماس کی ہے کہ علامہ قاری کے مغلقات کے دفع و کشف ان چاروں شروح میں گہری نظر سے مطالعہ

کرکے الفاظ سے کام لیں کر وہ تفاوت از کجا است تا بکجا۔

۵۔ تاریخ چترال ان کی پانچویں تصنیف ہے جو ۱۸۹۲ء میں پہلی بار تیار کرکے حکام انگریزی کے پاس پشاور بھیجی گئی۔ پھر دوسری بار سنہ ۱۹۱۹ء میں اسکی نگارش کی ذمہ داریاں لے لی گئیں۔ موجودہ تاریخ چترال اردو اسی کی بنیاد پر ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کے مشاہیر رجال علما و سادات و مشائخ و شعرا کا تذکرہ تحفۂ روزگار بنا دیا ہے۔

۶۔ تاریخ خلفائے راشدین و سفرنامۂ ہندوستان وغیرہ جو بادشاہ کے حکم سے تیار کئے تھے شاہی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ رسالہ قضائے عمری اور کشف الحجاب و ہدایت التعلیم بھی ان کے آخری عالمانہ حقائق کے انبار کا خزینہ ہیں جو مسودوں کی شکل میں بکھرے پڑے ہیں۔

مرحوم رسمی علوم کے باوصف علم تفسیر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ شعر و سخن کی فصاحت و بلاغت میں انکا معیار بلند تھا۔ انھوں نے منقولات اور معقولات میں وسیع معلومات کا درجہ پایا تھا چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ تحصیل علم کے لئے پشاور میں مقیم تھے اور مشہور آریہ سماجی پنڈت لیکھرام کا غلغلہ بلند تھا اس کے مقابل پشاور کے تمام علمائے اسلام مذہبی مباحثہ کے لئے جمع تھے۔ علمائے اسلام کے علاوہ عیسائی بھی تھے اور ان کے پادری بھی۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی بھی پنڈت لیکھرام کے مقابلہ کے لئے موجود تھے۔ علامہ مرحوم بھی اس مذہبی اجتماع میں شریک تھے اور مرحوم نے پورے ڈیڑھ گھنٹے تک اسلام کی صداقت اور اس کی تردید میں کامل جوش بیان سے مباحثہ جاری رکھا۔ صدق مقال اور زور بلاغت کی دھاک بٹھا دی تھی۔

۷۔ دوسری بار یہ واقعہ پیش آیا کہ مرحوم شاہ امان الملک کی خدمت میں حاضر تھے کہ سنہ ۱۸۹۰ء میں پشاور کے ایک مولوی سید شاہ نے دین عیسوی قبول کر لیا تھا اور تبلیغ عیسائیت کی غرض سے بانگل کا فرستان حال نورستان کے سیاہ پوش کافروں کے گروہ میں پہنچے اور ناکام ہو کر واپس چترال آئے۔

شاہ امان الملک کی مجلس میں اکابر ملک بھی حاضر تھے اور پشاور کے سادات کا کاخیل و خان بہادر خواجہ خان حقانی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اس بھرے دربار میں سید شاہ سے مباحثہ پیش آیا۔ بحث نے مسلسل تین روز تک طول کھینچا۔ علامہ مرحوم نے ایسے جاذب قلب و روح انداز سے بحث و نظر اختیار کی اور شواہد کو نمایاں کیا کہ سید شاہ دین اسلام کا قائل ہوگیا اور زنار توڑ دیا۔ مذہب عیسوی سے تائب ہوا اور دوبارہ دولت اسلام سے مالا مال ہو کر کشمیر کے راستہ واپس چلا گیا۔

چیف کمشنر پشاور جب اس حقیقت سے مطلع ہوا تو اس نے ایک دستی خط کے ذریعہ جو سوار سرکار لایا تھا شاہ امان الملک مرحوم سے صورت حال دریافت کی۔ بادشاہ مرحوم نے جواب میں امر واقعہ کی تصدیق فرمائی۔

۷۷۔ اقبال نایاب

نایاب نسباً پرانے زوندرہ خیل سے تھا ایام جوانی کی قریب ہی بدخشاں چلا گیا۔ شاہان بدخشاں کے دربار میں رہ کر اس نے ادب و شائستگی کے قواعد سیکھے۔ خوبرو، خوش گفتار اور ہوشمند آدمی تھا۔ پھر جب وطن واپس آیا۔ تو شاہ امان الملک مرحوم کی خدمت میں باریاب ہوا اور منظور نظر ٹھہرا۔ اس نے بڑی برتری حاصل کی۔ بڑی شستہ اور فصیح فارسی میں گفتگو کرتا تھا۔ کئی بار والیان بدخشاں کے پاس بھی گیا تھا۔ اور لیکہ ظرافت طبع۔ بذلہ سنج اور حاضر جواب شخص تھا۔ اپنی خوبیوں کے باعث بار پاتا اور مقبول ہو جاتا۔

مہتر افضل الملک مرحوم جو چند دنوں کے لئے صاحب تخت ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی اسے اپنا مقرب خاص بنایا شیر افضل نے اپنی پہلی یورش کے دنوں اسے اعزاز سے رکھا اور وزیر خاص قرار دیا۔ سردار نظام الملک کے عہد میں نایاب کا ستارۂ اقبال گردش زوال میں آیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکا لڑکا شہزادہ مہتر افضل الملک کے قتل میں شریک اور اس گروہ کا سرغنہ تھا۔ اس جرم کی پاداش میں ہلاک بھی ہوا۔ نایاب اب خوف و ہراس میں سانس لینے لگا۔ سردار نظام الملک کے قتل کے بعد شہزادہ امیر الملک نے عنان حکومت سنبھالی تو اس نے اس کے تینوں بیٹوں میر الف، شیر الف اور شرلیف کے ساتھ اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے چھوٹے بچے سلامت رہے۔ اسکے قتل کے تین موجبات ہیں۔

(۱) اس نے بادشاہ مرحوم کے حقوق اور پرورش کی رعایت ملحوظ نہ رکھی اور شیر افضل کا آنا تھا کہ وہ اس کا خاص رازدار بن گیا۔

۲۔ اس کے لڑکے شہزادہ نے مہتر افضل الملک پر اس وقت تلوار کا وار کیا جب انکے جسم سے طائر روح پرواز کر چکا تھا۔

۳۔ اسے درۂ اوژیر میں بڑے وسیع اختیارات حاصل تھے جب شاہ امان الملک مرحوم نے شاہزادہ امیر الملک کو قلعہ شغور پر مامور کیا تو اس سے نایاب کے اختیارات میں کمی واقع ہوئی۔ بادشاہ کے ہاں شاہزادہ کی عیب جوئی کرتا۔ اس طرح شاہزادہ کی جانب سے مزاج شاہانہ میں تکدر آیا۔ اس بات کو شاہزادہ نے دل میں رکھا اور جب قدرت پائی تو ٹھیک وقت پر انتقام کی پیاس بجھائی۔

نایاب کی اولاد سے کوئی ایسا نہ اٹھا اور نہ اس قابل ہے کہ تاریخ کا داستان سرا اسکا تعارف کرائے۔

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد کے معززین

۷۸۔ صوبیدار میجر مبارک شاہ

مبارک شاہ بن حاتم شاہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں خاص مقربین سے تھا اس کا والد حاتم شاہ بڑا دلیر اور شمشیر زن شخص تھا

اور روش میں انسقالی کے منصب پر فائز تھا۔ مبارک شاہ جب اعلیحضرت کی خدمت میں ماریاب ہوا تو سفر و حضر اور دیگر ہر موقع پر اعلیحضرت کا ندیم اور مقرب بھی تھا۔ لمحہ بھر کے لئے بھی بادشاہ اسکی جدائی کو گوارا نہ فرماتے تھے۔ بذلہ سنجی و ظرافت گوئی کے علاوہ خوش تقریر بھی تھا۔ عہد قدیم کے بادشاہوں کے سوانح اور واقعات تاریخی اور حکایات سے باخبر تھا۔ فارسی و افغانی زبان پر عبور رکھتا تھا۔ اخبارات خصوصاً جبل المتین کا باقاعدہ مطالعہ کرتا تھا۔

(۱) ریاست میں جب باڈی گارڈ قائم ہوا۔ اس نے صوبیداری حاصل کی۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ جنگ برکوٹ میں وہ شامل تھا۔ مردانہ وار لڑا اور مظہر شجاعت ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں وہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں داخل ہوا۔ پھر حاکم ارندو کا منصب حاصل کیا۔ ۱۹۲۲ء میں اعلیحضرت مرحوم کی معیت میں حج بھی کیا۔ جب وطن واپس پہنچا وفات پائی۔

(۲) شکور من شاہ و قباد شاہ اس کے دونوں بھائی اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑے لائق اشخاص تھے دروش سے ارندو تک انسقالی کے منصب پر مامور تھے۔ انسقالی کا منصب محض اظہار کے طور پر کہتے تھے درحقیقت وہ بڑے وسیع اختیارات کے مالک تھے اور لائق ترین اہلکاروں میں محسوب تھے عزت و اعتبار رکھتے ہیں۔

(۳) فتح محمد خان و حیدر قلیخان صوبیدار میجر مبارک شاہ کے لڑکے والد کے انتقال کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے مراحم شاہانہ کے سزاوار ہوئے اور پرورش پاتے رہے فتح محمد خان کو صوبیداری ملی۔ معتبر ہوا اور باپ کی جاگیر حاصل کرنے میں کامیاب رہا اور بدستور اس پر قابض رہا۔ انکا انتقال ہوا۔

(۴) حیدر قلیخان باڈی گارڈ کے توپ خانہ میں صوبیداری کا عہدہ پایا۔ پھر ریاستی مسلم لیگ میں سکریٹری کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں ایڈوائزری کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ اور معزز ٹھہرے۔ اور اپنی ذاتی سرمایہ داری سے رفاہ عامہ کے مشغلوں میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ لائق نوجوان اور پولو کے بہترین پلیئر ہیں۔

شاہزادہ غازی الدین خان مرحوم فخر نے اس کے خاندان میں رضاعت اور تربیت پائی تھی لہذا اس خاندان کے اعزاز و مراتب کا باعث ہوا۔ ریزدی مقام کی جاگیر پر بدستور حیدر قلی خان کا قبضہ ہے۔ اور نئی تنظیم کے بعد بھی وہ اسی کو ملی ہے۔

۷۹- قربان محمد و نیاز محمد یہ دونوں توامین کے بھائی ہیں اور موضع کشم کے باشندے توشہ قوم سے نسبت رکھتے ہیں ۱۸۹۵ء کے محاصرہ میں محصورین میں شامل تھے۔ جب محاصرہ ختم ہو گیا تو محصورین قلعہ اپنی خدمات کے صلے میں انعام و اکرام کے مستحق ہوئے۔ اور ان کو موضع کشم کی چار ویلی کا منصب تفویض ہوا۔ انکا تیسرا بھائی فراغت شاہ بھی محصورین میں شامل تھا لیکن مہتر شیر افضل خان کے لشکریوں کے

دھوکا دہی اور حیلہ سے باہر نکل کر ان کے ہاتھ گرفتار ہوا اور اسکو قلعہ کے باہر کھڑا کر کے قربان و نیاز محمد کو آواز دی گئی کہ اگر تم قلعہ کے باہر نہ آئے تو تمہارا بھائی قتل کر دیا جائیگا۔ انھوں نے بھائی کے قتل کو اس بات پر ترجیح دی کہ محصورین سے علیحدگی اختیار کر کے غداری کا ٹیکہ ماتھے پر نہ لگائیں گے۔ چنانچہ فراغت شاہ شیر افضل خان کے لشکریوں کے ہاتھوں قتل کیا گیا اور اسکا جنازہ وہاں سے اٹھا کر سیر جنالی میں دفن کیا گیا۔

۱۹۰۷ء میں جب اعلیحضرت مرحوم کے فرزند اولین شاہزادہ محمد ناصر الملک تولد ہوئے تو دونوں بھائی مزید اعتبار و اعزاز کے سزاوار ہوئے اور شاہزادہ کی رضاعت ان کے سپرد ہوئی۔ ذریعہ معاش کے لئے جاگیر اور اراضی عطا ہوئی۔ اور خاص چترال میں زمینیں پائیں۔ قدیم سے اس ملک میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ شاہزادوں کی رضاعت اور تربیت جس کے سپرد کی جائے تقرب و ترقی کی کلید اس کے ہاتھ آجاتی ہے اسی طرح یہ دونوں بھائیوں نے مراعات زمین و جاگیر و عزت میں کامیابی پائی۔

۱۹۳۶ء میں جب محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو ان دونوں کو عدلیہ کونسل چترال کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ مزید برآں قربان محمد کو چترال کی حاکمی کے منصب پر ممتاز فرمایا۔ یہ دونوں حج بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مابعد یکے بعد دیگرے ۱۹۳۷ء و ۱۹۳۸ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ دونوں سادہ مزاج نیک کردار نماز و عبادت کے پابند تھے۔ اور شاہی حقوق کے پاسدار تھے۔

(۲) قربان محمد کے لڑکے عبدالرحمن خان و حکیم محمد خان اور امیر محمد خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شاہی ملازمتوں میں داخل تھے۔ ہز ہائی نس ناصر الملک مرحوم کے عہد میں عبدالرحمن خان نے باڈی گارڈ میں لفٹننٹ کا منصب حاصل کیا اور والد کے انتقال کے بعد حاکم چترال کا منصب بھی پایا تھا۔ ۱۹۳۷ء کو تجارتی وفد میں شامل ہو کر شاہزادہ محمد حسام الملک کے ساتھ کابل گیا۔ اور ہز ہائینس مرحوم کے عہد میں معزز رہا۔ نئی تنظیم کے بعد ۱۹۵۴ء میں تحصیلدار مقرر کیا گیا۔

حکیم محمد خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چونکہ محکمہ تعمیرات کا ناظم تھا برابر اسی طرح اس عہدہ کی ذمہ داری پر مسلسل نئی تنظیم کے اجرا تک بحال رہا۔ یہ اس محکمہ کے کاموں میں وسیع تجربات کا مالک ہے۔

امیر محمد خان ہز ہائینس مرحوم کے عہد میں بازار چترال کا ناظم تھا۔ بعد ازاں شاہی دربار کی خانگی ضروریات کی خدمات پر مامور رہے

۳۔ نثار احمد خان حاجی نیاز محمد کے فرزند ہیں حصول علم کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں دفتری ملازمت پر مامور رہا۔ دفتر مالیہ و دفتر محاسبہ میں متعلقہ خدمات انجام دیتا رہا۔ ۱۹۵۳ء میں نئی تنظیم کے بعد موجودہ ہز ہائینس کے سیکرٹریٹ میں داخل ہوا۔ وہاں سے تبدیل ہو کر دفتر خزانہ میں ہیڈ کلرک کی آسامی پائی پھر وہاں سے تبادل ہوئے اور اب تحصیلدار ہیں۔ ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد

لفٹننٹ عبدالرحمان سابق تحصیلدار

مولوی نثار احمد خان تحصیلدار چترال

بابو عبدالرشید خان سکرٹری مالیہ

صوبیدار حیدر قلیخان
سابق ممبر کونسل مشاورتی چترال

میں سفر حج میں شامل رہا تھا۔ سفر حج کے تمام اخراجات کا منصرم اور بڑا معتمد تھا۔ انکا دوسرا بھائی محمد خان مرحوم تعلیمیافتہ تھا۔ سرکاری اور ریاستی ملازمتوں پر مامور رہ کر اعتبار رکھتا تھا۔

۴۔ بابو عبدالرشید خان اس خاندان کے پوتوں سے ہیں کہ جنکا دادا فراغت شاہ محاصرہ ۱۸۹۵ء میں شیر افضل خان کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ بابو عبدالرشید خان نے آگرہ میں تعلیم پائی وہاں سے ۱۹۳۵ء میں چترال واپس آیا اور دفتری ملازمت میں داخل ہوا ۱۹۳۶ء میں محکمہ تعمیرات کا اہلکار بنا اور بیاسات سال تک خدمات انجام دیکر معتمد ہوا۔ ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے عہد میں جب ریاست میں سیاسی شورش کا انکشاف ہوا۔ تو بابو عبدالرشید بھی گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جب معلوم ہوا کہ ان پر محض تہمت لگائی گئی تھی ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور محکمہ تجارت میں منتظم اموز بازانہ کا عہدہ حاصل کیا۔ ریاست میں اسوقت مشاورتی کونسل کے الیکشن ہو رہے تھے۔ چنانچہ بابو عبدالرشید بھی اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو کر الیکشن میں حصہ لینے لگے اور ایک بہت بڑی جماعت کی حمایت حاصل کر لی۔ مگر بعض سیاسی وجوہات سے اسمیں کامیاب نہ ہو سکا لیکن ہز ہائینس سیف الرحمٰن مرحوم نے ان کو نامزد شدہ ممبروں میں داخل فرمایا اور ایڈوائزر کونسل کے ممبر بنے۔ اور چار سال تک اس عہدہ پر دیانتداری سے خدمات انجام دیں اسکے بعد صدر مسلم لیگ چترال کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔

۱۹۵۷ء میں دفتر مالیہ کا سابقہ سیکرٹری جب سبکدوش ہوا تو ان کی جگہ دفتر مالیہ میں سیکرٹری کے فرائض تین سال تک انجام دیئے۔ اس کے بعد علاقہ قوہ کیھو کی تحصیلداری پر مامور ہوئے پھر وہاں سے تبدیل ہو کر دوبارہ دفتر مالیہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ پرجوش اور سیاسی فکر و نظر کے نوجوان ہیں۔

۵۔ عبدالرحمٰن خان کے لڑکے سردار الدین و ظہور الدین اور حکیم محمد خان کے لڑکے اسرار الدین و معراج الدین اور امیر محمد خان کے لڑکے قطب الدین و ربیع الدین نئی تعلیم سے آراستہ اور ریاستی و سرکاری ملازمتوں پر مامور اور برسر کار ہیں خصوصاً اسرار الدین خان پشاور یونیورسٹی سے ایم اے تک تعلیم کر کے جب چترال واپس آئے۔ تجربہ حاصل کرنے کے لئے ملازمت میں داخل ہو کر وزیر تجارت کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر تحصیلدار ہوئے مگر چونکہ ان کا تعلیمی معیار بلند تھا اور وہ تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہتے تھے اس لئے سرکاری خرچ کی منظوری سے اکتوبر ۱۹۶۱ء میں لندن یونیورسٹی چلے گئے جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۸۰۔ خانصاحب تمین خان یہ الیون کے باشندے ہیں۔ شاہزادہ امیر الملک کے عہد میں ان کو بڑا تقرب حاصل تھا۔ جب عمرا خان والی جندول کے لشکر کے ساتھ چترال کے لوگوں سے دروش میں جنگ کی تھی تو تمین خان نے بہت بڑی بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ اور تین آدمیوں کو اپنی تلوار کے وار سے خاک و خون میں تڑپا کر ڈھیر کر دیا۔ اور خود بھی شدید زخم کھائے۔

جب شہزادہ امیر الملک ہندوستان میں بھیجا کر نظربند کر دیئے گئے تو ہز ہائی اعلیٰ حضرت شاہ شجاع الملک

کیخدمتیں حاضر ہوا۔ اور ملازمت میں رفتہ رفتہ مقرب ہوکر اہلکار بن گئے۔ بازار چترال کا منتظم تجارت بنا اور خزانہ میں دیوان بیگی کا عہدہ پایا۔ پھر ریاست کے باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی اور جنگ برکوٹ میں شامل ہوکر بڑھاپے کے باوجود جوانمردی کا ثبوت دیا۔ افغانوں پر بھرپور حملہ کرکے مجروح ہوئے مگر اپنے ملک کی آن قائم کردی۔ سرکار انگریزی نے ان شائستہ خدمات کے صلہ میں ان کو خانصاحب کا خطاب دیا۔ اور اعلیحضرت مرحوم نے اس خدمت کے صلہ میں ان کو ایون کا حاکم بنا دیا۔ ایون کی جاگیر اور صوبیداری میں اسکے [illegible] اضافہ کی۔ اور شاہزادہ محمد شہاب الدین خان کو ان کے گھر بھیجکر تمین خان کو شہزادے کا شیر پدر بنایا۔ تاکہ اس کا وقار اور عزت قائم رہے۔ مگر جب تمین خان کا انتقال ہوا تو زوال آگیا۔ نہ وہ عروج رہا نہ اس کا بڑا لڑکا اپنے عہدے پر قائم رہا۔ انکا دوسرا لڑکا جمعدار تھا وہ اعلیحضرت کی نوازش سے معتبر ہوا۔

۱۸۔ قاضی محمد جہان خان

قاضی صاحب لوٹکوہ کے قاضی زادوں سے ہیں جب پشاور سے تحصیل علوم متداولہ کے بعد چترال واپس آئے تو اعلیحضرت مرحوم کی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ چنانچہ علم دوست اور ہنر پرور بادشاہ نے انہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور قرب ملازمت میں داخل فرمایا۔ اور اپنا ایڈیکانگ مقرر فرمایا۔ نیز قیام درباتش کے لئے دغین مقام میں عمدہ زمین عطا کی گئی۔

۱۹۲۴ء میں اعلیحضرت کے حکم سے ننلگی بنگال گئے۔ وہاں سے شاہزادہ امیرالملک شاہزادہ شیر افضل خان کی ہڈیوں کو تابوت میں ڈلوا کر بڑے احترام سے چترال پہنچایا جو بحالت قید وہاں رحلت کر گئے تھے۔ ہز ہائی نس سر محمد ناصرالملک و ہز ہائی نس محمد مظفرالملک مرحومین کے عہد میں بدستور اپنے مرتبہ و مقام پر معزز رہے۔

۱۹۴۹ء میں جب ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم تربیت کے لئے پشاور گئے اور ان کی واپسی کا عرصہ طول پکڑ گیا اور ریاست میں اتحادی لیگ کی ضرورت محسوس ہوئی تو قاضی محمد جہان خان نے اس جماعت کے سربراہوں کی حیثیت سے چارہ سازی کی تدابیر پیش کیں اور یکجہتی کی قرارداد و نصب العین کا اعلان کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انکی سیاسی قابلیت اور ذہنی شعور نے اس جماعت کے نظام کا غلغلہ بلند کیا۔ اور ان کی آواز جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں لوگ ان کی ہمنوائی میں جلوس نکال کر شاہراہوں پہ آگئے۔ اور لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔

قاضی صاحب شاہی خاندان کے خیر خواہوں میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں اور بڑھاپے کے باوصف کسی اور سیاسی تحریک کو اٹھانے کے لئے پھر بھی انکی قابلیت جوان نظر آتی تھی مگر افسوس کہ دست اجل نے مہلت نہ دی۔ اور ۱۹ رجولائی ۱۹۶۰ء کو وفات پاگئے۔

۸۲۔ مرزا سعد اللہ خان

آپ بھی تورکہو کے قدیم زوندرہ خیل سے نسبت رکھتے ہوئے وہاں کے باشندوں سے ہیں اور مہتر امان الملک کے عہد میں بغرض تعلیم پشاور بھیجا گیا۔ اعلیحضرت مرحوم اوائل ایام تخت نشینی میں فارسی واردو کی تعلیم حاصل کر کے چترال واپس آئے اور اعلیحضرت مرحوم کی استاذی کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۸۹۷ء میں اعلیحضرت کی حضور نویسی میں وہ بھی شامل رہا۔ پھر دروش چلے گئے جہاں سرکاری کاروبار پر مامور رہا۔ ۱۹۰۲ء میں آپ نے شاہزادہ محمد حسام الملک کو اپنی رضاعت میں لیا اور دودھ پلانے رضاعی باپ ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں چترال واپس آتے اور سرکاری کاروبار میں اتالیق منتظم کل ریاست کے مددگار ہوئے۔ اور چترال میں رہائش گذر اوقات کیلئے زمین بھی حاصل کی۔ اور مستقل رہائش اختیار کی۔ شاہی ضروریات کے لئے پشاور سے سامان خرید کرلاتے تھے۔ اور توشہ خانہ کے مال واسباب بھی اسکی نگرانی میں رہتے تھے۔ ہندوستان و پشاور کے بڑے بڑے اہل تجارسے انکے مراسم وعلایق قائم تھے ۱۹۱۲ء میں اس نے شاہی خزانہ سے رقم لے کر ایک بڑی دکان بھی بازار میں قائم کی۔ جو رفاہ عامہ کے نام سے مشہور تھی۔ مگر ناتجربہ کاری سے بجائے فائدہ کے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

۷ جنوری ۱۹۱۶ء میں انتقال فرمایا۔ ایک لڑکا عبداللہ خان یادگار رہا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا۔ اسلامیہ کالج پشاور میں شاہزادوں کے ساتھ تعلیم پاتا رہا۔ تعلیم کے بعد جب واپس آیا۔ خزانہ ریاست میں دفتری امور پر مامور رہا۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں اس نے بڑا اعتبار حاصل کیا تھا۔ جب فوت ہوا تو اس کا لڑکا محی الدین خان اس ملازمت پر قائم رہا۔ مگر مسلم لیگ میں اثر و رسوخ رکھنے کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں۔ اس کے دوسرے بھائی احمد اللہ جان نے سکول میں تعلیم حاصل کرکے انٹرنس پاس کیا اور ریاستی ملازمت میں مامور رہے۔ عبداللہ خان مرحوم کے ۷ لڑکے ان کے خاندان کو آباد رکھے ہوئے ہیں جن میں تین لڑکے تعلیمیافتہ بھی ہیں۔

۸۳۔ شیر خان حاکم

شیر خان قبیلہ زوندرہ کی ایک شاخ سنگیعہ سے متعلق ہیں۔ مہتر افضل الملک مرحوم کے عہد میں ان کی ملازمت سے وابستہ تھا۔ صلاحیت کار اور قابلیت ذاتی کا جوہر رکھتا تھا۔ دکلائے چترال کی معیت میں کئی بار دربار کشمیر میں بھیجا گیا۔ مہتر افضل الملک کی وفات کے بعد سردار نظام الملک نے شیر خان کو برٹش افسر کپتان گرڈن متعینہ چترال کے ساتھ مقرر کردیا کہ وہ اردو زبان میں بخوبی بات چیت کرتا تھا۔ محاصرہ چترال کے بعد کپتان گرڈن نے ایک سو سرکاری سپاہی اس کے ہمراہ کرکے ریشن بھیجدیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ ریشن مقام کے لوگوں کو مناسب تنبیہ و تادیب کیجائے۔ کیونکہ انہوں نے محمد عیسیٰ خان کی حمایت کا دم بھرا تھا۔ اور محمد عیسیٰ خان نے سرکاری سپاہیوں کو گھیرنے میں لا کر ہلاک کیا تھا۔ شیر خان وہاں گیا اور حسب الحکم تعمیل کی۔ اسکے نتیجہ کے طور پر محاصرہ چترال کے بعد علاقہ ریشن کی چارویلی اسے تفویض کی گئی۔ اور سابقہ چارویلیہ خوشبوئی کو موقوف کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اسے ریشن میں زمین بھی دے دی گئی۔

۱۹۱۴ء میں جب علاقہ مستوج اعلیحضرت کی تحویل میں آیا۔ تو شیر خان کی قسمت جاگی ملک کے معتبروں میں
میں شامل ہوا۔ اور صوبیداری کا عہدہ پایا۔ پھر علاقہ کوہ مستوج کا حاکم بنایا گیا۔ اور اسکا لڑکا امیر خان باپ
کی صوبیداری پر مامور کیا گیا۔ پھر شیر خان کو صوبیدار میجر کا خطاب ملا۔

اعلیحضرت مرحوم نے اسکی مزید عزت افزائی اس طرح کی کہ اپنی شہزادی کو اس کی تربیت میں دیدیا
جب وہ فوت ہوگئیں تو اپنے شاہزادہ خلیل الملک کو رضاعت و تربیت کے لئے اس کے حوالہ کیا۔ مگر
تقدیر اس طرح واقع ہوئی کہ شاہزادہ خلیل الملک بھی انتقال کر گئے۔

شیر خان کونسل عدلیہ کا ممبر ہوا اور جب تک زندہ رہا اس ممبری پر مامور رہا۔ کونسل کے ممبروں
میں اپنے تجربات اور معلومات کی بنا پر لوگوں کی عرضیاں خوب سنتا تھا اور انصاف سے کام لیتا تھا۔

اسکا لڑکا امیر خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اے ڈی کانگ میں بھی شامل تھا۔ اور والد کے انتقال
کے بعد حاکمی کا منصب حاصل کیا۔ اور فوجی ملازمت میں لفٹنٹ کے عہدہ پر ترقی پائی۔ چوشیلا چوگان باز تھا
مقابلہ کی میچوں میں اکثر غالب رہتا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں انتقال کیا۔ اسکا بھائی محمد راضی خان موجودہ ہز ہائی
نس کی ملازمت پر دلاوت سے مشغول رہا ہے اور وہ باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔

عہد اعلیحضرت کے بعض اہلکاروں کا بیان

۸۴۔ اتالیق مرزا خان

مرزا خان خاص چترال کے باشندوں سے تھا۔ مہتر افضل الملک اور
سردار نظام الملک کے عہدوں میں اپنی مفروضہ خدمات سے امتیاز
پایا۔ مہتر افضل الملک مرحوم کے عہد میں مقرب خواص سے تھا۔ دراسن اور مستوج میں اتالیقی کا منصب
رکھتا تھا۔ اور اپنی ملازمت کے دوران میں اس نے دراسن کے بشر مقام میں ایک زمین بھی پائی تھی۔ جس کی
قیمت بھی ادا کی تھی۔ اور مہتر افضل الملک سے سند بھی حاصل کی تھی۔ شیر افضل خان کی یورش میں جب
مہتر افضل الملک قتل ہوئے تو مرزا خان اور حاکم عبداللہ خان رضا خیل یارخون دونوں مستوج سے
گلگت پہنچے۔ جہاں سردار نظام الملک رہتے تھے۔ اور ان کو چترال کی صورت حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ
سردار نظام الملک گلگت سے چترال کی طرف روانہ ہوئے۔ اور غذر پہنچے۔ یہاں محمد عیسیٰ خان کی معیت
میں شیر افضل خان کے لشکر نے مزاحمت کی اور جنگ کی۔ سردار صاحب کی معیت میں اہل کیجوت کے
سرکاری دستے بھی تھے۔ اس جنگ میں مرزا خان نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا کہ محمد عیسیٰ جیسے بہادر
سردار کا مقابلہ کیا اور اس سے بندوق تک چھین لی۔ اور مہتر نظام الملک کی خدمت میں پیش کی۔ جب سردار
نظام الملک تخت نشین ہوئے تو اس خدمت کے صلہ میں خاص چترال میں ایک بڑی زمین اسکو عطا کی۔

اور ریاست کے معتبر لوگوں میں شمار ہوا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب جنگلات کا نیا انتظام شروع ہوا تو مرزا خان پہلا شخص تھا جو دروش میں جنگلات کا افسر مقرر ہوا۔ تریچ جہاں ہرتال کی برآمد سے ریاست کو بڑی آمدنی ہوتی تھی۔ وہاں کے انتظام کان کنی میں مرزا خان کی خدمات سب سے پہلے حاصل کی گئیں۔ اسی طرح انہوں نے متعدد داخلیات شاہی مثلاً شغور اور مگبس بیاں استقبالی کے فرائض انجام دیئے۔ ہزہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم سے رضاعت کا تعلق بھی رکھتے تھے۔ مہتر افضل الملک اور سردار نظام الملک نے اپنے دوران حکومت میں جس کشادہ دلی سے مرزا خان کی پرورش کی۔ اور مہربانیاں روا رکھیں۔ خاص چترال میں صرف یہ ایک شخص تھا جو بیان ہوا۔ لیکن جب اس کے ایک لڑکے وزیر خان نے پشاور میں انٹرنس تک تعلیم حاصل کی تو اعلیحضرت نے اس کو چترال میں بلایا۔ تاکہ اسکی خدمات حاصل کرے۔ مگر وہ نہ مانا اور چترال نہ آیا۔ جس پر مرزا خان مورد عتاب شاہی ہوا۔ اور اسکی تمام عطیہ زمینیں ضبط ہوگئیں۔ مرزا خان کا انتقال ہوا اور اس کے لڑکے گھاٹے میں رہے محمد وزیر اب تک پشاور میں مقیم ہے اور ملازمت کر کے گذر اوقات کرتا ہے اور تارک وطن ہے۔

مرزا خان مرحوم کے بنیرہ فضل اکبر نے چترال میں ہی انٹرنس پاس کیا۔ اور اب اِن سنٹر میں ملازمت کرتا ہے۔ بیشتر مقام کی زمین کے بدلہ میں جو زمین اس نے چترال میں پائی تھی اس کا آدھا حصہ اس کے پاس موجود ہے اور اسی پر گذر کرتا ہے۔

۸۵۔ صوبیدار مرجان خان

یہ خاص چترال کا باشندہ اعلیحضرت مرحوم کے ابتدائی ایام جلوس کے بعد ملازمت میں داخل ہوا اور پانی پلانے کی مخصوص خدمت حاصل کی۔ جو اعتماد پر منحصر ہے۔ رفتہ رفتہ معتمد ہوا۔ اور ریاستی باڈی گارڈ میں جمعداری پائی۔ پھر ترقی کر کے صوبیداری کا منصب حاصل کیا۔ اور ساتھ ہی شاہی خزانہ میں تحویلدار ہوا۔ اور شاہی توشہ خانہ بھی اس کی تحویل میں دیا گیا اور طویل ملازمت سے اعتبار حاصل کیا۔

اسکے انتقال کے بعد اسکی مفروضہ ملازمت بدستور اس کے لڑکے دورانی خان کو تفویض ہو کر ریاستی باڈی گارڈ میں عہدہ جمعداری سے نوازا گیا۔ لشکر مجاہدین کشمیر کے ساتھ لداخ بھی گیا۔ بدستور توشہ خانہ کا محافظ ہے اور تعلیم سے بھی بہرہ مند ہے۔

۸۶۔ عبدالحمید خان عاکم

خاص چترال کا باشندہ ملا نذیر شاہ مشہور عالم و فقیہہ کے فرزند ہیں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس نے یہ خدمت حاصل کی کہ نواب دیر و خوانین جندول وغیرہ کے پاس نامہ و پیغام کا قاصد رہا۔ طالب علمی کے ایام میں زبان سیکھی تھی۔ اسکی یہ خدمات منظور ہوئیں اور چترال میں افسر جنگلات کا عہدہ حاصل کیا۔ ہزہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں ریاستی پولیس میں سپرنٹنڈنٹ

کا مرتبہ حاصل کر کے مزید اعتبار پایا۔ رفتہ رفتہ علاقہ ارندو کا حاکم ہوا۔ لائق شخص تھا۔

۸۷۔ لفٹنٹ مفتاح الدین یہ بھی ملائے موصوف کے فرزند ہیں۔ پشاور میں مروجہ تعلیم حاصل کر کے جب چترال واپس آیا شاہی خزانہ میں کاتب رہا۔ اور بتدریج اعلیحضرت کے نکتہ نگاہ میں خزانہ کے کاروبار میں مستقل معتمد ہوا۔ اور ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں صوبیدار خزانہ کا عہدہ پایا۔ پھر رفتہ رفتہ اپنی ملازمت میں ترقی کر کے لفٹنٹ کا درجہ حاصل کیا۔ اور علاقہ ارندو کا حاکم ہوا اور شاہی مراعات سے زمین بھی پائی۔ مشیر امور بھی رہا۔ ہز ہائی نس کی تخت نشینی کے تین سال بعد علالت کی وجہ سے کاروبار ریاست میں براہ راست نگرانی سے متعذر رہے۔ اندرونی امور کے ذمہ دار چند مخصوص مقربین تھے۔ جنمیں مفتاح الدین بھی شامل تھا۔ سیاسی شورش کے دوران عوام نے ان کے خلاف جذبات و شکایات کا اظہار بھی کیا۔ اور سرکاری حکم سے کچھ عرصہ کے لئے ملازمتوں سے بھی علیحدہ رہے۔ مگر ہز ہائینس مرحوم کی وفات تک مقربین اپنی ملازمتوں پر بدستور بحال رہے۔

مفتاح الدین بحیثیت حاکم ارندو لاوری سڑک کی نئی تعمیر میں منتظم رہا۔ اور اسکی نگرانی میں یہ کام انجام کو پہنچا۔ ۱۹۵۴ء کی نئی تنظیم کے بعد مفتاح الدین تحصیلدار منتخب ہوا۔ ابھی تک اپنی ملازمت پر مامور ہے۔ لائق شخص ہیں۔ سیاسی خیالات کے مالک ہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر ترجمان سرحد ملک امیر عالم خان اپنے دورہ چترال کے تاثرات میں وثوق سے لکھتے ہیں کہ لفٹنٹ مفتاح الدین چترال میں بڑے سرمایہ دار اور قومی تحریک میں حصہ لینے والے شخص ہیں۔ انھوں نے اپنی معلومات کے طفیل عوام کی خدمت بھی کی اور فیاضی سے بھی کام لیا۔ لہٰذا وہ عوام میں بھی مقبول ہیں۔ انکے دو لڑکے تعلیمیافتہ ہیں بڑا لڑکا سراج الدین تھانیدار ہے اور دوسرا شہاب الدین سپر ایکسائز انسپکٹر ہے۔

۸۸۔ صوبیدار فضل اعظم ایون حال باشندۂ ایون سمرقندی قوم سے نسبت رکھتے ہیں۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اپنی ملازمت میں ہز ہائی نس اور علاقہ دروش کا جنگلی افسر ہوا۔ پھر ریاستی گودام بھی اس کی تحویل میں آئی اور سرکاری فوج کی سپلائی کا کام بھی اسکو تفویض ہوا اور اعتبار پایا۔

وہاں سے جب ایون واپس آیا۔ چارویلی اور صوبیداری کے مشترکہ عہدوں کے ساتھ ریاستی گودام اور شاہی زمینوں کی انتظامی بھی اسکی تحویل میں دی گئی۔ لائق شخص تھا۔

انکے انتقال کے بعد اسکا لڑکا عبدالاعظم باپ کے عہدوں کا مالک ہوا۔ اس سے قبل وہ ریاستی دفتروں میں بھی کاتب رہا تھا۔ اور محکمہ پولیس کا انچارج بھی تھا۔ اسکے انتقال کے بعد اس کا بھائی عبدالاعظم ایون میں صوبیداری اور چارویلی کے عہدوں سے کامیاب رہا۔ نئی تنظیم کے بعد کلکٹر ہوا۔ اب دروش میں جنگلی افسر ہے۔ انکا بڑا لڑکا سیف الاعظم تھانہ پولیس فورس میں کوارٹر ماسٹر ہے اور تھانیداری کا امیدوار ہے۔

مسٹر حاصل پناہ ہیڈ کلرک
دفتر ریڈر وزیر اعظم چترال

لفٹننٹ مفتاح الدین تحصیلدار لٹکوہ

دیوان بیگی زر مست خان چترال

مسٹر مقرب خان وزیر تجارت ریاست چترال

اِس قوم سمرقندیہ کے اور افراد بھی علاقہ دروش میں معتبر لوگ مانے جاتے ہیں۔ لادی مقام میں مقصود اور اس کا لڑکا جہاندار شاہ امان الملک کے عہد میں شیر موڑی کے واسطے سے معتبر تھے۔ جہاندار کا لڑکا ملک اعظم پاسنی باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔ اور احمد شاہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شہزادہ امیرالدین خان کا نسبتی باپ قرار پایا۔ اور شاہزادہ کو اپنے گھر لے گیا۔ تاکہ اسکی تربیت کرے احمد شاہ بڑا قادرالکلام ادیب ایک شخص تھا اور اس کا نواسہ الغانی جمعدار اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔ اور کمیٹی کا ممبر رہا۔ معتبر شخص تھا۔

غلام رسول چارویل ارغوشچ بھی اس قوم سے تھا۔ جس کے لڑکے عظمت شاہ نے جنگ برکوٹ میں اپنی بہادری سے پل بشگلوغ پر دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

۸۹- دیوان بیگی زبردست خان

یہ خاص پھپ علاقہ تورکہو کے باشندے اور شادیہ قوم سے نسبت رکھتے ہیں اس کے آباؤ اجداد میں اور لوگ بھی معتبر تھے۔ چنانچہ دستور خان شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں معتبر شخص تھا۔ اور شیر موڑی کے واسطے سے زمین بھی پائی۔ اور بیادل کا عہدہ بھی حاصل کیا۔ اور اسکے لڑکے شاہ قولی۔ وقبال اور غلام بھی شاہی ملازمتوں سے معتبر تھے۔ زبردست خان بھی اس قوم کا فرد ہے۔ جب اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت میں داخل ہوا تو باڈی گارڈ میں جمعداری پائی اور خصوصی توشہ خانہ کی تحویلداری اس کے سپرد ہوئی۔ اعلیحضرت مرحوم نے اسکو اپنے نواسہ پیرزادہ بغداد شریف کا فرزند بھی بغرض تربیت حوالہ فرمایا۔ تاکہ اس کا اعتبار بڑھ جائے۔ بتدریج ہز ہائی نس محمد مظفرالملک مرحوم کے عہد میں زبردست خان کا بڑا رسوخ ہوا۔ خزانہ اسکی تحویل میں دیا گیا۔ دیوان بیگی کا خطاب حاصل کیا اور باڈی گارڈ میں لفٹنٹ ہوا۔ ساتھ ہی ذریعہ زندگی کے لئے خاص شاہی زمین کا ایک بڑا حصہ مع مکانات و فرش و ظروف بھی اسے عطا ہوئے۔ زبردست خان ہز ہائی نس مرحوم کے خاص مقربین میں محسوب تھا۔ ناخواندہ ہیں مگر لڑکوں کو تعلیم دلوائی اور وہ تعلیم سے بہرہ یاب ہو کر ہائی سکول چترال میں ماسٹر ہیں۔ میر فیاض خان و محمد ولی خان دونوں لائق ہیں۔

۹۰- صوبیدار سفید خان

یہ خاص اندر علاقہ خزرہ کے باشندے اور شیر قوم سے نسبت رکھتے ہیں انکا باپ پور شیرت سے مشہور ہے اعلیحضرت مرحوم کو دودھ پلایا تھا۔ اور ان کی تخت نشینی کے بعد حرم سرائے شاہی میں خدمات پر مصروف رہا۔ اور ادھر ہی مع عیال کے مستقل رہائش رکھی سفید خان کی پیدائش شاہی دربار میں ہوئی سن تمیز حاصل کرنے کے بعد شاہزادوں کے ساتھ پشاور اور ڈیرہ دون میں بغرض تعلیم بھیجا گیا۔ کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب واپس آیا تو ڈرائیوری کی تعلیم کے لئے لاہور بھیجا گیا وہاں سے ڈرائیوری پاس کر کے اعلیحضرت مرحوم کا ڈرائیور مقرر ہوا اور آنریری صوبیداری کا خطاب حاصل کیا۔ ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے عہد میں کچھ مزید اعتبار حاصل کیا۔ اور اسکی صوبیداری کمپنی کے ساتھ منتقل ہوئی۔ اور موٹر سروس کا انچارج بھی ہوا۔ نئی تنظیم کے بعد سفید خان کا تحصیلداری کے لئے انتخاب ہوا۔ اور تحصیلدار رہا

تحصیلداری سے بتدریج ترقی کرکے ۱۹۶۱ء سے ریاست چترال کے وزیر تجارت ہیں۔ سیاسی سوجھ بوجھ کے شخص ہیں۔ اور عوام سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انکی تصویر شامل ہے۔

۹۱- حاجی شمس پناہ

ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں اس نے اپنی دیرینہ خدمات کی وجہ سے اعتبار پایا۔ اور ہز ہائی نس نے اس کو توشہ خانہ کی تحویلداری تفویض فرمائی اور ساتھ ہی اسکو اپنے خواص میں سفر حج کے ہمراہیوں میں شامل فرمایا۔ ہز ہائینس اسکی خدمات سے خوش تھے۔ لہذا اسکی گذر اوقات کیلئے نوآباد زمین چرن میں عطا کرکے اپنے ذاتی مصارف کی رقم سے اور زمین خریدی اور بخش دی۔ سکاؤٹس میں شمس پناہ حوالدار میجر تھا۔ جنگ برکوٹ میں اپنی کچھ خدمات سے برطانوی افسروں سے سند خوشنودی بھی حاصل کی۔ جب ادھر سے ملازمت ختم کی اعلیحضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اعلیحضرت نے جو ہر لیاقت کے طلبگار تھے اسکو اپنے شہزادہ کے پاس پشاور بھیجا۔ اور شاہزادوں کی خدمات میں شمس پناہ فائز رہا۔

شمس پناہ خلکہ قوم سے منسوب تھا۔ اور اسکے اجداد مہتران خوشوقتیہ خصوصاً گوہرامان کے عہد میں ان کی فتوحات میں خدمات انجام دیں اور معتبر ہوئے۔ یہ لوگ مغل قوم سے اپنا تسمیہ بتاتے ہیں۔ چونکہ عہد ریئسہ میں مغل قوم کی یلغار چغانسرائے تک پہنچی تھی اسلئے ممکن ہے کہ ان کے افراد یہاں بس گئے ہوں اور سکونت اختیار کی ہو۔

عہد موجودہ میں شمس پناہ کا بھتیجا حاصل پناہ نئی تعلیم سے بہرہ یاب ہوکر ریاستی ملازمت میں داخل ہے۔ اور ہیڈ کلرک ہے۔ اسکی ملازمت اتینک تسلی بخش ہے۔ اسکی تصویر شامل ہے۔

۹۲- میر ولیخان باشندہ دروش

ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم کے پرورش یافتہ اور انکے ایام تعلیمی کے دیرینہ خادموں سے تھا۔ انکی تخت نشینی کے بعد تجارت بازار دروش میں اہلکار ہوا۔ اور محصولات کا منتظم رہا۔ مابعد کچھ عرصہ شیشی کوہ میں محاصل مالیہ ہوا۔ ہز ہائینس کا معتمد تھا۔

اسکا باپ حاکم دروش کی نیابت میں اتسقال کا عہدہ رکھتا تھا اس کا بڑا بھائی پردم خان نواب دیر کے پاس اپنی شجاعت کی وجہ سے بڑا نامور تھا۔ اور صوبیدار بہادر کا خطاب پایا تھا۔ جب چترال میں واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں بھی معتبر ہوا۔ اور اتسقال کے کاموں سے تعلق رکھتا تھا۔ میر ولی خان کا لڑکا ولی احمد خان ہائی سکول دروش میں ماسٹر ہے۔

ہمسایہ ممالک کے معزز مہاجر حضرات جو چترال میں متوطن ہوئے

اور بعض وہ حضرات جنہوں نے چترال سے باہر ریاست کی خدمات انجام دیں،

۹۳- اعظم خواجہ قوقندی خواجہ اعظم قوقندی معروف بہ اویا خان خواجگان قوقند سے تھے۔ مہتر امان الملک مرحوم کے ایام حکومت میں چترال میں وارد ہوئے۔ خدا یار خان بادشاہ قوقند کی اولاد کے ساتھ ایک مدت تک رہا تھا۔ شہزادہ عبدالکریم خان قوقندی کی رفاقت میں پشاور آیا اور پھر وہاں سے چترال آگیا۔ اور یہیں رہ پڑا۔ سات برس کا عرصہ مہتر امان الملک مرحوم کی خدمت میں بسر کیا۔ اور اسکے بعد تیس سال تک اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے اوائل جلوس سے ۱۹۱۷ء تک انکی خدمت میں تادم مرگ ملازمت میں رہے۔ سفر و حضر اور شکار میں ساتھ رہتے۔ اعلیحضرت کی حضوری سے دور نہ تھے۔ چونکہ وہ جدید تہذیب و تمدن سے واقف، ادب شناس اور شہر گشتہ شخص تھا۔ اعلیحضرت کے حضور میں احترام رکھتا تھا۔ وہ خیاط بھی تھا۔ اور منتظم اسباب بھی۔ اعلیحضرت مرحوم کے اولین سفر ہندوستان میں ۱۸۹۹ء کی سیاحت میں خواجہ اعظم معیت میں تھے۔ اس کے بعد تمام سفروں میں ہندوستان اور پشاور کی سیاحت میں وہ اعلیحضرت کی ہمراہی میں رہا۔ وہ اعلیحضرت کے دیرینہ ملازموں میں سے ایک تھے معتمد و مخلص تھے۔ کبھی کسی کے خلاف بدخواہی نہ کی۔ اور نہ کسی سے پرخاش رکھی۔ اعلیحضرت مرحوم نے اغوزی نشٹ واقع شگوہ میں اسے رہائش و وجہ معاش کے لئے زمین دی تھی۔ اور وہیں گھر بنایا تھا۔ مگر مجرد سا آدمی تھا۔ اگرچہ اہلیہ تھی مگر اولاد نہ ہوئی۔

۱۹۱۷ء میں دنیا سے رحلت کی اویل جو کے قریب سڑک کے کنارے مدفون ہوئے مگر جب وہاں سے دریا کا خطرہ ہوا۔ شاہ بوریائے ولی رحمتہ اللہ کے جوار مرقد میں دفنایا گیا۔ اس نے اپنی زندگی کے تمام اوقات کو اپنے بادشاہ اور انکے خاندان سے وابستہ رکھا۔ اور خدمتگزاری میں صرف و وقف کیا۔

۹۴- محمد لطیف استقلال بدخشی یہ استقلال بدخشاں کے میرزادوں سے تھا۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں چترال میں آیا۔ اور شاہی خاندان کے زیر سایہ اوقات گذار دیئے۔ اعلیحضرت مرحوم نے باغ زرکان میں رہائش کے لئے مکان دیئے اور معاش کے لئے زمین اور وظیفہ مقرر کیا۔ سفر و حضر میں وہ ہمیشہ حاضر رہتے۔ مجلس آرا اور خوش طبع تھا شطرنج میں بڑا ماہر تھا خوش پوشش و عمدہ سوار تھا۔ ریشمین قبا اور عمدہ عمامہ پہنتا تھا۔ اچھے گھوڑوں کا طویلہ رکھتا تھا۔ فارسی زبان میں تکلم کرتا تھا۔ چترال میں عیالداری کی۔ تیس برس سے یہاں متوطن تھا۔ ۱۹۱۷ء میں وفات پائی اور شاہ بوریا ولی رحمتہ اللہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

ہمسایہ ممالک کے معزز مہاجر حضرات جو چترال میں متوطن ہوئے

اور بعض وہ حضرات جنہوں نے چترال سے باہر ریاست کی خدمات انجام دیں،

۹۳- اعظم خواجہ قوقندی خواجہ اعظم قوقندی معروف بہ اودیا خان خواجگان قوقند سے تھے۔ مہتر امان الملک مرحوم کے ایام حکومت میں چترال میں وارد ہوئے۔ خدایار خان بادشاہ قوقند کی اولاد کے ساتھ ایک مدت تک رہا تھا۔ شہزادہ عبدالکریم خان قوقندی کی رفاقت میں پشاور آیا اور پھر وہاں سے چترال آگیا۔ اور یہیں رہ پڑا۔ سات برس کا عرصہ مہتر امان الملک مرحوم کی خدمت میں بسر کیا۔ اور اسکے بعد تیس سال تک اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے اوائل جلوس سے ۱۹۱۷ء تک انکی خدمت میں تادم مرگ ملازمت میں رہے۔ سفر و حضر اور شکار میں ساتھ رہتے۔ اعلیحضرت کی حضوری سے دور نہ تھے۔ چونکہ وہ جدید تہذیب و تمدن سے واقف، ادب شناس اور شستہ شخص تھا۔ اعلیحضرت کے حضور میں احترام رکھتا تھا۔ وہ خیاط بھی تھا۔ اور منتظم اسباب بھی۔ اعلیحضرت مرحوم کے اولین سفر ہندوستان میں ۱۸۹۹ء کی سیاحت میں خواجہ اعظم معیت میں تھے۔ اس کے بعد تمام سفروں میں ہندوستان اور پشاور کی سیاحت میں وہ اعلیحضرت کی ہمراہی میں رہا۔ وہ اعلیحضرت کے دیرینہ ملازموں میں سے ایک نہایت معتمد و مخلص تھے۔ کبھی کسی کے خلاف بدخواہی نہ کی۔ اور نہ کسی سے پرخاش رکھی۔ اعلیحضرت مرحوم نے اغوزی نشٹ واقع دنکوہ میں اسے رہائش و وجہ معاش کے لئے زمین دی تھی۔ اور وہیں گھر بنایا تھا۔ مگر مجرد سا آدمی تھا۔ اگرچہ اہلیہ تھی مگر اولاد نہ ہوئی۔ ۱۹۱۷ء میں دنیا سے رحلت کی اور بیل جیو کے قریب سڑک کے کنارے مدفون ہوئے مگر جب وہاں سے دریا کا خطرہ ہوا۔ شاہ بوریائے ولی رحمتہ اللہ کے جوار مرقد میں دفنایا گیا۔ اس نے اپنی زندگی کے تمام اوقات کو اپنے بادشاہ اور انکے خاندان سے وابستہ رکھا۔ اور خدمتگزاری میں صرف و وقف کیا۔

۹۴- محمد لطیف اقتفال بدخشی یہ اقتفال بدخشاں کے میرزادوں سے تھا۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں چترال میں آیا۔ اور شاہی خاندان کے زیر سایہ اوقات گذار دیئے۔ اعلیحضرت مرحوم نے باغ زرگان میں رہائش کے لئے مکان دیئے اور معاش کے لئے زمین اور وظیفہ مقرر کیا۔ سفر و حضر میں وہ ہمیشہ حاضر رہتے۔ مجلس آرا اور خوش طبع تھا شطرنج میں بڑا ماہر تھا خوش پوشش و چابک سوار تھا۔ ریشمین قبا اور عمدہ عمامہ پہنتا تھا۔ اچھے گھوڑوں کا طویلہ رکھتا تھا۔ فارسی زبان میں تکلم کرتا تھا۔ چترال میں عیالداری کی۔ تیس برس سے یہاں متوطن تھا۔ ۱۹۱۷ء میں وفات پائی اور شاہ بوریا ولی رحمتہ اللہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

۹۵- سید عبدالرزاق پاشا مترجم نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک لفظ پاشا کا مبدل "باچا" پشتو تلفظ ہے اور پشتون علاقوں میں یہی لفظ مروج ہے۔ الحاصل سید عبدالرزاق باچا۔ غلام حیدر باچا ساکن کمبڑ علاقہ دیر کے فرزند اور حضرت سید علی ترمذی قندزی عرف پیر بابا علیہ الرحمۃ وفات سنہ ۹۹۱ھ مدفون باچا کلی بنیر کی نسل سے ہیں۔

شاہ آمان الملک مرحوم کے عہد سے غلام حیدر باچا کے شاہی خاندان چترال سے مراسم و علائق رکھتے تھے چنانچہ شاہ آمان الملک کی صاحبزادی جو شہزادہ دلارام خان کی سگی بہن تھیں سید عبدالرزاق باچا کے عقد تزویج میں آئیں۔ سید عبدالرزاق باچا بہت عرصہ تک نواب پاشا خان والئی دیر کے پاس اپنے سپاہیانہ صفات کی بنا پر بڑے اعزاز و احترام سے رہے پھر حج بیت اللہ شریف پر چلے گئے۔ اور شرفیاب ہو کر واپس آئے۔ تو مع اہل و عیال چترال چلے آئے اور اعلیحضرت مرحوم کے پاس ہی چترال میں سکونت پذیر ہو گئے۔

اعزاز سیادت تو سید صاحب کو حاصل تھا ہی۔ وہ امور ریاست میں بھی مقام احترام کے مستحق تھے اعلیحضرت مرحوم کی مردم شناسی نے انہیں ارکین حکومت میں شامل کر دیا۔ اور پھر کئی عہدوں پر سرفراز ہوتے رہے اعلیحضرت مرحوم نے سید صاحب کے فرزند سید چراغ حسین کو اپنی دامادی کا اعزاز بخشا۔ اور پھر سید موصوف کی صاحبزادی کو اپنے فرزند شاہزادہ محمد حسام الملک کے عقد ازدواج میں منسلک فرمایا۔ اور باہمی مراسم رشتہ داری کی تجدید میں اور اضافہ ہوا۔

باچا صاحب سب سے پہلے دفتر مال میں مشیر مالیہ ہوئے پھر کونسل عدلیہ کے ارکان میں شامل ہوئے۔ ریاستی باڈی گارڈ میں آنریری میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر دروش گئے اور گورنری پر فائز ہوئے۔ گورنری کے فرائض کے علاوہ سرکاری افواج کی سپلائی اور ریاستی گوداموں کا داخلہ انہی کی تحویل و تفویض میں رہا۔

جب وہ دروش میں گورنری کے فرائض بجا لا رہے تھے تو دروش کے تعمیراتی امور میں بڑے کام سرانجام دیئے۔ موجودہ قلعہ شاہی دروش اور قلعہ نغر اور ریاستی اہلکاروں کے دفاتر اور گودام خانے یہ سب ان کے اہتمام و انتظام سے انجام کو پہنچے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں پہلی موٹر کار اعلیحضرت مرحوم کی سواری کے لئے وہ ہی چترال میں لائے۔ پھر اسلحہ سازی کا خراد راولپنڈی سے خرید کر چترال میں لائے اور مستری بھی ساتھ لائے۔ خراد سے کچھ کام بھی لیا گیا۔ موٹر کے ساتھ ڈرائیور بھی ہندوستان سے لائے۔ جسکی تعلیم سے یہاں کے لوگوں نے موٹر چلانے کا کام سیکھا۔ مستری ڈرائیور میر الدین کی خدمات کی یاد اب تک چترال میں باقی ہے۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں برطانوی حکومت نے باچا صاحب کو خانصاحب کا خطاب دیکر ان کی مزید عزت افزائی کی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں باچا صاحب نے وفات پائی۔ اعلیحضرت مرحوم نے انکی سیادت و خدمات کا احترام ملحوظ رکھکر جامع مسجد سے متصل شاہی قبرستان میں انہیں دفن کرایا۔

خان عبدالقادر خان اسماری سابق
ممبر مشاورتی کونسل چترال

میجر سید عبدالرزاق پاشا سابق گورنر دروش

خان محمد اللہ خان اسماری سابق
ڈپٹی ڈیولپمنٹ افسر محکمہ ترقی دیہات چترال
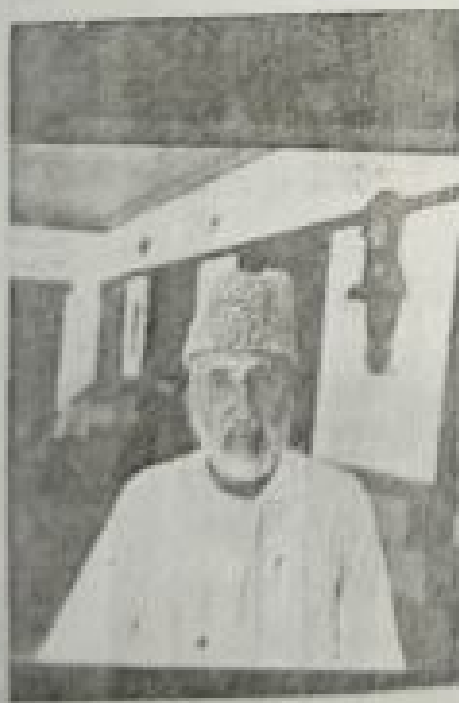
خان غلام قادر خان سابق ممبر مشاورتی کونسل چترال
فرزند خان عمرا خان والئ جندول

باجاصاحب مرحوم کے تین لڑکے معروف ہیں جنہیں سید فرخندہ شاہ و سید چراغ حسین اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز تھے۔ بعد ازاں سید چراغ حسین نے صوبیداری کا منصب بھی حاصل کیا۔

باجاصاحب مرحوم کا تیسرا فرزند جان باجا جب جوان ہوا تو چترال سکاؤٹش میں صوبیدار ہوا پھر ترقی کرکے صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ وہ دوران ملازمت میں اپنی ذاتی لیاقت سے افسران فوج میں تعریف سے یاد ہوتے تھے۔ جب ملازمت ختم کی تو پولیٹیکل فورس میں داخل ہوا اور اے ایس پی کا عہدہ حاصل کیا۔

چراغ حسین باجا سرکاری ٹھیکوں سے کاروبار چلانے کے کام میں بھی مصروف رہتے ہیں اور عوام میں بھی مقبول ہیں۔

۹۶ - خان عبدالقادر خان آسمار

تاریخ چترال میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ یہاں نقل کرتا ہوں کیونکہ اسکے بعد کی تحقیقات میں بعض پہلوؤں میں کچھ فرق معلوم ہوا جو آگے بیان ہوگا

تاریخ میں لکھا گیا ہے کہ خان عبدالقادر خان سابق والیٔ اسمار حضرت علی خان کے فرزند ہیں۔ امیر عبدالرحمٰن خان بادشاہ کابل نے آگے بڑھ کر جب اسمار پر قبضہ کرلیا۔ تو خان اسمار کے لڑکے اور انکا ایک چچا وہاں سے فرار ہوگئے۔ اور چترال میں آکر پناہ گزین ہوئے۔ اور تعلق بھی تھا کیونکہ اعلیحضرت سر شجاع الملک کی والدہ حضرت علی خان والیٔ اسمار کی ہمشیرہ تھیں۔

یہ خاندان ابراہیم خیل قوم سے نسبت رکھتا ہے جنکا مورث اعلیٰ ابراہیم تھا۔ عرب خان مغل مرزا کی وفات کے بعد قوم کے اتفاق سے وہ باجوڑ کا حکمران تسلیم کیا گیا۔ والیان اسمار کا نسب یہ ہے۔

عبدالقادر خان بن حضرت علی خان بن عبداللہ خان بن مدد خان بن موزہ خان یہاں سے آگے سلسلہ معلوم نہ ہوسکا۔ موزہ خان تمام باجوڑ کا واحد حکمران تھا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے منصور خان نے ناوگی میں۔ اور اللہ یار خان نے باجوڑ میں۔ مدد خان کے نشست میں اور مدد خان کے لڑکے عبداللہ خان نے اسمار میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کیں۔ اور اس خاندان کی بنیاد وہاں ڈالی۔

یہ خاندان قدیم سے عالی نسب ہے اور اسکی بزرگی و احترام تمام افغان قبائل میں مسلّم ہے۔ خان حضرت علی خان کے لڑکے غلام اللہ خان و نائب غلام خان اور انکا ایک چچا لال بیر خان جب چترال آئے تو اعلیحضرت مرحوم نے قرابت مادری کی خاطر انکا بڑا اعزاز کیا۔ وہ یہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ معاش کے لئے انہیں دنل لف و اراضی سے نوازا گیا۔ غلام اللہ خان و نائب غلام خان کے نکاح میں شاہ امان الملک مرحوم کی صاحبزادیاں بھی منسلک تھیں اور انکا یہاں مزید تقرب تھا۔ غلام سرور خان بن نائب غلام خان اعلیٰ حضرت مرحوم کے ہمشیرہ زادہ ہیں۔ غلام سرور خان سنہ ۱۹۱۹ء کی جنگ برکوٹ میں شامل تھا۔ دشمن کے سنگر پر حملہ کرکے انھیں پراگندہ کیا اور خود بھی مجروح ہوا۔

یہاں سے آگے خان عبدالقادر خان کے فرزند خان حمیداللہ خان نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد

اور انکے دوسرے بھائی امیر عبدالرحمٰن خان والئی کابل کے اسمار پر حملہ کی وجہ سے چترال نہیں آئے بلکہ حقیقت کچھ اور ہے چنانچہ حسب ذیل بیان تحریر فرمایا جس کی نقل وضاحت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے۔

خان حضرت علی خان اسمار کی وفات پر ان کے بڑے بیٹے شاہ طہماس خان اسمار کی گدی پر بیٹھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے ایک نوکر الپ شیخ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عبدالقادر خان اس وقت چھ سات برس کے تھے۔ اور انکے دو اور بڑے بھائی غلام اللہ خان و نائب غلام خان بھی موجود تھے۔ لیکن شاہ طہماس خان نے مرتے وقت وصیت کی۔ کہ ان کے بعد خان عبدالقادر خان اسمار کی حکومت سنبھالیں گے مزید براں عبدالقادر خان والدہ کی طرف سے بھی عالی نسب تھے۔ اس لئے تمام قبائل نے اپنی روایات کے مطابق ان کی حمایت کی تھی۔ چنانچہ وہ اسمار کے حکمران بنے۔ نائب غلام خان نے یہ گوارا نہ کیا۔ اور وہ اسمار سے بھاگ کر خان عمرا خان والی جندول کے پاس پہنچا۔ اور اس کی توجہ اسمار کی طرف مبذول کرائی۔ چونکہ عمرا خان اسوقت وسیع مملکت کا مالک تھا۔ اور فن رزم کا بھی تجربہ کار سپاہی تھا۔ اور اپنی مملکت کی توسیع کے لئے چترال تک بھی آیا تھا۔ نائب غلام خان نے اسے اسمار فتح کرنے کے صلہ میں اسمار کی ایک مشہور پیتل کی توپ اور بہت سا سامان و اسباب حوالہ کرنے کا لالچ دیا۔ اور اس طرح عمرا خان اسمار پر حملہ آور ہوا۔ خونریز لڑائی کے بعد عمرا خان نے اسمار پر قبضہ کرکے نائب غلام خان کے سپرد کر دیا۔ اور خان عبدالقادر خان اپنی والدہ ماجدہ۔ تمام خویش و اقارب اور باقیماندہ فوجی دستے کے ساتھ کابل کی طرف فرار ہوگیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان والئی کابل کو جب اسکا علم ہوا تو اس نے عبدالقادر خان کو اپنے ساتھ امیری دربار میں پناہ دی۔ اور اپنے سپہ سالار غلام حیدر خان چرخی کو اسمار پر چڑھائی کا حکم دے دیا۔ جس نے پہنچتے ہی اسمار فتح کر لیا۔ اور خان عبدالقادر خان کے ایک ماموں کو ان کی طرف سے اسمار کا ریجنٹ مقرر کرکے خود واپس چلا گیا۔

امیر عبدالرحمٰن خان نے خورد سال خان کو حکومت کے کاروبار کی تربیت دینے کی غرض سے اپنے ساتھ شاہی دربار ہی میں رکھا اور یہ وعدہ کیا کہ جب خان عبدالقادر خان حکومت کا کام خود سنبھالنے کے قابل ہو جائیں گے تو انہیں اسمار بھیجا جائیگا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد امیر موصوف کا انتقال ہوا۔ اور تخت کابل پر امیر حبیب اللہ خان تخت نشین ہوئے۔ جس نے اپنے والد مرحوم کے وعدے پر عمل کرتے ہوئے خان عبدالقادر خان کو جلال آباد بلایا تاکہ وہاں سے اسمار بھیجدیں۔ لیکن وہ بھی اسی سال شہید ہوئے جب امیر امان اللہ خان تخت نشین ہوئے تو افغانستان میں ہل چل مچ گئی۔ لہٰذا خان عبدالقادر وہاں سے نکلکر باجوڑ چلا آیا۔ جب اعلیٰحضرت سر شجاع الملک والئی چترال کو ان کی آمد کا علم ہوا تو اسے چترال بلایا اور بعد میں اس کے دوسرے بھائی بھی چترال چلے آئے۔ اور یہاں مستقل رہائش اختیار کرکے معاش کے لئے زمین اور وظائف پائے۔

خان عبدالقادر خان جب دروش پہنچے تو جنگ برکوٹ جاری تھی۔ اعلیٰحضرت نے ان کو لڑائی میں شامل ہونے کیلئے افغانستان کے خلاف برکوٹ بھیجا لیکن لڑائی جلد بند ہوئی اور وہ واپس آگئے۔

خان عبدالقادر خان نے دروش میں رہائش رکھتے ہوئے اعزاز سے زندگی بسر کی چترال کے معززین میں انکا نام بلند ہے۔ ہزہائینس محمد مظفر الملک مرحوم نے مہتران چترال اور خوانین اسمار کے مابین پرانے تعلقات استوار کرنے کیلئے ان کی صاحبزادی کی شادی اپنے بڑے بیٹے اور ولی عہد شاہزادہ سیف الرحمٰن سے کرائی۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد جب سیف الرحمٰن تخت نشین ہوئے تخت نشینی کے بعد خان عبدالقادر خان کو مزید اعزاز بخشا اور گرانقدر وظائف سے سرفراز کیا۔ ۱۹۵۳ء میں جب ریاست چترال میں پہلی مشاورتی کونسل قائم ہوئی تو ہزہائینس نے خان موصوف کو اپنی طرف سے کونسل کا ممبر مقرر کیا۔ تاکہ چترال میں افغان قوم کی نمائندگی کریں کیونکہ انکا خاندان تمام افغان قبائل میں احترام و عزت سے یاد کیا جاتا ہے اسی طرح عزت سے زندگی گذارتے ہوئے خان موصوف نے ۲۹ اپریل ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ اور دروش ہی میں مدفون ہوئے۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں۔ ہدایت خان جو سب سے بڑے ہیں سکول میں تعلیم کے بعد خانگی امور میں مصروف ہیں۔ دوسرے حمید اللہ خان پشاور یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرز اور ایم۔ اے ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد چترال ہی میں افسر ترقیات مقرر ہوئے۔ اور بڑے لائق افسر خیال کئے جاتے ہیں۔ تیسرے محمد اللہ خان اسلامیہ کالج پشاور سے ایف۔ ایس۔ سی پاس کرنے کے بعد تا حال تعلیم میں مشغول ہیں۔ ہر ایک لائق یاد ہوتا ہے۔ خانصاحب مرحوم بھی تعلیم سے بہرہ یاب تھے۔ اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ اور تصوف کی کتابوں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے طبیعت میں تواضع اور انکساری تھی درویش صفت تھے۔

۹۷۔ خان غلام قادر خان جندول

خان موصوف سابق والی جندول عمرا خان کے فرزند ہیں انکے والد خان جندول کے کارنامے بتفصیل تاریخ چترال میں بیان کئے گئے ہیں۔ خان موصوف نے سردار نظام الملک کے قتل کے بعد بے شمار لشکر لیکر چترال پر یورش کی تھی بہت بڑی جنگ برپا ہوئی۔ مگر ناکام رہے اور کابل چلے گئے اور وہاں ہی انکا انتقال ہوا۔ خان مرحوم عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ایک انگریز مؤرخ مسٹر بروز چترال کے متعلق اپنے تاثرات میں لکھتا ہے کہ عمرا خان ایک با جوڑی پٹھان تھا اور پٹھانوں میں وہ ایک حقیقی فاتح، باحیثیت اور اعلیٰ شخصیت کا مالک تھا۔ وہ بالکل معمولی حیثیت سے اتنے بڑے اور مشہور پٹھان سردار تھے۔ یہ ایک باحقیقت اور قابل تعریف کارنامہ ہے کہ اس نے اتنی طاقت حاصل کرنے کے باوجود بہت کم قتل کئے دراصل اس کو خون خرابے سے نفرت تھی۔ بعد میں ۱۸۹۵ء کی جنگ چترال دو برطانوی افسران فدیر اور ایڈورڈ کے ساتھ جو اس کے ہاتھ آگئے تھے بہت اچھا سلوک کیا۔ گیارہ سال بعد جب میں واپس چترال آیا

تو عمرا خان مرچکا تھا مگر اس کا نام چترال کے لوگوں کی زبان پر تھا۔
خان غلام قادر خان اعلیحضرت مرحوم کے ہمشیرہ زادے ہیں۔ والد کی وفات کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی معیت ۱۹۱۸ء میں چترال آئے اور پھر اعلیحضرت مرحوم کے پاس رہ کر پرورش پائی۔ جب اعلیحضرت کی والدہ مکرمہ وفات پاگئیں تو انہوں نے اپنی مقبوضہ زمین کو جو ژانگ بازار میں تھی اپنی اس صاحبزادی کو بخشدی۔ غلام قادر خان اپنی والدہ کی معیت میں اسی جگہ پر سکونت پذیر ہو گئے۔ اور اعلیحضرت مرحوم سے اس زمین کے علاوہ بھی گرانقدر وظائف پاتے رہے۔ اور عزیز و مکرم رہے۔
۱۹۵۸ء میں جب مشاورتی کونسل کی بار دوئم تجدید ہوئی تو خان موصوف افغان طبقہ کی نمائندگی پر ممبر ہو کر کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے وہ عام طور پر چترال کے لوگوں میں بھی احترام سے دیکھے جاتے تھے شاہی خاندان میں تو معززہی ہیں۔ ان کا ایک لڑکا عبداللطیف خان تعلیمیافتہ ہے اور پولیس فورس میں تھانیدار ہے۔

۹۸۔ مقدس امان خوشوقتیہ

یہ ملک آمان ثانی کے فرزند ہیں اور باپ کے اشارے سے مہتر سلوان کا بندوق کی گولی سے کام تمام کر دیا تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں یہ اپنے عیال سمیت چترال چلے آئے۔ انکی عیال سردار نظام الملک مرحوم کی حقیقی بہن تھی۔ اعلیحضرت نے ذریعہ معاش کے لئے وظائف مقرر کئے۔ اور انہوں نے چترال میں مستقل سکونت اختیار کی۔ جب سردار نظام الملک کی والدہ نے اپنے ذاتی گھر مختوم آباد میں وفات پائی تو انھوں نے اپنی مقبوضہ زمین اپنی صاحبزادی کو بخشدی تھی۔ وہ اسپر قابض ہو گئیں۔ مقدس آمان مع عیال و اطفال مختوم آباد میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ بڑا معزز شخص تھا۔ فن طبابت میں مہارت رکھتا تھا۔ اور لوگوں کا علاج بھی کرتا تھا۔ اور بڑی ہمدردی سے پیش آتا تھا۔ انکی وفات کے بعد انکے لڑکے شاہ جہان خان و شیر عالم خان اور میر عالم خان مختوم آباد میں سکونت پذیر ہیں۔ شاہ جہان خان کی والدہ سردار نظام الملک کی ہمشیرہ تھیں۔
شیر عالم خان تعلیمیافتہ ہے اور ریاستی ملازمت سے سروکار رکھتے ہوئے معتبر ہے۔ اور عوام میں بھی مقبول ہے۔

۹۹۔ افضل ولی خان خوشوقتیہ

محمد ولی خان بن میر ولی بن گوہر امان خوشوقتیہ کے پوتے اور بادشاہ ولی خان کے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ مہتر افضل الملک مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ جب باپ کا انتقال ہوا۔ اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں چترال چلے آئے اعلیحضرت کے عہد میں یہاں پرورش پائی اور سکول میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بارنش کے مفتوح میں زمین مرحمت ہوئی۔ اور سکاوٹس چترال میں صوبیدار کا منصب حاصل کیا۔ ایگزیکٹو صوبیدار میں بڑے

لفٹیننٹ درویش غازی خان شغور

کرنل شیخ احمد حسن وزیر آباد سابق چیف ایڈیکانگ
و وزیر تجارت ریاست چترال

نائی شہزادہ ہیں۔ اور سکاؤٹس کے فوجیوں میں ہر دلعزیز ہیں۔ صوفی منش ہیں۔

۱۰۰۔ درویش غازی

یہ بھی علاقہ گانگٹ کے باشندوں سے ہے۔ اسکا باپ شیلی حاکم اور اسکا بھائی بلبل حاکم غذر سے ہجرت کرکے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چترال آئے۔ شغور اور مستوج میں گذر اوقات کے لئے زمین اور معقول وظائف پائے اور عزت سے پرورش ہوتی رہی۔ ان کے انتقال کے بعد درویش غازی شیلی حاکم کا بیٹا اعلیحضرت مرحوم کی پرورش سے بڑا ہوکر ملازمت میں داخل ہوا رفتہ رفتہ ریاستی فوج میں صوبیدار ایڈجوٹنٹ ہوا۔ پھر لفٹنٹ کا خطاب پایا۔ شغور اور موڑی میں معاش کے لئے زمین عطا کی گئی۔ پھر موجودہ ہز ہائینس کی خدمات میں مامور رہا۔ اسکے بعد شاہزادہ کرنل محمد خسرو الملک کے پاس دروش چلا گیا۔ اور وہاں انکے کاموں کا منتظم اعلیٰ مقرر ہوا۔ ان کے دونوں لڑکے تعلیمیافتہ ہیں بڑا لڑکا شغور کی ڈسپنسری میں کمپونڈر رہے جسکا نام رحمت الدین ہے۔ درویش غازی کا باپ بشیر غازی معروف بہ شیلی حاکم وزیر رحمت حاکم کوہ و غذر کا فرزند تھا۔ جس کے کارنامے گوہر امان کے عہد سے مہتر پہلوان تک تاریخ میں مذکور ہیں۔ درویش غازی موجودہ ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی دایہ گیری سے بھی افتخار پایا ہے۔ اسکی تصویر شامل ہے۔

۱۰۱۔ میاں مقوال الدین

میاں صاحب پشاور کے کاکا خیل قبیلے سے ہیں۔ کاروبار تجارت کے سلسلہ میں وہ اور انکا نواسہ میاں آزاد گل چترال میں آئے۔ بڑا عرصہ یہاں مستقل مقیم رہے اور اعلیحضرت سے حسن عزت و اعتبار حاصل کیا۔ پھر ایسا ہوا کہ میاں مقوال الدین نے تجارتی کاروبار اور ریاستی مالیہ کے کاموں میں بار پایا۔ اور ریاست کے اہلکاروں میں شمولیت پائی۔ مالیہ ریاست کا بڑا رجسٹر ان کی قلم سے مرتب ہوکر انجام کو پہنچا تھا۔ ابتک موجود ہے۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں میاں مقوال الدین دفتر مالیہ کا منتظم ہوا اور ساتھ ہی بیارسے دفاتر کے محاسب بھی رہے۔ اس کے بعد ریاست کے تجارتی امور کے متعلقہ کاموں مثلاً چونگی محصولات داخلہ کے حسابات وغیرہ پر مددگار رہا۔ اور بازار کمیٹی کا ممبر رہا۔ دوران ملازمت میں معقول وظائف پاتا تھا۔ اور رہائش کے لئے مکان کا انتظام تھا۔ مسلسل شاہی ملازمت میں سرفراز رہ کر سنہ ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ نالہ چترال کے شمالی حصہ بازار سے متصل مدفون ہوئے۔ الحاج میاں آزاد گل بھی اسی خاندان سے تھے۔ اگرچہ امور ریاست میں ان کی باقاعدہ شمولیت نہ تھی۔ لیکن اعلیحضرت مرحوم اور ان کے جانشینوں کے عہد ان کا بڑا عزت و تقرب رہا۔ ان کو بھی رہائش کی جگہ مفت ملی تھی۔ سالانہ وظیفہ بھی مقرر تھا۔ یہ دونوں باشرف خانوادے شاہی خاندان چترال کے خاندانوں سے عیال دار تھے۔ اور رشتہ داری کے مراسم بھی قائم تھے۔ لہذا اس خاندان کی نسبت انکا بڑا اخلاص تھا۔ اور چترال میں نیک نامی سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں

میاں آزاد گل کی بڑی عزت تھی۔ اور ہم نشینی سے شرف رکھتا تھا۔ انکی وفات گھر میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ انکا دوسرا صاحبزادہ میاں الطاف گل سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں ریاستی تجارت کا ٹھیکیدار ہوا۔ اور یہ کام بڑی سہولت سے سرانجام دیا۔ وہ اور انکا بڑا بھائی میاں مرتضیٰ گل ہی ہز ہائی نس کے دربار میں عزت سے یاد کئے جاتے تھے۔ محترم تھے۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک جب بیمار ہوئے میاں الطاف گل پر بڑا اعتبار تھا۔ کہ ان کو لشادہ ہندوستان بھیجا کہ اولیائے عظام کے مزارات پر جا کر ان کے وسیلہ سے صحت یابی کے لئے دعا مانگے۔ وہ بڑی مستعدی سے یہ خدمت بجا لائے۔ اور معقول رقم شکرانوں پر صرف کی۔

۱۰۲۔ سید عبداللہ معز الدین گیلانی

یہ بزرگوار سید حسن آل جیلانی نقیب زادہ بغداد سید جمال الدین آفندی گیلانی کے دوسرے فرزند ہیں جو اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے دختر زادے ہیں اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں سکونت پذیر ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں جب سید جمال الدین آفندی چترال میں تشریف لائے۔ یہ خاتون محترمہ جو ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کی دختر زادی ہیں اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں چترال میں سکونت پذیر ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں جب سید جمال الدین آفندی چترال میں تشریف لائے۔ یہ خاتون محترمہ جو ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کی حقیقی بہن تھی۔ ان کے عقد ازدواج میں منسلک کی گئی تھی۔ سید حسن صلاح الدین اور سید عبداللہ معز الدین اُن کے صاحبزادے ہیں۔ تربیت اور ابتدائی تعلیم چترال میں حاصل کی۔ اس کے بعد سید حسن صلاح الدین لندن گئے۔ جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بغداد واپس تشریف لائے۔ اور اپنی آبائی جائیداد پر متمکن ہوئے۔ سید عبداللہ معز الدین اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ چترال میں مقیم ہیں۔ اور گذراوقات کے لئے زمین اور وظائف مقرر ہیں۔ پیرزادہ صاحب اپنی خاندانی وجاہت و مرتبت کے باوصف شاہی خاندان میں بڑے احترام کے مالک ہیں۔

۱۰۳۔ کرنل شیخ احمد حسین وزیر آباد

موصوف کے والد کا نام شیخ دین محمد اور دادا کا نام شیخ غلام نبی تھا۔ غلام نبی آنریری مجسٹریٹ تھے۔ ۱۹۰۲ء میں انھوں نے سر شجاع الملک مرحوم کے ساتھ تعلقات پیدا کئے۔ اور ریاست کی خدمات پر کمر باندھی۔ عزت و اعتماد کا مقام حاصل کیا۔ پہلی مرتبہ انھوں نے ایک ہندوستانی تاجر جاگر سنگھ جو لالہ بر کشن لعل کا نمائندہ تھا تجارتی تعلقات کی داغ بیل ڈالنے کی غرض سے چترال آیا۔ اور جنگلات کی عمارتی لکڑی کے لئے درخواست پیش کی۔ مگر ان دنوں جنگلات کی فروخت کا معاملہ افسر جنگلات سرکاری سے متعلق تھا۔ اور اس کا ملاحظہ ضروری تھا۔ معاملہ التوا میں پڑا اور وہ واپس چلے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں دوسری بار ایک انگریز انجینئر مسٹر بلنگھرسٹ کے ہمراہ چترال میں آئے انجینئر نے ریاست کی کانیں ملاحظہ کیں اس کے بعد معدنیات مزید نے کا منصوبہ تیار کیا۔ مگر اس قطع کے معاملات طے پانے کے لئے برطانوی حکومت کی اجازت اور منظوری ضروری تھی۔ حکومت کو لکھا گیا مگر

نے طول کھینچا۔ اور شیخ صاحب مع انجنیر موصوف کے واپس چلے گئے۔ حقیقت یہ تھی کہ اعلیحضرت مرحوم نے جب جنگلات و معدنیات سے فائدہ اٹھانے کے لئے درخواست پیش کی تو ایک انگریزی سنڈیکیٹ معدنیات کی تلاش کے لئے قائم ہوا۔ لارڈ منٹو بہادر نے باجلاس کونسل یہ تجویز منظور کر کے انگریزی انجنیروں کو چترال میں کام شروع کرنے کے لئے اجازت دیدی اور لارڈ مارلے وزیر ہند نے بھی منظوری فرمائی۔ اور کام شروع ہونیوالا تھا کہ یکایک نامعلوم وجوہات سے معاملہ معرض التوا میں پڑا۔ چنانچہ اعلیحضرت مرحوم نے اس غرض سے ۱۹۱۰ء میں ہندوستان کا دورہ کیا اور اپنی معروضات پیش کیں۔ مگر معاملہ حل نہ ہوا۔ شیخ صاحب کا اخلاص جاذب توجہ تھا۔ اور صلاحیت و استعداد کے علاوہ کافی تجربہ کے مالک تھے۔ ادھر اعلیحضرت مرحوم مردم شناس تھے۔ جوہر اخلاص و صلاحیت کے طلبگار کے فیمابین وضعداری قائم ہوئی۔ مراسم و روابط میں اضافہ ہوا۔ اور شیخ صاحب کو آنریری کرنیل کا خطاب پیش کیا۔ اور انکی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور جب اخبارات میں یہ خبر شائع کرائی گئی تو پنجاب کے اخباروں نے اعلیحضرت کا شکریہ ادا کیا اور اس اعزاز پر انتہائی افتخار کا اظہار کیا۔ اس کے بعد کرنیل شیخ احمد حسین کو وزیر تجارت، چیف ایڈیکانگ اور قائم مقام مہتر چترال کے گرانمایہ خطابات و اعزازات پر فائز کیا گیا۔

کرنیل موصوف ان ذمہ داریوں کی حیثیت سے چترال کے جنگلات اور معدنیات کی آزادی اور انکی تجارتی برآمد کے متعلق سلسلہ جنبانی کا آغاز کیا۔ اور ایک دفعہ اعلیحضرت کے ہمراہ سے انگلستان بھی گئے اور وہاں اس طرح سے فرائض انجام دیئے اور ریاست کی نمائندگی کی۔ اور روابط میں اصلاح پیدا ہوئی ان کی کوشش واقعی قابل تحسین و اعتراف تھی مگر یہ ایک علیحدہ سوال ہے کہ انگریزی حکومت کی غلط اندیشی سے معدنیات کا معاملہ بار آور نہ ہوئے۔

جنگلات کے معاملات جب آزاد ہوئے۔ تو کرنیل صاحب نے اس تجارت کو بروئے کار لانے کیلئے سر و سامان پیدا کیا۔ چنانچہ پہلی بار انہوں نے کشمیری آرہ کش اور مستری چترال میں بھیجے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل چترال بجائے خود اس فن سے ماہر ہو گئے۔ اور جنگلاتی مداخل سے خزانہ میں نیا دروازہ کھل گیا۔ معدنیات کے متعلق سٹر پارک سے اور جنگلاتی کاروبار میں لالہ برکشن لعل سے تعلقات وابستہ ہوئے۔

اعلیحضرت مرحوم کرنیل احمد حسین کی ہوشیاری اور دانشمندی کا اعتراف فرماتے تھے اور ان کو بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب اعلیحضرت پشاور یا ہندوستان تشریف لے جاتے تو آپ ان کے ہمرکاب رہتے۔ اور چیف ایڈیکانگ اور وزیر ریاست کے اہم فرائض انجام دیتے۔

ہزہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم اور ہزہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بھی ان کے اعزاز و مراتب ملتے تھے۔ جب جسمانی تکلیف سے وہ چترال آنے کے قابل نہ رہے تو باہمی اخلاص و جذبہ شوق و محبت کی یہ کیفیت تھی کہ سر محمد ناصر الملک مرحوم سفر حج کو جاتے ہوئے وزیر آباد تشریف لے گئے اور کرنیل

صاحب سے ملاقات کی۔ ادمان کے گھر معہ تمام اسٹاف مہمان تھے۔ جنمیں شاہزادہ محمد مظفر الملک و شاہزادہ غازی الدین خان وخان بہادر سردار علی خان و سردار محمد اعظم خان وغیرہ شامل تھے۔

۷۲ برس کی عمر پاکر ۵ رمارچ ۱۹۵۶ء میں آپ انتقال کر گئے۔ آپ نے تیس برس متواتر ریاست چترال کی خدمات میں صرف کئے۔ ریاست چترال کے لوگوں نے مرحوم کے نام کو فراموش نہیں کیا اور انہیں اکثر یاد کرتے ہیں۔ کرنیل صاحب کے چار صاحبزادے ہیں۔ ان میں ہر ایک تعلیم یافتہ اور لائق ہے اور ہر ایک ان میں تعلیم یافتہ اور لائق ہے۔

(۱) سراج احمد ملٹری سپلائی کنٹریکٹر (۲) نذیر احمد مالک ہوٹل (۳) بشیر احمد کنٹرکٹر (۴) نعیر احمد ریلوے کنٹریکٹر۔

۱۰۴۔ کپتان سید امام علی شاہ شاہی طبیب چترال

حکیم سید امام علی شاہ بن سید حسین شاہ امام کا تعلق اچھرہ لاہور کے باشندے ہیں خاندان خوشوقتیہ یاسین سے تعلق وقرابت رکھتے تھے۔ یعنی انکی والدہ کی ننھیال بروشہ خوشوقتیہ خاندان کے راجہ لنگر خان سے متصل تھا۔ اور حکیم صاحب کے نانا کا نام سید حسن شاہ سکنہ غذر تھا۔ چونکہ خاندان خوشوقتیہ یاسین اور خاندان کٹور یہ چترال ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ کچھ اس قرابت کی وجہ سے اور زیادہ تر فنی اور طبی مہارت کیوجہ سے سید امام علی شاہ نے اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کا تعارف حاصل کیا اور اس خاندان سے علایق وابستہ کئے۔ اور کامیاب ہوئے۔ اعلیحضرت مرحوم کی طرف سے طبیب خاص خاندان شاہی کے خطاب سے اعزاز پایا۔ ایک سال کے بعد ۱۹۳۲ء میں جب لارڈ برنٹن لاہور میں اسلام سے مشرف ہوکر سر جلال الدین کے نام سے مشہور ہوا اور اس نے چترال آنے کی خواہش کا اظہار کیا تو اعلیحضرت مرحوم نے سید امام علی شاہ کی معرفت ان کو چترال آنے کی دعوت دی۔ اور وہ چترال آئے اور جب چترال سے واپس چلے گئے۔ تو سید امام علی شاہ نے اخبارات میں ایک مفصل خبر شائع کرائی جس کا ہیڈنگ ـــ اعلیحضرت ہز ہائی نس والئے چترال کا جذبۂ اسلامی ـــ اور اس میں لارڈ موصوف کے تمام حالات اور اعلیحضرت کی مہمان نوازی وجذبۂ اسلامی اور فیاضی وغیرہ کا تذکرہ لکھا گیا تھا۔ سید صاحب اعلیحضرت مرحوم کے معتقد ہوئے۔ جب ہندوستان تشریف لے جاتے تو سید امام علی شاہ جمعیت شاہی میں موجود رہتے۔ اور خدمات بجا لاتے اور تقرب پاتے تھے۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کچھ ایسی پرخلوص خدمات سے سرفراز ہوئے کہ شاہی باڈی گارڈ میں انہیں آنریری کپتان کا عہدہ بھی مرحمت کیا گیا۔ شاہی طبیب اور آنریری کپتان کی سندات سے بہرہ یاب کئے گئے۔ اور شاہی خاندان کی نوازشوں کے مستحق بھی رہے۔ مگر ہز ہائینس کی وفات کے بعد سید امام علی شاہ کی خانگی و معاشی حالات کی دستگیری جب ریاست سے بند ہوئی تو انکو بڑے مایوس کن حالات سے دوچار

ہونا پڑا ہے۔

۱۰۵۔ محمد نصیر ہمایوں بی۔اے لاہور

آپ لاہور کے باشندے اور خانونگو شیخوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب آپ اسلامیہ کالج پشاور میں مدرس تھے۔ آپ کے تلامذوں میں ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم بھی تھے۔ دوران تعلیم میں انہوں نے آپ کے فیض تعلیم و تربیت سے استفادہ حاصل کیا۔ ہز ہائی نس جب تخت نشین ہوئے تو آپ کو چترال آنے کی دعوت دی۔ اور آپ چترال تشریف لائے۔ آپکا بڑا احترام کیا گیا۔ علاوہ اس کے شاہی خاندان کے شہزادے جو کالج میں آپ کی تربیت سے مستفید ہوئے تھے آپ کو اب تک بڑے احترام سے یاد کرتے ہیں۔ ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم بھی تخت نشین ہوتے ہی اپنی معرکتہ الآراء تصنیف صحیفۃ التکوین کی تکمیل کرکے آپ کے انتظار میں تھے۔ کہ آپ اسے طبع کرائینگے وہ بھی آپ کی تحویل میں دے دی گئی۔ اور آپ نے اسے زیور طبع سے آراستہ کرایا۔ اور اب تک اسکی مطبوعہ نسخہ کا بیاں آپ کے پاس موجود ہیں۔ جو طلب کرنے پر جلد تر اکر شائقین کی خدمت میں بھیجنے کا انتظام کرتے ہیں۔ لہذا یہ چند سطور آپ کے تعلیمی تعلق و اخلاقی جذبات کی خاطر جو آپ کو سر محمد ناصر الملک مرحوم اور ان کے شاہی خاندان کے ساتھ وابستہ تھے تحریر کرکے یادگار چھوڑتا ہوں آپ کے شاگردوں میں صوبہ سرحد کی بڑی بڑی نامور ہستیاں بھی تھیں جنمیں میاں جعفر شاہ۔ ایم۔ ایس۔ بی شاہ۔ وعبدالحق جہانزیب خان والی سوات وعطاء اللہ خان و نوابزادہ حمید اللہ خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ قومی کتبخانہ لاہور اور روزنامہ تعمیر راولپنڈی کے نگران ہیں۔ اور اس روزنامہ اخبار کے ذریعہ ایک چٹانی سنگلاخ علاقہ کی خدمت کر رہے ہیں جہاں اب دار الخلافہ بن گیا ہے۔

ذکرِ ساداتِ چترال

حدود ریاست چترال کے تقریباً تمام ہی سادات مذہباً اسماعیلی باطنی ہیں یہ اپنے آپ کو مولائی اور اسماعیلی کہتے ہیں اور ہز ہائی نس سر سید سلطان محمد شاہ آغا خان اور اس کے جانشینوں کے پیرو ہیں کہ وہ الموت خراسان کے سلاطین کی نسل سے متصل تھے اور ان کے حالات حضرات ناظرین تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور انکا پورا تعارف توضیح مولائیہ چترال میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔

۱۰۶۔ خاندان سید شاہ پرتوی

سید شاہ پرتوی بدخشاں کے علاقہ زیباک کا باشندہ تھا از بسکہ گروہ مولائیہ کی پیری و پیشوائی کا دم داعیہ رکھتا تھا اسے بہت طاقت حاصل تھی۔ اور چونکہ چترال کی حدود میں بکثرت لوگ اس کے معتقد و منقاد تھے اس نے اس ملک میں بار بار آنا جانا ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ فرماں روایان بدخشاں اسے اس ملک میں بطور وفد کے بھی بھیجتے رہے۔

جب علاقہ بدخشاں حکومت کابل کے تسلط و تصرف میں چلا گیا۔ تو سید شاہ پرتوی کا بڑا لڑکا شاہ عبدالرحیم ننگ و ناموس کی خاطر اپنے اہل و عیال اور بھائیوں کو لیکر شاہ امان الملک کے پاس چلا آیا اور پناہ چاہی۔ چنانچہ دروزہ اور کاری میں ان کو سکونت و معاش کے لئے زمین مرحمت کی گئی۔

شاہ عبدالرحیم کے بھائی شاہزادہ حمید اور سعادت شاہ ان سے پہلے ہی علاقہ مستوج میں قیام پذیر ہو چکے تھے اور انہیں چند مقامات میں زمینیں بھی مرحمت ہوئی تھیں۔ انکا تیسرا بھائی سید صادق بدخشاں ہی میں خیر کی امید لگائے بیٹھا رہا کہ حکومت کابل آخر کیا کہے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال بعد گرفتار کر کے کابل بھیجا گیا اور پھر اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ کہا جاتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان بعض مجرموں کو چاہ سیاہ میں ڈال دیا کرتے تھے اور یہی معاملہ سید صادق کو بھی پیش آیا۔

شاہ عبدالرحیم کے لڑکے سید شہزادہ لیث نے اور کاری میں اقامت رکھتے ہوئے پیشوائی کا بڑا مقام حاصل کیا۔ وہ اپنے باپ دادا سے کیا کم ہوتا بلکہ اسے ان پر فوقیت حاصل تھی۔ مال و جاہ کا مالک۔ اور اہل اعزاز سے تھا۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں ان کے حضور میں بہت معزز و محترم تھا۔ سخاوت میں بڑی ناموری حاصل کی۔ وہ ذرا انکا دستر خوان بڑا وسیع تھا۔ اور اخلاقی خوبیوں سے بھی معروف تھے ۱۹۱۶ء میں یکایک دنیائے ناپائدار سے رحلت کی۔ ان کی صاحبزادی ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عقد ازدواج میں منسلک تھی۔ ان کے تینوں شاہزادے سیف الرحمٰن۔ اسدالرحمٰن اور عزیز الرحمٰن اسی سیدہ محترمہ کے بطن سے ہیں۔

سید شہزادہ لیث کا بڑا لڑکا جو شاہ امان الملک مرحوم کی صاحبزادی سے تھا سید آغا جان خان ترکستان چلا گیا۔ کیونکہ سر آغا خان نے خاندانی سربراہی اور گروہ مولائیہ کی پیشوائی کو انکے چھوٹے بھائی سید ابو المعالی کی تحویل میں دے دیا تھا۔ جب سید ابو المعالی مسند پیری و پیشوائی پر متمکن ہو گیا تو آغا جان مارے غصے سے ترک وطن کر گیا۔ تھوڑے عرصہ بعد سید ابو المعالی بھی چترال سے نقل مکانی کر کے بدخشان چلا گیا۔ اور چترال میں اس خاندان کی پیشوائی ختم ہو گئی۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں آغا جان خان کا لڑکا پھر اس ملک میں واپس آیا اور ریاست سے ذریعہ معاش کے لئے ارکاری میں زمین اور وظیفہ پایا۔ مگر پیشوائی کے دم داعیہ سے برکنار رہا۔

سید شہزادہ لیث کے متبعین نہ صرف ریاست چترال میں بلکہ سرحدات بدخشان، یارقند اور کاشغر بزرگ میں بڑی تعداد میں تھے۔ اور ان سے بہت بڑی رقم اور مال گھوڑے وغیرہ وصول ہوتے تھے اور یہ لوگ اپنے پیروں کا عظیم اعتقاد رکھتے ہیں۔

سید حمید کا لڑکا سید بلبل شاہ مستوج میں رہتا تھا۔ اسکی والدہ مہتر پہلوان خوشوقتیہ کی بہن تھیں اور علاقہ مستوج میں پیشوائی رکھتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں جب علاقہ مستوج کے لوگوں نے حکومت کے خلاف شورش برپا کی تو سید بلبل شاہ بھی شورش پسندوں کے بھرے میں ایسے آئے کہ ان کے پیشرو بن گئے۔ اور لوگوں نے ان کی سیادت کو کامیابی کے لئے حجت خیال کیا۔ مگر شورش ناکام ہوئی اور سید بلبل شاہ مع رفقاء کے گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ترکستان کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس طرح علاقہ مستوج میں بھی اس خاندان کی سرداری و پیشوائی ختم ہو گئی۔

شاہ عباس سید شہزادہ لیث کا بھائی بمبئی چلا گیا تھا۔ اور وہاں سے انگریزی کی تعلیم سے مستفید ہو کر جب چترال واپس آیا تو اعلیحضرت کے حضور میں باریاب ہوا اور ان کو انگریزی میں تعلیم دینے لگا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اعلیحضرت نے خطوط و اخبارات پڑھنے میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ بغیر استاد کے روان پڑھتے تھے۔ وہ شاہ عباس کی کوشش تھی۔ مگر انگریزی حکومت نے شاہ عباس کو چترال سے بمبئی واپس بھیجوا کہ یہاں اسکی ضرورت نہیں۔

۱۰۷۔ خاندان سید غلام علی شاہ سید غلام علی شاہ حسن آباد شغور کے رہنے والے مقامی اہل وطن کے سادات مولائیہ سے اعتبار و اعزاز میں ممتاز شخص تھے چترال اور بونزہ کے بعض مولائیوں کی پیشوائی ان سے متعلق تھی۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں سید غلام علی شاہ پیری اور پیشوائی کے لحاظ سے بڑا معتبر تھا۔ مہتر صاحب مرحوم کے عہد میں انکا انتقال ہوا اور اس کی مسند پیشوائی پر اس کا فرزند سید شاہ عبدالحسن متمکن ہوا۔ یہ بھی بڑا معزز و معتبر شخص تھا۔ میر نظیم خان والی بونزہ کی ہمشیرہ ان کی اہلیہ تھیں۔ اور انکی صاحبزادی کو اعلیحضرت مرحوم نے اپنے چھوٹے فرزند شاہزادہ محمد حفیظ الملک کے عقد ازدواج میں منسلک کیا اور رابطہ قائم کیا۔ اس طرح اعلیحضرت

مرحوم کے حضور میں انکو تقرب حاصل ہوا اور منزلت میں اضافہ ہوا۔
جب شاہ عبدالحسن کا انتقال ہوا تو اس کی مسند پر انکا بڑا صاحبزادہ سید نادر شاہ پیشوائی پر مامور ہوئے اور معززین کی صف میں آ گئے۔ مگر جب مستوج کے لوگوں نے دوسری بار ۱۹۴۹ء میں حکومت کے خلاف تحریک چلائی تو سید نادر شاہ کو بھی اسمیں شمولیت کی پاداش میں زیر حراست لائے گئے۔ مگر جب معاملہ کا فیصلہ ہوا۔ تو سید نادر شاہ بھی رہا ہوئے۔ جب ۱۹۴۹ء میں انتظامیہ بورڈ کا قیام ریاست کے نظم و نسق کے لئے عمل میں لایا گیا۔ تو سید نادر شاہ ممبر بورڈ بن گئے۔ صنعت و حرفت و تجارت و آبکاری کے انتظامات انہی سے متعلق رہے۔ اور اپنے عہدہ کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ۱۹۵۷ء میں یکایک انکا انتقال ہوا۔ بڑے نیک اخلاق و معزز سید تھے۔ انکے انتقال کے بعد بموجب فرمان ہز ہائی نس سر آغا خان ان کا صاحبزادہ سید جلال الدین والد کی مسند پیری پر فائز ہوئے۔ اور اپنی جماعت کی قیادت سنبھالی۔ تعلیم یافتہ اور لائق شخص ہیں۔

سید افسر جان چیف مشنری جماعت اسماعیلیہ چترال

یہ سید نادر شاہ کے بھائی ہیں۔ سر سلطان محمد شاہ آغا خان کے ہاں بڑا اعتبار رکھتے ہیں۔ اور ان کے فرمان سے مولائیہ اسماعیلیہ جماعت چترال میں تبلیغ کے لئے مشنری مقرر ہوئے ہیں۔ جب مشاورتی سٹیٹ کونسل چترال کے لئے انتخابات ہوئے تو سید افسر جان بلا مقابلہ کامیاب ہوئے۔ اور مشاورتی کونسل میں تین سال تک ممبری پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد عدلیہ کونسل چترال میں اپنے علاقہ کا نمائندہ ہو کر ممبر رہا تھا۔ لائق و شائستہ نوجوان ہیں۔ چیف مشنری جماعت اسماعیلیہ چترال ہیں۔ ان کی تصویر یہاں شامل ہے۔

۱۰۸۔ سادات سنوغر و مستوج یہ خاندان سید رضا کی اولاد علاقہ مستوج میں معزز رہا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ سید رضا نے ان اطراف میں اسماعیلی مولائیہ مذہب کی اشاعت و ترویج کی تھی۔ اور بعض حصوں کی پیشوائی بھی انہیں حاصل رہی ہے یارخون مستوج اور لاسپور میں انکی آبادیاں ہیں۔ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ انکے جد اعلیٰ نے یہاں مذہب اسماعیلیہ کی اشاعت کی ورنہ اس سے قبل ان اطراف کے لوگ اہل سنت والجماعت کے پابند تھے۔ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور اتراتے ہیں۔
تاریخ میں لکھا ہے کہ علاقہ مستوج کے لوگوں میں مذہب مولائیہ کی ترویج ۱۲۰۰ھ میں تاج مغل سردار نے کی تھی۔ جو بدخشان سے آیا تھا اور یہاں سے گلگت چلا گیا۔
شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں ان کے مشاہیر سے سید اولاد حسین اور انکا صاحبزادہ سید غندی مہتر جو

سید شاہ عبدالحسن سابق ممبر کونسل مشاورتی چترال
بمعہ فرزند سید عبدالجلال

سید افسر جان مشنری اسماعلیہ چترال سابق ممبر کونسل عدلیہ

اور مہتر پہلوان خوشوقتیہ کے ہاں سید علبندی کا بڑا تقرب تھا۔ اور شاہ امان الملک مرحوم کے حضور میں معزز اور اعتبار کا درجہ بھی اسے حاصل تھا۔ سپاہیانہ لباس میں زندگی بسر کی۔ اور ۱۸۹۵ء میں مہتر شیر افضل خان کی حمایت میں انگریزی فوج کے بالمقابل ریشن میں مارا گیا۔ خاندان کا بڑا با عزت شخص تھا۔

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں اسکا لڑکا حسین معتبر ہوا اور سادات کی کمپنی میں صوبیداری حاصل کی۔ ریاست میں چونکہ مستوج اور ریچ کے سادات بسبب کثرت نفوس کے ریاستی باڈی گارڈ میں شامل تھے۔ اور سنوغر کے سادات کی کمپنی میں اولین صوبیدار شکور سید تھا۔ اور اس کا جمعدار سید مکائیت شاہ باشندہ مستوج تھا۔ ان کے انتقال کے بعد حسین صوبیدار اور اولاد وصی جمعدار ہوئے۔ ان کے بعد صوبیداری کا منصب سید پادشاہ نے حاصل کیا۔ سید پادشاہ قُدرِ بادشاہی سید سرغوز کا بھائی تھا۔ انکے انتقال کے بعد سید عبدالودود باشندہ سنوغر نے عہدہ صوبیداری سنبھالا۔ جو جمعدار اولاد وصی کا بھتیجا ہے۔ صوبیداری اور جمعداری کے مناسب بلحاظ خاندان انہیں تفتیم ہوکر اعتبار و عزت حاصل کی۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں سید ثابت رحیم باشندہ لاسپور سید منور شاہ و سید حسن علی شاہ ساکن مستوج علی الترتیب کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل اور شاہی دربار میں رسوخ و اعتبار کے مالک تھے۔ سرغوز کی سادات میں پادشاہی سید کا بڑا اعتبار تھا۔ اس کا لڑکا اولاد حسین اب بھی معتبر ہے اور بعض حصوں کا پیر بھی ہے۔ سید منور شاہ اپنی ذاتی لیاقت و اعتبار کی شہرت سے کونسل عدلیہ کی ممبری پہ دوبارہ فائز ہوا تھا۔

۱۰۹۔ سادات ریچ علاقہ توریکھو

یہ خاندان زیادہ تر ریچ خاص میں اور کچھ علاقہ مستوج میں آبادیں امراد قد کے طور پر والیان ملک کے دربار میں ان کی شہرت تھی۔ اور رسوخ کی دھاک تھی۔ کہتے ہیں کہ انکا مورث اعلیٰ سید وصی محمد رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں چترال آیا اور شاہ بابر رئیس کی بہن سے نکاح کیا۔ جو من بیگم کے نام سے موسوم تھی۔ شاہ بابر رئیس علاقہ کالکٹ کا حکمران تھا۔ چترال کے رئیسہ حکمرانوں میں اس کا نام نہیں پایا جاتا۔ الغرض سید وصی محمد خراسان سے یہاں آیا اور ریچ میں اقامت ڈالی۔ وہ سنی المذہب اور صاحب خوارق شخص تھا۔ دو تین پشت گذرنے کے بعد اس کی اولاد مولائی مذہب و رسوم و عقائد کی پابند ہوگئی۔ ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں جب تاریخی مواد کی تحقیقات کا حکم ہوا۔ تو انھوں نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ نسلاً کاظمی ہیں۔ چنانچہ نسب نامہ کا شجرہ پیش کیا جس میں سید عبدالمحسن باشندہ چیلن سے یہ شجرہ شروع ہوتا ہے۔

سید عبدالمحسن ابن سید گل خندہ شاہ ابن شاہ محمد الرحیم ابن شاہ کمول شاہ ابن شاہ اکبر شاہ ابن سید محمد رحیم ثانی ابن سید مرزا شاہ ابن شاہ منظر علی ابن شاہ یحییٰ ابن شاہ وصی محمد ابن سید محمد ابن سید لطف علی ابن سید نور شاہ ابن سید احمد شاہ ابن سید سعد اللہ ابن سید احمد شاہ ابن شاہ ماشہ ابن

سید علی شاہ ابن شاہ حارث ابن شاہ محمد ابن شاہ قاسم ابن شاہ خسرو ابن شاہ حسین ابن شاہ فاضل ابن سید نور شاہ ابن شاہ عبد اللہ ابن شاہ عبید اللہ ابن شاہ عبد الرحمن ابن شاہ طالب ابن شاہ قنبری ابن شاہ نور سید ابن شاہ اسد اللہ ابن سید صالح ابن سید حسن ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پینتیس واسطوں سے یہ لوگ اپنا نسب تا امام موسیٰ کاظم تک پہنچاتے ہیں۔

سادات دریچ میں سے شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں سید شاہ مستقیم کو اس طرح اعتبار ہوا کہ اُنکی صاحبزادی شاہ امان الملک کے عقد ازدواج میں منسلک تھی۔ اور یہ سیدہ خاتون بادشاہ کے حرمسرا میں سیدہ خونزاد کے تسمیہ سے مخاطب ہوتی تھی۔ بڑی صالح و عابدہ اور فیاضی میں ممتاز تھیں۔ ان کے بطن سے چھ شہزادے تولد ہوئے۔ جو شاہ ملک۔ وزیر ملک۔ بہرام ملک اور عبد الرحمن خان و عبد الکریم خان و ولی محمد خان سے موسوم اور بڑے اعزاز و مراتب کے مالک شہزادے تھے۔ باوجود اس تعلق و اعتبار کے سید شاہ مستقیم اپنی وضع اور لباس درویشانہ پر قانع رہے کبھی بھی اس گہرے علائق پر نہ اترائے اور نہ اپنے حالات و اطوار میں سرمو تغیر پیدا کیا۔ سید شاہ مستقیم کی اولاد میں شکور لالیک بھی معتبر شخص تھا پھر اس کا لڑکا ریگولر فوج میں جمعدار ہوا۔

سید شاہ عبد الحسن ابن سید گل غندہ شاہ باشندہ چپرال علاقہ مستوج بھی اس خاندان کا معتبر شخص ہے۔ جب ریاستی فوج میں داخل ہوا تو درجہ بدرجہ ترقی کرکے ایڈجوٹنٹ صوبیدار کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور ۱۹۴۸ء میں مجاہدین کشمیر کے ساتھ گلگت گیا۔ تو اس مہم میں کوارٹر ماسٹری کا کام انجام دیا۔ اور بہترین خدمات انجام دینے کے صلہ میں لفٹنٹ کا درجہ حاصل کیا۔ اور کرنیل شاہزادہ محمد مطاع الملک کی ماتحتی میں علاوہ فوجی خدمات کے سادات سے تعلق پیدا کر کے رابطہ قائم کیا۔ وہاں کا سربراہ سید احمد علی شاہ جو خاندان سادات کا معتبر شخص تھا۔ اور وہاں کے راجہ کا تعلقدار بھی تھا۔ سید عبد الحسن کا بڑا معتقد تھا۔ وہاں کے لوگوں میں اپنا رسوخ بڑھایا اور اعتبار قائم کیا۔

۱۹۴۹ء میں سید عبد الحسن کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوا۔ اور ۱۹۵۳ء میں جب ایڈوائزری کونسل کے انتخابات ہوئے تو ہز ہائینس سیف الرحمن کے نامزد شدہ ممبروں میں شاہ عبد الحسن بھی شامل تھے اور ایڈوائزری کونسل کے ممبر ہوگئے۔ ۱۹۶۰ء میں دوبارہ عدالتی کونسل کے ممبروں میں دو سال تک کام کیا۔ ذاتی لیاقت سے ریاست کے متعدد محکمہ جات میں بڑی خدمات انجام دیں اور معزز ہوئے۔ ان کا بڑا لڑکا سید عبد الجلال ۱۹۵۳ء میں تھانہ کا کوارٹر ماسٹر مقرر ہوا۔ اور پھر تھانیدار ہوا۔ اس کے دو لڑکے بھی لائق اور تعلیم یافتہ تھے۔ اور انکا خاندان آباد ہے۔

۱۹۵۵ء کا انکشاف | رائے بریلی ہندوستان کے سادات سے سادات دریچ کا واسطہ بھی قائم ہے

کیونکہ حضرت سید احمد شہید بریلوی کی زوجہ محترمہ فاطمہ مرحومہ سید حبیب شاہ باشندہ ریچ کی لڑکی تھی جو ۱۸۲۵ء کے محاربہ مابین سلیمان شاہ و شاہ کٹور ثانی کے موقع پر یہ لڑکی مہتر سلیمان شاہ کے حضور میں بطور اسیر پیش کی گئی تھی۔ مہتر سلیمان شاہ نے اس کی جمال صورت و کمال سیرت پر متحیر ہوکر اسکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید احمد بریلوی کی خدمت میں جو اسوقت سوات میں فروکش تھے روانہ کر دیا۔ سید صاحب نے وہاں ان سے نکاح کیا۔ اور شمالی علاقہ یاغستان میں مقیم رہے۔ جب بالاکوٹ میں سید صاحب کی شہادت ہوئی۔ انکا خاندان ٹونک ریاست میں نواب وزیر الدولہ کے پاس چلے گئے۔ جاگیر اور عہدہ وہاں ملے۔ سیدہ فاطمہ کے بطن سے ایک صاحبزادی ہاجرہ کے نام سے ہوئی۔ سید احمد بریلوی کے خاندان سے رائے بریلی میں اپنی اولاد پیدا کی کہ آجکل کے سادات ان کے احفاد ہیں اور ہاجرہ مرحومہ سید محمد یوسف بریلوی کے عقد ازدواج میں تھی۔ اور وہ اپنی جدہ مرحومہ کی تحقیقات کے طلبگار ہوئے۔ چنانچہ حضرت سید غلام حسن شاہ صاحب کاظمی منظفر آباد حال افسر تعلقات عامہ میرپور آزاد کشمیر نے ستارہ مرحومہ کے احوال و مولد و نسب کی تحقیقات چترال کے وزیر اعظم محمد بہرام خان سے دریافت فرمایا اور وزیر اعظم موصوف نے اس ناچیز مولف تاریخ چترال کو اس کی تحقیق پر مامور فرمایا۔ کیونکہ اس خاتون محترمہ کے خاندان اور مقام کا کسی کو علم نہیں تھا۔ دو سال کی متواتر تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ وہ ریچ کے سادات سے سید حبیب شاہ کی لڑکی تھی۔ سیدہ کا نام فاطمہ، والدہ کا نام عقیلہ اور باپ کا نام سید حبیب شاہ عرف نواب شاہ تھا۔ چنانچہ یہ تحقیقات حضرت غلام حسن شاہ صاحب کاظمی منظفر آباد کے پاس بھیجی گئی۔ چنانچہ ایک سو تیس سال پہلے کا واقعہ معلوم ہوا۔ اس تحقیقات سے مزید یہ انکشاف بھی ہوا کہ سیدہ مرحومہ کا باپ سید حبیب شاہ سید شاہ مستقیم کی قریبی اولاد سے تھا۔ سادات ریچ کے علاقہ بڑے بڑے خاندانوں سے وابستہ تھے۔ سید شاہ عبدالحنان چونکہ اس خاندان میں عہد موجودہ میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک رہا ہے۔ لہذا ان کے احوال سے مزید تعارف کا عنوان قائم ہوا۔ اور اس کی تصویر معہ اسکے لڑکے سید عبدالجلال کے اسمیں شامل ہے۔

ذکر قدیم علمائے چترال

اس ملک میں اس انداز کا ایک عالم بھی نہیں ہوا کہ کوئی تصنیف اس کی یادگار ہو۔ البتہ چند ایک خاندان ہوئے کہ وہ علم سے نسبت رکھتے تھے۔ ان کا ذکر خیر بیان کیا جاتا ہے

بابا آدم یہ بزرگوار اصلاً اہل بدخشان سے تھے۔ خاندان رئیس شاہ ناصر کے عہد میں اس ملک میں آئے اور حرفہ ز

بزرگی پائی اور پرگنہ ترست و علاقہ اویر و کوشٹ کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔ دبیر کا عہدہ بھی انہیں کو ملتا تھا
شاہ محمد شفیع نے جب ترست کے عشر کو بھی انہیں کے عوض میں بخشدیا۔ ان کو منشی حضور و کاتب مخدوم
داعی و مادم ملا بابا آدم کے خطابوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ شریعت شعار گرامی قدر زبدۂ خدام علام
کے القابوں سے انکا نام لیا ہے۔ یہ سندات انکے خاندان میں اب تک موجود ہیں۔

انگریزی حکام نے یہ سندات بغرض ملاحظہ پشاور اور لاہور کے دفاتر میں منگوائیں اور ملاحظہ کے
بعد پھر واپس بھیجدیں۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں حکومت پاکستان کے ڈائریکٹر آثار قدیمہ کے افسروں نے خود چترال
میں آکر ان سندات کو طلب کیا اور پشاور لے گئے۔ اس کے تین سال بعد ہر ایک سند کی تصویری نقل شامل کر کے
واپس بھیجدیا۔ یہ کل آٹھ سندات ہیں۔ اور ان کی نقول سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور میں محفوظ ہیں۔

بابا آدم کی اولاد سے قاضی منصور و محرم بیگ معتبر لوگ تھے۔ قاضی منصور کی اولاد آوی میں اور
محرم بیگ کی اولاد چترال میں بہ خلیفہ ملائی موجود ہے۔ گولدور چترال کے امام خاندان اور آوی میں
قاضی منصور کے خاندان ان کی اولاد ہیں۔ مگر علم سے عاری رہے ہیں۔ معتبر عالم انمیں کوئی نہیں ہوا ہے۔

ان سندات پر شاہ مردان قلی بیگ و شاہ محمد شفیع و شاہ نواز خان و شاہ محمود و شاہ عبدالقادر
کی مہریں ثبت ہیں۔

قدیم قاضیان چترال

قاضیوں کا یہ خاندان ملا دانشمند رستاقی کی اولاد سے ہے اپنے نسب کے بارے
میں سیادت کے دعویدار ہیں۔ ملا دانشمند رستاق بدخشاں سے رئیس حکمرانوں
کے عہد حکومت میں چترال آیا۔ اور اعزاز پایا۔ اور خاص چترال کا منصب قضا اسکی تحویل میں آیا۔ اس کا لڑکا ملا
محمد رفیق تھا۔ اور اسکا فرزند قاضی توکل اور قاضی توکل کے لڑکے ضیاء الدین۔ سیف الدین۔ شرف الدین
اور عبدالجبار تھے۔ قاضی شرف الدین کا لڑکا قاضی شہاب الدین تھا اور قاضی سیف الدین کا بیٹا قاضی فخر الدین۔

ان کی علمی حیثیت کی نسبت ٹھیک معلوم نہیں کہ کس درجے کے عالم تھے۔ لیکن انمیں سے ہر ایک شہرت
یافتہ اور اہل اعزاز سے تھے۔ اور عہدۂ قضا میں معروف گذرے ہیں۔

جب مہتر فرامرد قتل ہوئے تو قاضی توکل اس وقت چترال میں قاضی تھا۔ وہ جب ماتم پرسی کے لئے متوجہ
ہوا تو اس نے اس موقع پر خوشوقتیہ خاندان کے شہزادوں کی طرف نگاہ ڈال کر کہا تھا کہ اس عہد میں خیر اللہ
کے بغیر کوئی اور شہزادہ امور مہام حکومت کا اہل نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ خیر اللہ کی والدہ عوام خاندان
سے تھی اور اس لحاظ سے خیر اللہ کے حکمران ہونے کی توقع نہ کی جا سکتی تھی۔ جب ایک مدت کے بعد خیر اللہ مسند حکومت
پر سرفراز ہوئے اور چترال آئے اسوقت قاضی توکل زندہ موجود تھے مگر نہایت درجہ بوڑھے تھے۔ مہتر خیر اللہ انکے گھر گئے
اور سرہانے جا کر کھڑے ہوئے انکو سینے کے ساتھ لپٹا دیکر چند لقمے کھانا منہ میں ڈالا۔ پھر انکے فرزند قاضی شرف الدین کو منصب قضا کے علاوہ
منصب اتالیقی پر مامور فرمایا اور چترال میں علاقہ مقبوضہ زمین کے مزید زمین بھی مرحمت کی۔ قاضی شرف الدین

نے دونوں منصب سنبھال کر مہتر خیر اللہ کے عہد میں بڑے اعزاز پائے تھے۔ شاہ کٹور ثانی جب تخت نشین ہوئے قاضی شرف الدین فوت ہو چکا تھا۔ ان کے لڑکے قاضی شہاب الدین کو منصب قضا پر مستقل رکھا اور ہمیشہ نظر احترام سے دیکھتے رہتے۔

قاضی عبد الجبار کے پوتوں سے خواجہ احرار صاحب علم شخص تھا۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں چترال کا منصب قضا رکھتا تھا۔ اور قابل اعتبار فقیہہ تھا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں قاضی احرار کا لڑکا عالم الرحمان ہندوستان سے علم تحصیل کرنے کے بعد جب چترال واپس آیا علمائے شرع میں نامور ہوا۔ پھر ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں چترال کے ایک گوشہ پر قضا کا عہدہ پایا۔ اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ قاضی شرف الدین کے پوتوں سے قاضی ملا نظر رحمت چترال کے قاضیانہ محلہ میں اپنی علمی شہرت و فضیلت کی وجہ سے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ممتاز رہا اور علمائے میزان شرع میں شامل ہوئے۔ بڑے معتبر عالم و فقیہہ تھے۔ مسجد قاضیانہ کی امامت اس کے خاندان کو نصیب تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کا لڑکا عبد الحی اپنی امامت پر قائم رہا۔ اسکا خاندان قدیم سے معزز مانا جاتا ہے۔ قاضی خواجہ احرار کے خاندان سے ایک خاندان ادغوشٹ میں قاضیوں کے نام سے آباد ہے۔ جس سے غلام دستگیر کا نام عوام میں بلند ہے۔ اس نے مروجہ تعلیم حاصل کی اور جب چترال میں آزادی کی تحریک شروع ہوئی اسمیں بحیثیت رکن جماعت مسلم لیگ خوب خدمات انجام دیں۔ اور عوام میں مقبول ہو گئے۔ انکا عرف بگھڑی ساز ہے۔ اور قریہ بروز میں سکونت پذیر ہیں۔ تعلیمی اعتبار سے چترال اسکول میں انسپکٹر تعلیمات کا عہدہ حاصل کیا پھر متعدد ملازمتوں سے سروکار رکھا۔ لائق شخص ہیں۔

ملا یاق باڑہ ارکہنہ

رئیس حکمرانوں کے عہد سے اس خاندان کے افراد اہل علم ہوتے چلے آتے ہیں۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں ملا غلام رسول اس خاندان میں معتبر عالم دین تھے۔ انہوں نے سو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔ انکا فرزند حاجی ملا علی مردان بڑے نیک و فرد صالح و عابد تھے۔ ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ ان کا بھتیجا ملا رحمت ہندوستان سے علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد جب وطن واپس آیا۔ تمام علوم میں وہ کامل تھے۔ اپنا تمام کتب بھی ساتھ لائے۔ مگر اس ملک میں تعلیم و تدریس کا رواج کم تھا۔ ان کی کتابیں صندوقوں میں بند کی بند پڑی رہیں۔ انکے لڑکے عبد الحق نے چترال کے سکول میں مروجہ کسبی تعلیم کر کے میٹرک پاس کیا اور ماسٹری پر مامور ہوا۔ مگر ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہے۔ حاجی علی مردان کے لڑکے عبد الغفور نے بھی باپ سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی اور باپ کی مسند امامت پر قائم رہا۔ انکا لڑکا عبد الدیان جب ہندوستان سے تحصیل علم کے بعد چترال واپس آیا تو مستند علماء میں شامل ہوا۔ اور مفتی اعظم کے منصب پر مامور

ہوا اور میزان شرع کے علماء میں بھی شامل رہا تھا۔ اس خاندان کی دوسری شاخ سے مولوی رحیم اللہ بھی قابل ذکر ہیں کہ وہ تحصیل علم کے بعد جب چترال واپس آئے تو مفتی کا منصب پایا۔ اور جب عوامی مسلم لیگ چترال کے مقابلہ میں ریاستی لیگ کی جماعتی تنظیم ہوئی تو اس جماعت کے ناظم رہے اور اس کے قیام و استحکام میں بہترین خدمات انجام دیں۔ سیاسی تحریک میں اپنی جماعت کے اعلیٰ لیڈر تسلیم ہوئے۔ اچھے مقرر بھی ہیں۔ شاہی خاندان میں انکا کافی رسوخ تھا۔ ہزہائینس سیف الرحمٰن کے عہد میں وہ بڑے اعتبار کے مالک تھے۔ بیباک لیڈر ہیں۔

قاضیان بروز
یہ خاندان بھی قدیم سے اصحاب علم چلا آیا ہے ان کے جد بزرگوار ملا موسیٰ بخارا سے اس ملک میں تشریف لائے تھے۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد حکومت سے بروز مقام کا عہدہ قضا مسلسل ان کی تحویل میں رہا ہے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں قاضی خلیل الرحمٰن و قاضی ولی الرحمٰن بروز کے عہدہ قضا پر مامور رہے ہیں اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں بھی شامل تھے۔ دونوں علما جامع علوم تھے۔ اور محترم رہے۔ قاضی زادہ فتح الرحمٰن ابن قاضی ولی الرحمٰن اعلیحضرت کے عہد میں شاہزادوں کے استاد تھے۔ قرآن مجید اور دینیات کے معلم رہے تھے۔ قاضی عین القضاۃ ہزہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد میں معتبر علماء میں شامل تھا۔ پھر دار العلوم کا معلم تھا۔ وہ بھی اس خاندان سے ہیں اور معتبر فقیہ ہیں۔

ملایان بازارکنہ اور قاضیان بروز کے مابین قرابت اور رشتہ داری بھی ہیں۔ کیونکہ ملا موسیٰ جب بخارا سے یہاں آئے تو اپنی بیٹی کی شادی ملایان بازار کے جد اولین سے کیں۔ اور لمڈی کو چترال کی زمین بخشندی۔ اور خود بروز چلا گیا۔ اور وہاں زمین خرید کر کے سکونت پذیر ہوگیا۔ نسبتاً دونوں الگ ہیں صرف رشتہ داری کی قرابت ہے۔

قاضی خان علوم بروز
یہ خاندان نسبتاً ریاست دیر کے باشندہ خیل قبیلہ سے ہیں وہاں سے جب چترال آئے تو علم کے طفیل عزت و شہرت پائی۔ قاضی عبداللہ و خان علوم دونوں بھائی علم و فضیلت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں قاضی خان علوم بروز کا قاضی تھا۔ پھر کونسل عدلیہ میں ممبری پائی۔ اور بہت مدتوں تک ممبری پر فائز رہے۔ اعلیحضرت کے حضور میں بڑی عزت رکھتے تھے۔ اور بادشاہ سے معقول وظائف پاتے تھے۔ بڑی جرأت کے مالک اور اپنے ملک کی حفاظت کے قومی فرائض سے آشنا تھے۔ قاضی عبداللہ کا لڑکا مولوی حضرت اللہ بھی علمی استعداد سے معتبر ہیں۔

قاضیان قدیم ایون
یہ بھی ایک پرانا صاحب علم خاندان ہے اور اب تک دولت علم سے بہرہ یاب ہے۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں قاضی محمد نظام اس خاندان میں بڑے اعتبار

عزت کے مالک تھے۔ حسن اتفاق دیکھیے کہ بادشاہ اور قاضی دونوں کی ولادت ایک ہی رات کو ہوئی تھی۔ اور ان کی آپس میں مزاح و دل لگی کی باتیں بہت سی مشہور ہیں۔

قاضی محمد نظام مہتر خیر اللہ کے عہد میں جب وہ شاہ کٹور کے خلاف باشگل پر لشکر کشی کر کے واپس آیا تو یہ بھی مہتر خیر اللہ کے ساتھ موجود تھا۔ اور ان کے خاص مشیروں میں شامل تھا۔ جب شاہ کٹور تخت حکومت پر دوبارہ فائز ہوئے تو یہ پھر ان کے دربار میں معزز ہوئے۔

اس خاندان کے علماء میں ملا نصر الدین مسائل فقہ میں معتبر مانے جاتے تھے۔ اور قاضی عبدالوہاب کا درجہ بھی بلند تھا۔ وہ طبعی ذکاوت مالک اور صاحب اعزاز تھے۔ پھر انکا لڑکا قاضی عبدالرحمٰن اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں معزز رہا۔ وہ طبعی دل لگی کی باتیں کر کے بادشاہ کو خوش کرتے تھے۔

آخوندزادہ اقرار الدین اور ملا اسمٰعیل اس خاندان میں سرکردہ فضلاء ہوئے ہیں۔ علم میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ آخوندزادہ اقرار الدین اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد سے ناصر الملک مرحوم کے عہد تک بڑے محترم تھے۔ ۱۹۱۸ء میں جب قضائے ایون کا عہدہ ان کو پیش کیا گیا تو انھوں نے بمشکل قبول کرنے کے بعد پھر استعفیٰ دیدیا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں قاضی القضاۃ چترال کے عہدے پر مامور ہوئے۔ انہوں نے فقہ کے مسائل ضروریہ کا ایک مجموعہ بھی تصنیف کیا تھا علمائے متاخرین چترال میں انکا وجود غنیمت تھا۔

مولوی احتلال الدین ان کے فرزند ہیں جو مدرسۃ العلوم دیوبند کے مستند عالم ہیں۔ اور آجکل دار العلوم چترال کے صدر مدرس ہیں۔ آپ بڑے فصیح مقرر بھی ہیں۔ اپنے خاندان اور والد کے علمی و ذہنی وقار کی واحد یادگار رہیں۔ قاضی عبدالوہاب کے پوتوں سے قاضی اسم اعظم کے فرزند قاضی صاحب نظام موجودہ دور میں سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک اور تحریک آزادی کے مؤسس ہیں۔ جب ریاست میں سیاسی بیداری کا آغاز ہوا تو مولانا صاحب نظام رئیس کی وساطت سے ریاست چترال پر مکمل ذمہ دار اسلامی حکومت کا مطالبہ کیا۔ اور جماعت مسلم لیگ میں نائب صدر منتخب ہوگئے۔ ۱۹۵۶ء میں ممبران مسلم لیگ کی معیت میں پشاور گئے اور دوبارہ ذمہ دار حکومت کے مطالبہ کا اعادہ کیا۔ انکی عوامی شہرت مسلم شدہ ہے۔ زندان و سلاسل کی آزمائشوں کے باوجود میدان عمل میں سرگرم رہے عادتاً و فطرتاً ان کی تقریر میں جوش و خروش کا اثر ہے طبیعت میں ظرافت اور خوش طبعی کا جوہر وماتاً بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ انکا جد امجد قاضی محمد نظام فصحائے نغز میں شمار ہوتا تھا۔ قاضی صاحب نظام عوام کی مقبولیت سے کونسل عدلیہ میں چار برس تک ممبر رہا۔ اور ان کی نمائندگی کرتے رہے۔ فرض منصبی کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ بڑی ہمت و حوصلہ کے مالک ہیں۔

حلقہ احباب بھی وسیع ہے۔

ملا محمد اسماعیل کے فرزند مولوی محمد فاضل آجکل ایون کے قضا میں مامور ہیں۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد شاہی امام بھی رہے اور طبقہ علماء میں معتبر و جید عالم ہیں مشرباً اہل طریقت سے ہیں

اخوندزادگان مولدہ ایون

یہ خاندان نسباً دانشمند مولکھو سے ہیں۔ ان کے جد بزرگوار زیور علم سے آراستہ تھے۔ شاہ سنگین علی کے بیٹے جہانگیر سے موضع کوشٹ میں زمین لی۔ اور مولکھو سے وہاں آکر آباد ہوگئے۔ اسکا لڑکا ملا رحیم علی اخوند علم میں کمالات کا مالک تھا۔ مہتر سربلند خان سے موضع ایون میں زمین لیکر وہاں پر بودوباش اختیار کر بیٹھا تھا۔ اسکے بیٹے حافظ محمد کراد اور شرف الدین علم و تقویٰ کی دولت سے مالا مال تھے۔

مولانا محمد کراد کے فرزند آخوندزادہ مولانا محمد عاقل تھے جو فاضل اجل اور عالم باعمل ہو گئے پشاور سے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس وطن میں آئے۔ انھوں نے سلسلۂ طریقت میں حضرت عارف کامل شیخ عبدالوہاب عرف پیر بابکی علیہ الرحمتہ سے اخذ فیض کیا۔ اور تمام عمر عبادات و ریاضت میں بسر کی۔ مظلوموں اور محتاجوں کی خدمتگذاری پر ہمہ وقت مصروف و مستعد رہے۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۲ھ میں سفر آخرت فرمایا۔

ان کے بھائیوں سے اخوندزادہ شیر یزدان و آخوندزادہ محمد فاضل عالم باعمل اور تقویٰ شعار تھے۔ چترال میں عہدہ قاضی القضاۃ پر مولانا محمد فاضل بھی چند سال تک فائز رہے ان کی وفات کے بعد یہ منصب اخوندزادہ غلام العابدین کو تفویض ہوا۔ اخوندزادہ غلام العابدین و غلام الصالحین و غلام الذاکرین تینوں اخوندزادہ محمد عاقل مرحوم کے صاحبزادے تھے غلام العابدین اور ان کے بھائیوں نے مروجہ علوم دین کی تکمیل پشاور سے حاصل کی۔ تحصیل علوم کے بعد جب واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں غلام العابدین ایون کے عہدہ قضا پر مامور ہوا پھر چترال میں قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد سے مظفر الملک مرحوم کے عہد تک اپنے عہدہ پر باعزاز سے رہے۔ غلام الصالحین و غلام ذاکرین بھی علم سے آراستہ اور حافظ قرآن تھے اور احترام سے یاد ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۷۰ء سے مولوی غلام ذاکرین علمائے میزان شرع میں شامل ہوئے ہیں

آخوندزادگان تھوڑیاں دہ ایون

یہ خاندان اپنا سلسلۂ نسب حضرت شیخ محمد کا کا صاحب علیہ الرحمتہ سے متصل کرتا ہے۔ ان کے جد اعلےٰ ملا محمد کبیر شاہ کٹور ثانی کے عہد میں یہاں آئے۔ اور ایون میں سکونت اختیار کی۔ ان کا لڑکا

محمد حمید علم میں کمال رکھتا تھا۔ اور مہتر شاہ افضل ثانی کا استاد تھا۔ چترال میں زمین پائی۔ اور معزز ہوئے محمد حمید کے صاحبزادے کا فرزند یعنی پوتا قاضی عبدالرحمٰن نامور عالم ہوئے پشاور میں رہ کر انہوں نے انواع علوم میں استفادہ کیا۔ مسجد مہابت خان میں علماء و روسائے پشاور کی موجودگی میں علوم و فنون کا امتحان پاس کیا۔ اور سند علم و دستار فضیلت حاصل کی پھر حج سے شرفیاب ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ اعلیٰحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں قاضی احرار کی وفات کے بعد قضائے چترال پر فائز کئے گئے۔ پھر قاضی القضاۃ کا عہدہ پائے۔ تمام ملک کے اہم شرعی فیصلے انہیں کے ذریعے طے پاتے تھے۔ یمن و برکت والے بزرگوار تھے۔ اعلیٰحضرت مرحوم کے ہاں انکا بڑا اعزاز و احترام تھا سنہ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔ انکا بھائی حاجی عبدالغفار علم سے آشنا اور لائق شخص تھے۔ قاضی القضاۃ کی نیابت میں چترال میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے دو دفعہ فریضۂ حج سے سعادت اندوز ہوئے کچھ مدت تک کونسل عدالت کے ممبروں میں فائز رہے تھے۔ حاجی عبدالغفار کے لڑکے رحمت غفار و فضل غفار بھی معتبر ہوئے۔ رحمت غفار سیاسی سوجھ بوجھ کا شخص ہے۔ عوام میں اعتبار پایا۔ اور نمائندگی کرتے ہوئے علاقہ خندرہ کیطرف سے کونسل عدلیہ کا ممبر ہوا تھا۔ اور فضل غفار شاہی خاندان سے وفاداری رکھتے ہوئے شاہزادگان اور ان کے حلقۂ ارادتمندان میں وقف خدمات رہے ہیں۔

قاضی القضاۃ مرحوم کے صاحبزادہ مولوی غلام احمد مدرسہ امینیہ دہلی میں تحصیل علم کے بعد جب واپس وطن آئے تو علماء کے میزان شرع میں شامل ہوئے۔ شرعی فیصلوں کی نگارش کی ذمہ داری انکی ہے۔ و دیگر امور شرعیہ بھی۔

ملا نعمت اللہ جان ابن اخوند جان اس خاندان سے تھے مگر تعلیمی سلسلہ میں آخوندزادہ صاحب مولدہ کے تلامذہ میں سے تھا۔ اور ان کے حلقۂ ارادت میں منسلک تھا۔ اور اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں انکا بڑا اعتبار ہوا۔ قاضیٔ عسکر کا منصب پایا۔ جزئیات فقہ میں ان کی کمال استعداد تھا انکا فرزند شاہزادہ محمد حسین نے اعلیٰحضرت کے عہد میں مولانا سیر کے شاہنامہ کو اپنی کتابت سے ترتیب دیا۔ مگر مولانائے مرحوم کے اصلی نسخہ دستخطی کو واپس نہیں دیا۔ وہ کتبخانہ شاہی میں موجود نہیں ہے مولانا نعمت اللہ جان کا دوسرا لڑکا چترال سکول میں مدرس ہے ملا نعمت اللہ جان کا باپ اخوند جان بھی معتبر شخص تھا۔ اور کشمیر کے سفراء کے ساتھ کشمیر بھی گیا تھا۔

مولوی غلام محمد قاضی القضاۃ مرحوم کے نواسوں سے ہندوستان میں تعلیم حاصل کرکے جب وطن واپس آیا۔ سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد ان کے انتخاب میں جامع علوم مانا گیا اور بہترین واعظ اور خوش کلام مقرر ثابت ہوئے۔ ہز ہائی نس نے ان کو تبلیغ و ترویج شریعت کے لئے

بالائی علاقوں میں بقصد یے گئے کہ وعظ کریں۔ مگر جب واپس آئے تو عمر نے وفانہ کی اور جلد ہی وفات پا گئے۔

مولوی محمد زمان ابن مرزا محمد شافی بھی اس خاندان سے ہیں۔ چترال سکول میں پشتو کے ماسٹر ہیں اور اس کے علاوہ جامع مسجد میں خطیب ہیں۔ بہترین خوش نویس ہیں اور خوش گفتار واعظ ہیں۔

صاحبزادگان خیر آباد

یہ خاندان بہت ہی معززاور صاحب برکات تھا۔ اس خاندان کے جد اعلیٰ محمد مظفر مشہور بہ باباجی علیہ الرحمۃ شیشی کوہ دریے کے باشندے تھے۔ اس زمانے میں جبکہ تمام تورمیان کفر و کفران کی آماجگاہ تھا۔ یہ اسلام کی لازوال دولت سے مالا مال ہوئے۔ اور پشاور چلے گئے۔ جہاں حضرت میاں عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شریک ہو گئے۔ اور ریاضت و مجاہدہ میں شریک ہوئے۔ اور سلوک معرفت میں بڑا مرتبہ حاصل کیا۔ ایک مدت کے بعد جب وطن واپس آئے تو آپ کے مبارک انفاس کی برکت سے شیشی کوہ دریے کے تمام کفار مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

شاہان ملک آپ کی زیارت کو تبرک و سعادت جانتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ جناب اخوند صاحب بڑے مرتبہ اور کشف و کرامات کے بزرگ ہوئے جنکا مختصر ذکر اصحاب فقر و قناعت میں آئے گا۔ اخوند صاحب کے صاحبزادے مصطفیٰ اور محمد ملک بڑے محترم و مکرم گذرے ہیں اس ملک کے بادشاہوں کے حضور میں اور تمام ریاست کے لوگوں کے ہاں انکا بڑا احترام مسلم تھا۔ کٹور یہ خاندان اور بسا یہ علاقوں اور قبیلوں کے امراء اس خاندان میں رشتہ کو عار نہ جانتے تھے۔ اور جو مجرم اس خاندان کے ہاں پناہ لے لیتا تھا وہ سزا سے بچ جاتا تھا۔

صاحبزادہ محمد ملک کے فرزند صاحبزادہ مجتبیٰ بھی محترم بزرگوار تھے اور اس بزرگوار کی یادگار صاحبزادہ فضل محمود ہیں۔ علمیت کے ساتھ اہل تقویٰ بھی ہیں اور اپنے خاندان کے اوراد و وظائف کے پابند ہیں علاقہ شیشی کوہ کی قضا ان کی تحویل میں ہے۔ باباجی صاحب مرحوم کی باقی اولاد میں اہل علم بھی ہیں مگر ممتاز نہ ہوئے۔

اخوندزادگان جنجرت

اخوندزادوں کا یہ طبقہ اپنے علم و زہد و تقویٰ میں صاحب برکات گذرے ہیں۔ نسب کے اعتبار سے کفار بشگل سے تھے ان کے مورث اعلیٰ اسلام سے مشرف ہوئے اور حضرت عمر میاں چمکنی علیہ الرحمۃ کے سایہ برکت میں تربیت پائی۔ علم و عمل میں نامور ہوئے اس خاندان میں قاضی حبیب اللہ علم کے ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی معروف رہا ہے۔ اب ان کے فرزند محمد بزرگ اپنے خاندان کی یادگار ہیں۔

اخوندزادگان آرزدم

دروش کے آرزدم گاؤں میں انکا خاندان آباد ہے ان اخوندزادوں کے

جدِ اعلیٰ میر عبداللہ نورست کلاں سے یہاں آئے۔ اور وہ سادات سے تھے۔ علم تو تھا ہی۔ تائید غیبی سے حضرت میاں عمر چمکنی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں باریابی پائی۔ اور بہت بلند تر مقام حاصل کیا۔ پھر انکا پوتا ملا نورعین مسائل فقر میں کامیاب اور اہل کمال میں شمار ہوتا تھا۔ اور ان کے بھائی میرزخون اصحاب فقر و عزلت میں بڑے باثر درویش تھے اڑیاں دروش کی زیارت ان کی دائمی آرامگاہ ہے۔ جہاں زائرین کا رجوع ہوتا رہتا ہے مگر ان کے مزید حالات ان کے خاندان والوں نے بتانے سے غفلت کی کہ کس درجہ کے درویش تھے۔ ملا نورعین والیان ریاست کے نزدیک قدر و منزلت میں ممتاز تھے۔ ان کے خاندان سے اخوندزادہ عبداللہ جان بڑے معزز اور علم و ورع کیوجہ سے بڑی برکتوں والے بزرگوار تھے۔ انکا دسترخوان وسیع تھا جہاں مہمانوں کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اخوندزادہ موصوف بڑے احترام سے یاد ہوتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولوی محمد عظیم خان اور سیف احمد ہیں۔ والد کی وفات کے بعد مولوی محمد عظیم خان عہدۂ قضا پر مامور ہوگئے۔ انھوں نے مدرسۂ امینیہ دہلی سے سند حاصل کی۔ بڑے معتبر عالم ہیں۔ ہائی سکول دروش میں دینیات کے مدرس بھی ہیں۔ سیف احمد نے نئی مروجہ تعلیم میں قدم رکھا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جے۔ اے۔ وی کا کورس کیا۔ پھر ہائی سکول دروش میں ہیڈ ماسٹر ہوتے ہیں انکا خاندان آباد ہے۔

قضاۃ دروش دروش کے قاضیوں کے خاندان میں بڑے علماء و فاضلین گذرے ہیں اور یہ برکت والے خاندان سے یاد ہوتا ہے۔ قاضی زین العابدین اعلیٰ درجہ کے فقیہہ اور اچھی شہرت والے معزز تھے۔ ان کے بھائی مولوی ہشام الدین علوم دینی میں کامل دستگاہ حاصل کرنے میں کوشاں تھے کہ اس اثنا میں وفات پاگئے۔ قاضی زین العابدین کے لڑکے قاضی الہام الدین بڑے ذکی الطبع عالم تھے۔ تحصیل علم کے بعد وطن واپس آئے تو قضا کے منصب پر مامور کئے گئے۔ مگر جلد ہی سفرِ آخرت پیش آیا۔ اور چل بسے۔ اب اس خاندان میں زیورِ علم سے آراستہ کوئی نہیں رہا۔

اخوندزادگان بروز یہ اخوندزادے ملا عبدالغنی پشاور کے صاحبزادے ہیں ملا عبدالغنی مہترشاہ کٹور ثانی کے عہد میں چترال آئے اور بروز کے سپنا کلوم گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ بڑے معتبر عالم تھے اس ملک کے اکثر علمائے کرام ان کے تلامذہ سے تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد ناجی اور محمد حاجی تھے۔ وہ بھی زیورِ علم سے آراستہ تھے۔ مولانا محمد ناجی کے فرزند اخوندزادہ آخوند بابا تھے۔ ان کے وجود میں علم و عمل اکھٹے نظر آتے تھے۔ زہد و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اب ان کی اولاد میں کوئی اہل علم موجود نہیں ہے۔

اخوندزادگان ارغوچ یہ ایک عالم کی اولاد ہیں مگر ان کا اسم گرامی مولوی حاجی لقا بادشاہ

کشور ثانی کے عہد میں وہ بخارا یا بدخشاں کی حدود سے یہاں چلے آئے اور سکونت کی طرح ڈالی۔ انکا لڑکا ملا خیر اللہ اور پوتا ملا عطاء اللہ اہل علم میں شمار ہوتے تھے اور احترام کے مالک تھے۔

مولف تاریخ نے ان کے خاندان کی چند کتابیں ملاحظہ کی تھیں۔ ان کی نفاست اور خوش خطی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اور یقین ہو گیا کہ ان کے بزرگ علم میں بڑے ہی صاحب مراتب تھے۔ اخوندزادہ عطاء اللہ کا فرزند اخوندزادہ محمد حسن علم سے بہرہ یاب اور طریقت میں کامیاب تھا۔ زہد و تقویٰ کا حصہ دار اور صالح شخص تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس خاندان سے مولوی کا نام زندہ رکھنے کے لئے ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کا نام مولوی عبد اللہ ابن الحاج ملا جاد اللہ تھا۔ انہوں نے مدرسہ احیاء العلوم سورت سے تحصیل علم کیا اور جب وطن واپس ہوئے تو اعلیٰ حضرت کے منظور نظر ہوئے۔ اور اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے علمائے موجودہ کی صف میں امتیازی حیثیت کا درجہ حاصل کیا۔ کیوں نہ ہو بڑے عالم اور فصیح اللسان مقرر تھے۔ سیاسی وجوہ سے واقف اور قانونی معاملات میں خبردار تھے۔ چند سال تک کونسل عدلیہ کی ممبری پر فائز رہے پھر درہ دیسور کا منصب قضا حاصل کیا۔ اور ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں مزید نوازشوں سے سرفراز رہے مگر عمر نے وفا نہ کی ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔

ملا عباس و ملا کمال شاہ

یہ دونوں بھائی جالندھر (پنجاب) کے خاندان سادات سے تھے شاہ کٹور ثانی کے عہد حکومت میں اس ملک میں وارد ہوئے اور بادشاہ کے دربار میں باریاب ہو کر اعتماد حاصل کیا۔ علم میں بڑے کمال کے مالک تھے۔ خوشنویسی میں پاکیزہ اسلوب رکھتے تھے۔ شاہ کٹور ثانی کے فرزند شاہ تجمل شاہ جو بہت بڑے علمی مدارج پر سرفراز تھے وہ انہیں علماء کے شاگرد تھے اور فیض تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ ملا عباس نے بروز میں سکونت کے ذریعہ پائی تھی اور ملا کمال شاہ کچھ عرصہ تک قوہ میں اقامت پذیر ہوئے۔ ملا عباس کے خاندان سے آخوندزادہ محمد طفیل معروف شخص تھا۔ تاریخ میں لکھا پایا گیا کہ جنگ دُرکھت میں محمد رحیم خان حاکم دخان کے مقابلہ میں انہوں نے شاہزادہ تجمل شاہ کے لشکر میں نمایاں بہادری دکھائی تھی۔ انکی اولاد آخوندزادوں کے نام سے بروز میں آباد ہے اور انکا گاؤں ہندوستان کے نام سے مشہور ہے۔

ملا کمال شاہ کی اولاد سے باوجود جستجو کوئی معروف شخص کچھ بھی معلوم نہ ہوا۔

ملا حبیب آخوند چمرکہن

یہ آخوندزادہ مقام چمرکہن کے باشندے تھے شاہ کٹور ثانی کے عہد میں انواع علوم میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ بادشاہ کے حضور میں معزز تھے۔ یہ بادشاہ علماء کے بڑے قدردان تھے۔ اور ان کے عہد میں ہندوستان۔ بدخشاں اور بخارا سے بہت بڑے علماء یہاں آئے اور بڑی قدردانی سے یہاں مقیم ہوئے۔ ملا حبیب آخوند شاہ کٹور کے دربار میں جوہر ظرافت و لطافت سے اس طرح ممتاز رہے تھے۔ حکایت کرتے ہیں کہ مہتر خیر اللہ

کے عہد حکومت میں ایک مولائی مذہب قلندر نے آئمہ ثلاثہ کی نسبت (رضوان اللہ علیہم) بر بنائے طبع افتاد ناشائستہ الفاظ استعمال کئے اور دشنام طرازی کی۔ اگرچہ ملا حبیب آخوند غصہ سے جل اٹھا۔ مگر سکوت کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ایک روز ملا حبیب آخوند نے امتر خیر اللہ کے قتل کی خبر جونہی سنی تو اس گمراہ قلندر کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہوا اور گاؤں گاؤں میں تلاش کرتا ہوا زیزدی درک علاقہ لوٹکوہ میں پہنچا۔ قلندر نے جب اسے دیکھا تو اس کے ارادہ کو جانپ گیا اور بھاگ پڑا۔ ملا حبیب نے بڑی تیز قدمی سے اسکا تعاقب کیا۔ اور گاؤں کے سامنے اسے جالیا۔ اور یہ آواز بلند کہا کہ اے قلندر دور دور شاہ کٹور راست آمادہ باش اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور واپس چترال آئے۔ وزیر منفعت ملان شالی ان کے خوان علم سے بہرہ مند تھے اور ان کے شاگرد تھے۔ ملا حبیب کے پوتے پڑپوتے ملائی لباس میں چمرکہن میں رہتے ہیں۔ اور آخوندزادے کہلاتے ہیں۔ ان کے خاندان میں قدیم قلمی کتابیں بھی موجود ہیں۔ جنمیں سے ایک ضخیم قلمی کتاب دُرنج الدرر مولف تاریخ کے ہاتھ آئی ہے جو ۱۹۵۵ء میں آثار قدیمہ کے ڈائرکٹر کے پاس بغرض یادگار رکھی گئی ہے۔ جہاں لائبریری آثار قدیمہ کی الماری میں چترال کی یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔ بڑا خوشخط اور ضخیم قلمی نسخہ ہے۔

ملا سعدالدین کجو یہ بھی اصل میں جالندھر پنجاب کے تھے۔ جو اپنے بھائی محمد حسن کے ساتھ شاہ کٹور ثانی کے عہد حکومت میں چترال آئے۔ اور شاہ کٹور کے دربار میں رسوخ پایا

ملا سعدالدین جامع علوم اور حافظ قرآن تھے۔ شاہ کٹور کے پیش امام مقرر ہوئے۔ بڑی عزت و شہرت رکھتے تھے۔ پھر یہاں مستقل مقیم رہے اور کجو علاقہ کوہ میں زمین پائی۔ ملا سعدالدین نے بادشاہ کی امامت پر بڑے اعزاز سے زندگی بسر کی۔ اور یہ دونوں بھائیوں کی اولاد کجو مقام میں دشمنہ نام سے موسوم ہوئے۔ ملا سعدالدین کا لڑکا تاج محمد اور محمد حسن کا لڑکا خدارحمت بھی علمیت کے ساتھ اعتبار رکھتے تھے۔ تاج محمد کے خاندان سے مولوی شیر محمد ابن نور احمد آجکل کے علماء میں ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ قضائے کجو پر مامور تھا۔ پھر دارالعلوم چترال میں مدرس ہوئے ہیں ان کا باپ نور احمد قاضی ہے۔ انکا بیان ہے کہ شاہ کٹور کی امامت پر جب ملا سعدالدین مامور ہوا تو سند بھی حاصل کی تھی جس پر ۱۱۹۲ھ لکھا ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست ہے۔ تاریخ میں شاہ کٹور کی علم پروری کے سلسلہ میں سند کی نقل مرقوم ہے۔ مولوی شیر محمد ملا سعدالدین سے آگے نسب نامہ یوں بتاتا ہے۔ کہ سعدالدین بن شیر محمد بن حور حسین بن حافظ احمد جالندھری تھا۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو حسین خیل دشمنہ کہتے ہیں۔

محمد حسن کی اولاد سے خدارحمت اور اسکا لڑکا شکور محمد اور اس کا لڑکا سید محمد اور اس کا لڑکا عزیز محمد حافظ قرآن ہیں۔ فضل احمد بھی تاج محمد کا دوسرا لڑکا تھا۔ جسکا لڑکا عبدالحلیم آج کل شبقدر علاقہ پشاور میں ہائی سکول کا مدرس ہے۔ وہ بھی عالم ہے تاج محمد کا خاندان بدستور علمیت سے روشن ہے

مہتر نظام الملک مرحوم کے عہد میں تاج محمد و خدا رحمت ان کی ملازمت میں اہل اعتبار سے تھے۔

ملا مولوی باشندہ دکچو دشمنہ قوم سے شاہ کٹور ثانی کے عہد میں بڑے معتبر عالم تھے۔ علاقہ کوہ اور موضع سبین کی قضا اسے تفویض تھی۔ اس کے خاندان میں ملا محمد کبیر بن حمید اللہ پیرانہ سالی کے ساتھ کجو میں مفتی کا منصب بھی رکھتا تھا۔ مولوی غلام محمد اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں اپنی علمیت کی بنا پر اچھے دانشمند مانے جاتے تھے۔ وہ اس خاندان سے تھے۔ پھر دوسرے غلام محمد مولوی مدرسہ امینیہ دہلی سے متسند ہو کر سکول سبین میں مدرس رہا تھا۔ بعد میں وفات پائی۔

ملا غوثی آخوند یہ صاحب برکات شخص موضع موری کا باشندہ تھا۔ عابد و زاہد تھا۔ عالم بھی تھا تحصیل علم ملتان میں رہ کر حاصل کی تھی۔ انکا خطیرہ موری لشٹ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں دور دور سے زیارت کو آتے ہیں۔ ان کی قبر پر کتبہ لگا یا گیا ہے جسمیں ان کا سال وفات لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۶۸ھ میں انکا انتقال ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہتر شاہ افضل ثانی کا عہد تھا۔ انکے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکی تھی جو ملا تاج محمد کی زوجہ تھی۔ ملا تاج محمد ملا سعد الدین جالندھری کا فرزند تھا۔ جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ چونکہ وہ مولوی عبدالحلیم کی دادی تھی۔ لہذا انہوں نے ملا غوثی آخوند کی میراث کیلئے بار بار استغاثے کئے۔ ملا غوثی آخوند کا سلسلہ شاہ نوین بابا ایوب تک پہنچتا تھا۔

آخوندزادگان ریری یہ خاندان آخوندزادوں کا گھرانہ ہے۔ اس خاندان سے ملا محمد کبیر علم و فضل سے آراستہ درس و تدریس میں مصروف اور زہد و عبادت میں مشغول تھے۔ موصوف نے بڑی لمبی عمر پا کر ۱۳۳۵ھ میں وفات پائی۔

مولوی عبدالکریم: اس خاندان سے مولوی عبدالکریم اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں علم و فضل سے ممتاز تھے۔ بڑے باکمال شخص تھے۔ آدیر کے منصب قضا پر فائز تھے۔ از بسکہ علوم و فنون میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ بادشاہ کے کتب خانہ سے بہت سی کتابیں حاصل کیں۔ پھر دوبارہ مستفیض ہوئے۔ اعلیٰحضرت مرحوم نے بھی اُن کی قدردانی کا حق ادا کیا۔ اور ان کو متعدد کتابیں بخشدیں۔ مولانا نے اول اول استغنا اور بے پروائی سے دن بسر کئے۔ آخر بادشاہ کے اصرار سے قضائے آدیر کا منصب قبول کر لیا۔ بے ریا عبادت گذار تھے۔ اور عبادات میں بدرجہ کمال استغراق تھا۔ اعلیٰحضرت نے کئی بار کونسل کی ممبری انہیں پیش کی۔ مگر انہوں نے ہر بار معذرت چاہی اور قبول کرنے سے اجتناب کیا۔ چونکہ ان کی طبیعت میں عادتاً تندی بھی بہت تھی۔ اس لئے بعض مشکلات بھی انہیں پیش آتی رہیں۔ انکا صاحبزادہ مولوی فضل کریم ایک متسند عالم دین ہیں۔ اور ان دنوں دارالعلوم چترال کے مدرس تھے۔ اور ان کا چچا ملا عبداللطیف قضائے آدیر پر فائز ہیں۔

ملا مراد علی رائگنہ یہ بزرگوار رئیسہ خاندان کی نسل کی یادگار اور رائگنہ علاقہ موڑکہو کے قدیم باشندوں سے ہیں۔ مہترشاہ افضل ثانی کے عہد میں ملا مراد علی عالم و معزز شخص تھے مذہب مولائیہ چترال جو قدیم سے بالائی علاقوں میں شائع تھا۔ اس کی تردید تبدیم پہ ملائے موصوف ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ان کا صاحبزادہ ملا عبدالرحمٰن والیانِ ملک کے دربار میں اعزاز سے رہا۔ اور ان کا ایک بھائی جو میاں ملا کے نام سے مشہور تھا۔ چترال میں شاہی خاندان کا استاد تھا اور اپنی استاذی کے حق پہ چترال میں قدیم سے زمین حاصل کر کے سکونت پذیر تھا۔

ملا عبدالرحمٰن کا فرزند اخوندزادہ زین العابدین عالم تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد دولت میں منصب قضا پہ قائم رہا تھا۔ اس کا خاندان قدیم سے محترم رہا ہے۔

دورِ ثانی کے علماء

مولانا حاجی فضل کریم موصوف موضع کشم علاقہ موڑکہو کے باشندے اور ایک بزرگوار نامور تھے پشاور میں رہ کر انھوں نے علم دین کی تکمیل کی۔ اور پھر حرمین الشریفین کی زیارت کیلئے چلے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد ایک سال تک طائف اور دوسرے بلاد عرب میں قیام پذیر رہے۔ اور پھر وطن میں مراجعت کی۔ دیر میں حضرت بابا خلیل الرحمٰن شاہ علیہ الرحمۃ سے طریق سلوک میں بیعت کی اور فضل و کمال کی دولت پائی۔ جب چترال آئے تو اعلیحضرت مرحوم سے کشم کی قضا کا منصب حاصل کیا۔ راہ سلوک میں بیعت و طریقت کے باعث مشاغل دنیاوی سے دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ مگر بادشاہ کے اصرار پہ مجبوراً کونسل عدالت کی ممبری پر فائز ہوئے۔ مگر فرائض دنیاوی پر متوجہ ہونے کے باوجود مذہبی مشاغل و عبادات تہجد و نوافل میں فرق نہ آنے دیا۔ موصوف کا پایہ علم و فہم حدیث و فقہ میں بہت بلند تھا۔ ادبی ذوق بھی تھا چنانچہ فارسی اور عربی میں اشعار بھی کہتے تھے۔ مگر ان کی کوئی معتبر تصنیف یادگار نہ بن سکی۔ کونسل کی ممبری پہ مدت تک قائم رہے اور تا قریب وفات اعلیحضرت مرحوم کے حضور میں مقیم رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بڑا صاحبزادہ کشم کی قضا کے منصب پہ مامور ہوا۔

ملا بحر الدین ملا صاحب المعروف بہ زنگ ایون کے باشندے ہیں۔ اخوندزادہ صاحب مولدہ کے شاگردوں سے تھے۔ اور ان کے حلقہ ارادت میں حاضر رہتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اعلیحضرت کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور شرعی امور کے علماء میں شامل ہوئے بڑے فقیہ تھے

اعلیحضرت کے دربار میں معزز ہوئے اور مدادمت کے طور پر سفر و حضر میں شامل رہے۔ ملا صاحب نکتہ سنج اور ظریفانہ نکات سے بھرپور تھے۔ اس طرح ہر ایک بات میں بادشاہ کو ہنسا دیا کرتے تھے پھر کونسل میں ممبری پر فائز ہوئے۔ جب انکا انتقال ہوا تو انکا بڑا لڑکا مولوی عبدالعزیز جو اصول شرعی اور علم فقہ میں کامیاب شخص تھا نے اعلیحضرت کے حضور میں اعتبار پایا۔ اور مفتی کا منصب حاصل کیا۔ پھر بتدریج مفتی اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔

ملا صاحب مرحوم کا دوسرا فرزند عبدالکبیر ہزہائی نس محمد ناصرالملک مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا۔ اور ریاستی پولیس میں سپرنٹنڈنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر ہز ہائی نس محمد مظفرالملک مرحوم کے عہد میں پولیس افسری کے پردہ میں بہت سے اختیارات کا مالک ہوا۔ اور اعتبار رہا۔

اسی خاندان کا تیسرا فرزند ارسلا خان ایک صوفی نقش باپ کا بیٹا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں دفتری ملازمت رکھتے ہوئے توشہ خانہ کا منشی تھا۔ پھر مسلسل خدمات کی وجہ سے نئی تنظیم کے بعد خزانہ کی دفتری ملازمت میں منتقل ہوا۔ اور وہاں خزانچی کا عہدہ حاصل کیا۔ اب خزانچی ہیں ان کے تین لڑکے تعلیماً قدر یافتہ ہیں اور ہر ایک انہیں لائق بادم ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑا لڑکا غلام محمد ایس وی سی پاس کر کے ہیڈ ماسٹر سکول ایون ہیں۔ دوسرا لڑکا غلام محمد بی۔ اے بی ٹی پاس کر کے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول چترال ہے۔ تیسرا لڑکا غلام ایف۔ اے پاس کر کے میڈیکل کالج میں ڈاکٹری تعلیم شروع کی ہے۔ انکی تصویریں یہاں ثبت ہیں۔ مسٹر ارسلا خان بڑے کفایت شعار خزانچی ہیں اور معتبر شخص ہیں۔

ملا غیاث الدین

مولانائے موصوف ایون کے رہنے والے اور ملا محمد غوث کے پوتے تھے۔ اور بہت بڑے فقیہہ اور سلوک نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ اور اس سلسلہ عالیہ کے اوراد و وظائف میں تا حین حیات بڑی مضبوطی سے عمل پیرا تھے۔ جب اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں داخل ہوئے تو بڑے اعزاز سے دن بسر کئے۔ اور سفر و حضر میں شامل مجلس رہے۔ بادشاہ کی جانب سے معقول وظیفے معاش کے لئے مقرر ہوئے۔ علمائے شرع میں شریک کار تھے۔

ان کی وفات کے بعد ان کا صاحبزادہ شہاب الدین جب تعلیم سے واپس آئے تو مستند عالم تھے۔ شہرت پائی۔ ان کی تقریر جاذب قلوب تھی۔ اور ساتھ ہی سیاسیات سے دلچسپی تھی۔ عوام میں مقبول ہوئے ۱۹۵۱ء میں جب کونسل عدلیہ کے لئے عوامی لیگ اور اتحادی لیگ کے ممبروں کا انتخاب ہوا تو مولانا شہاب الدین اتحادی لیگ کے نمائندہ ہو کر کونسل عدلیہ کے ممبر ہوئے۔ چار سال تک کونسل عدلیہ میں کام کیا۔ اور اپنے فرائض منصبی کو گروہ بندی کے تعصبات سے بالاتر ہو کر سرانجام دیا۔ علمیت کے ساتھ بالغ قسم کا ذہنی شعور بھی رکھتے تھے۔ ۱۹۵۷ء میں علمائے میزان شرع پر مامور ہوا۔ اور اس عہدہ پر عوام کے شکوک و شبہات سے بالاتر رہے۔

اسفر ارسلا خان خزانچی ریاست بمعہ فرزندوں کے

مولوی محمد فضل کریم

مولوی فضل کریم موضع ونین کے باشندے ہیں۔ اور دورِ حاضر کے علماء میں تسلیم شدہ ہیں۔ فقیہہ ہیں سنہ ۱۹۱۶ء میں علمائے ملک سے کونسل عدلیہ کے لئے ممبروں کا انتخاب ہوا۔ تو مولانا اسمیں شامل تھے۔ دو سال تک کونسل میں ممبر رہے۔ پھر جب ساری ریاست میں سکول کھولے گئے۔ تو مدرسہ برنس میں وہ معلم ہوئے۔ مابعد جب وہاں سے واپس آئے تو شاہی خاندان کے شاہزادوں کے معلم بنائے گئے۔ پھر چترال سکول میں معلم دینیات رہے مابعد میزان شرع کے علما میں شامل ہوئے۔ آپ چترال خاص کے ایک حصہ پر ونین کے ساتھ قاضی مقرر ہوئے۔ جامع مسجد میں ہر ہفتہ ایک گھنٹہ جمعہ کے دن وعظ کرتے تھے۔ ریاست میں جب مسلم لیگ کی تحریک کا دور شروع ہُوا۔ اور اس کے مقابلہ میں اتحادی لیگ کا قیام ہوا تو مولانا اتحادی لیگ کے حامیوں میں تھے۔ اور اس سلسلہ میں آپ ریاست کے خیر خواہوں کی صف میں رہے۔

مولانا محمد فضل کریم کے آباؤ اجداد کاشغر کلاں سے چترال میں آئے۔ اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ انکا جد کلاں محمد فاضل بیگ کاشغر سے ہجرت کرکے مستوج آئے۔ اور وہاں مہتر امان الملک بن بادشاہ خوشوقتیہ کے ہاں رہے۔ اور انکا استاد ہوا۔ تفسیر پڑھائی۔ مہتر امان الملک نے ان کو برنس میں زمین دی۔ وہاں قیام کیا۔ اور ادھر ہی وفات پائی۔ ان کے انتقال کے بعد انکے لڑکے عبدالشکور بیگ نے قیام برنس کو پسند نہ کیا۔ اور ونین چلا آیا۔ یہاں پر زمین خرید کر طرح سکونت ڈالی۔ ایک مسجد تعمیر کی۔ وہ بڑے عالم اور فقیہہ تھے۔ وہاں امامت قائم کی۔ اُن کے والد محمد فاضل بیگ اور ان کے دادا عبدالسلام دونوں بڑے جید عالم دین تھے۔ عبدالشکور بیگ کے لڑکے ملا عبدالرحمٰن۔ ملا عبدالعلیم اور ملا محمد رحیم ہیں۔ مولوی فضل کریم۔ ملا عبدالعلیم کے فرزند ہیں۔ ملا عبدالعلیم مہتر شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں شہزادہ بہرام ملک کے استاد تھے۔ اندرونی مقام میں شہزادہ موصوف کے گھر جاتے پھر واپس آتے۔ ملا عبدالرحمٰن و ملا محمد رحیم گہرتنگ اور اس کے نواح میں مسجدوں کے امام ہیں۔ مولوی عبدالمجید ہائی سکول چترال میں دینیات کے معلم ہیں۔ جو ان کے بھائی کے فرزند ہیں۔ ان کا خاندان علم سے آراستہ ہے۔ ایک سو ستر سال ہوئے کہ یہ خاندان کاشغر سے یہاں آکر آباد ہوا۔ مولوی فضل کریم کا لڑکا بھی فقیہہ ہے۔

ملا زرین شاہ

یہ بھی قدیم علماء سے ہیں۔ موضع خر کشاندہ چترال میں رہتے تھے۔ بڑے معتبر عالم اور فقیہہ تھے۔ اور حضرت باجا صاحب کنڑ علیہ الرحمۃ سے بیعت اور فیض یافتہ تھے۔ گوشہ نشینی اور پرہیزگاری کا شیوہ رکھتے تھے۔ اور بادشاہ وقت سے بے رابطہ اور دربار شاہی سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ شرعی امور میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ جب ملک کے اندر کبھی مسائل شرعیہ میں اختلاف پیدا ہوتا تو آخری فیصلہ کے لئے انہیں کی جانب رجوع

کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات شرعی فیصلہ کے وقت وہ قاضی القضاۃ کے پاس موجود رہتے تھے۔ انکا ایک فرزند مولوی عبداللہ جب ہندوستان سے تحصیل علم کے بعد واپس چترال آیا تو چترال سکول میں معلم دینیات مقرر کیا گیا تھا۔ اس خاندان سے مولوی محمد اسماعیل بڑے معتبر عالم اور فقیہ تھے۔ میزان شرع کے علما میں مامور رہے۔ اور خاص چترال کے عہدہ قضا پر فائز تھے۔ اور سلوک سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔ اور انکا بڑا لڑکا باپ کی مسند قضا پر مامور ہو گئے۔

اس عہد کے چند اور معتبر علمائے دین

اعلیحضرت مہترشجاع الملک مرحوم علماء کے قدر دان تھے۔ اور ان کے عہد میں ریاست کے طول وعرض میں متعدد علماء تھے۔ جو شاہی دربار میں اپنے علمی مدارج کی بنا پر اعتبار رکھتے تھے۔ اور بعض ان میں قضا کے منصب پر فائز تھے۔ اور بعض مدارس میں معلم ہوتے تھے۔

حاجی مبارک شاہ۔ گموس علاقہ دروش میں قضا کے منصب پر فائز تھے۔ معتبر فقیہ تھے۔ پھران کا لڑکا مولوی رحمت شاہ عہدۂ قضا پر مامور رہا۔

مولوی محمد شاہ و ملا بہرام شاہ۔ یہ دونوں علاقہ ارندو میں اصحاب علم وارباب فتویٰ تھے۔ اور اپنے علمی فضائل کی بنا پر اعلیحضرت کے حضور میں اعتبار رکھتے تھے۔

مفتی محمد ولی الیون و ملا قاضی جان بروز۔ یہ علما بھی اصحاب علم و فتویٰ اور شریعت کے علماء سے تھے۔ اور مختلف مدارج کے منتہا سے معتبر مانے جاتے تھے۔

مولوی عبداللہ بروز۔ بروز کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان میں جاکر تحصیل علم کیا۔ جب وطن واپس ہوئے۔ چترال کے سکول میں معلم دینیات مقرر ہوئے۔ فصاحت کلام و قرأت قرآن مجید کے اچھے قاری تھے۔

مولوی حبیب اللہ جنجرت دروش۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب چترال آئے۔ علم کے ساتھ طبابت کی حیثیت سے حکیم کے نام سے معتبر ہوئے۔ چترال میں زمین پائی اور گذر اوقات کیلئے وظیفہ مقرر ہوا۔ انہوں نے ہندوستان کے دیوبندی علماء سے تحصیل علم کیا تھا۔ بعض مسائل میں وہ یہاں کے قدیم علما سے اختلاف رکھتے تھے۔ جمعۃ الوداع کی قضا نمازوں اور جمعہ کے بعد ادائے نماز ظہر کے مخالف تھے۔ اسلئے دیوبندی وہابی کہلاتے تھے۔ طبابت میں وہ شاہی خاندان کے طبیب قرار پائے۔ بیباک اور بےلوث عالم تھے۔ لہذا اعلیحضرت کے حضور میں سرفراز ہوئے۔ چترال میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے۔

مولوی محمد اسلم مولکہو - برخاص کشم کا باشندہ تھا۔ تحصیل علم کے بعد جب واپس وطن آیا تو ورکسوں علاقہ موڑکہو کے سکول میں معلم دینیات مقرر ہوا۔ پھر علاقہ موڑکہو کے منصب قضا پر مامور کیا گیا۔

ملا میر حمزہ تور یکہو۔ ملا صاحب توریکہو کے باشندے اور معتبر عالم تھے۔ تحصیل علم کے بعد جب واپس آئے تو توریکہو سکول میں مدرس مقرر ہوئے۔ مابعد جب کونسل عدلیہ میں علماء کا انتخاب ہوتو وہ علاقہ توریکہو سے کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ بڑے عمدہ فقیہہ تھے۔

مولوی عبدالحنان کاری

موصوف کاری کے باشندے اور مرزا صاحب محمد غفران مرحوم کے خاندان سے تھے۔ ہندوستان سے تحصیل علم کر کے جب وطن واپس آئے تو اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور یہاں کے علماء سے چند مسائل پر اختلاف کیا۔ مثلاً جمعۃ الوداع کی نماز قضائے عمری اور نماز جمعہ کے واسطے فرض احتیاطی کو بدعات قرار دیا۔ بڑے عرصہ سے ان نمازوں کا یہاں رواج تھا۔ اور مدت سے لوگ ان پر عمل پیرا تھے۔ مولوی عبدالحنان نے جب ان کو منجملہ بدعات و محدثات قرار دیا تو اختلاف رونما ہوا۔

علمائے سابقین کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ کہ ان کے وزن دار خیال کا اعتراف کریں۔ اور ان کو اس قابل نہ جانا کہ علمائے چترال کے خلاف اظہار حق میں گفتگو کریں۔ کہ وہ ان کی علمی شہرت کے منافی ہو۔ اتفاق سے یہ معاملہ پیش آیا کہ اس اختلاف کے دوران میں افغانستان اور چترال کے مابین جنگ واقع ہوئی چنانچہ علماء پر کڑی پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ اس معاملہ میں اظہار خیالات سے اجتناب کریں۔ چنانچہ مولوی صاحب کے خلاف ازراہ تعصب الزامات لگائے گئے۔ اور ان کے بارے میں کئی حیلے بہانے تراشے گئے۔ اور بادشاہ کو ان سے بدظن اور ناراض کیا گیا۔ اس طرح ان کو غیر مقلد اور وہابی قرار دیا گیا۔ پھر انکو گھر بھیج دیا گیا اور حکم ہوا کہ بسلام پادشاہ حاضر شدم۔ یعنی خانہ نشینی و نظر بندی کی زندگی پر مجبور کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ کچھ مدت تک نظر بند رہے۔ پھر ایسے لمحات آئے کہ حقیقت حال آشکارا ہو گئی۔ اور ان کے علمی کمال کی حیثیت واضح ہو گئی۔ چنانچہ اعلیحضرت مرحوم نے انہیں واپس طلب کیا اور انہیں میزان شریعہ کے علماء میں شمولیت بخشی انکا احترام قائم کیا۔ اور شہزادوں کی تعلیم پر مامور کیا گیا۔ اور ان کی حیثیت کے مطابق وظیفہ بھی متعین کیا گیا۔ اور اس طرح وہ معزز و محترم ہوئے۔

ریاست کے علماء بادشاہ کے نظر التفات کے محتاج تھے۔ جب بادشاہ کسی پر التفات کرتے تھے۔ کسی کو مجال نہ تھا کہ پھر اسکے خلاف چون وچرا کرتے۔

سر محمد ناصر الملک مرحوم کا عہد چونکہ علمی ذوق کا زمانہ تھا۔ اور ہز ہائینس خود بھی ان علمائے دیوبند کی صف میں مورد طعن وہابیت سے مبترا تھے مولوی عبدالحنان کا بول بالا ہوا اور ہز ہائینس مرحوم کی مجلس میں مزید تقرب پایا۔ اور قضائے کوہ کے منصب پر فائز کئے گئے اس کے علاوہ انہیں کاری میں زمین خرید کر کے

بخشدی گئی۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں علمائے ملک کی تحریکات کا زمانہ آیا اور مولوی عبدالحنان چونکہ علمائے سیاسی کے حلقہ میں منسلک تھے باوجود اس کے وہ ان تحریکات سے مجتنب رہے کیونکہ ان کو ہز ہائینس سے ایک وہ تعلق بھی تھا جو رضاعت سے وابستہ تھا۔ اور ہز ہائینس جب تخت نشین ہوئے تو علاقہ کوہ کے دورہ کے موقع پر ان کی دعوت پیان کے گھر گئے تھے۔ اس رضاعتی تعلق کی خاطر ہز ہائینس کو ان پر اعتماد تھا۔ ان کے عہد میں وہ معزز رہے ۱۹۴۹ء کے اوائل میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا۔ مرحوم علم حدیث میں بڑی دستگاہ کے مالک تھے اور بے ریا عالم تھے۔

ان کے لڑکے عبدالودود نے پشاور میں علم دین کے ساتھ مروجہ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ لائق ہے انکا بھتیجا مولوی عبدالحمید بھی آجکل میں پشاور سے تحصیل علم کر کے چترال آیا ہے اور بڑا اچھا واعظ اور مقرر مانا جاتا ہے۔ دیگر علاقوں میں جا کر وعظ سناتا ہے اور سامعین اسکے نصائح سے مستفید ہوتے ہیں۔

مولوی فضل الرحمن مولوی صاحب موضع کلاوم علاقہ دروش کے رہنے والے ہیں اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں تحصیل علم کے بعد جب چترال واپس آئے تو یہ بھی بگڑے ہو تیرو کے لقب سے مشہور رہتے۔ کیونکہ دستار فضیلت زیب سر کی تھی۔ یہاں بھی انکا احترام ہوا اور میزان شرع کے علماء میں شامل ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں جب دروش میں چترال سٹیٹ سکاؤٹس قائم ہوا اور وہاں ایک بڑے عالم کی ضرورت ہوئی جو خطیب کی حیثیت میں فوجیوں کی امامت کرے ان کو وہاں مقرر کیا گیا۔ چھاؤنی کی مسجد میں خطیب ہیں۔ اور ریاست کے علاقتی کاموں کے شرعی فیصلے بھی ان کے تعلق میں طے پاتے ہیں۔ مستند و معتبر عالم ہیں۔

مولوی غلام نبی یہ علاقہ کوہ بالا خاص مروئی کے باشندے ہیں۔ ملا اخلدہ خان کے فرزند ہیں۔ ان کے والد قدیم علما میں معتبر فقیہی اور اہل طریقت تھے۔ اور صالح مرد تھے اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں جب تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس چترال آئے تو ان کی علمی شہرت بلند ہوئی۔ اور علمائے میزان شرع میں شامل ہوگئے۔ ہز ہائینس محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں چونکہ ان کو علمائے جدید دیوبند سے خصوصیت کے ساتھ دلچسپی تھی۔ مولانا غلام نبی نے مزید تقرب پایا۔ اور بعض اوقات پیش امام بھی رہے۔ علاقہ کوہ بالا کے منصب قضا پر فائز ہوئے اور بریفس میں زمین حاصل کر کے وہاں مستقل قیام کی طرح ڈالدی۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد بدستور علما میں معتبر تھے۔ اس کے بعد جب ریاست میں نیا انتظام شروع ہوا۔ مولوی صاحب علاقہ مستوج میں وزیر امور شرعی کے عہدہ پر مامور کئے گئے۔ اور ڈپٹی کمشنر کی معیت میں رہے۔ علم دین کے ساتھ سیاسی شعور بھی رکھتے ہیں۔ بڑے اچھے مقرر ہیں اور علاقہ کوہ بالا کے قاضی ہیں۔

مولوی حضرت الدین موصوف علاقہ تور کہو استارو کے باشندے تھے۔ اعلیٰحضرت مرحوم کے

عہد میں جب ہندوستان سے تحصیل علم کے بعد واپس چترال آئے معتبر علماء میں شامل ہوئے اور مستوج میں زمین حاصل کی۔ اور وہاں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ اور علاقہ مستوج میں انہیں منصب قضا حاصل تھا۔ ۱۹۵۶ء میں چترال بلائے گئے۔ اور یہاں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیے گئے۔ لیکن ایک سال بعد بعض امور شرعی میں اختلاف کے باعث اس منصب سے معزول کیے گئے اور پھر قضائے مستوج پر چلے گئے۔ بڑے فصیح و بلیغ کلام سے وعظ سناتے ہیں۔ اور ان کے وعظ میں بڑا اثر ہے۔

مولوی محمد قاضی درکھپ علاقہ تورکہو کے باشندے تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب تکمیل علم کے بعد واپس چترال آئے تو اپنی علمی و اخلاقی برتری کی وجہ سے ان کے حضور میں معتبر ہوگئے پھر حج کے لئے ارادہ کیا۔ تو حج کے سفر مبارک کو شاہی مصارف سے ادا کیا۔ ممتاز حیثیت سے رہے۔ مگر باوجود اس کے دربار کی سیاسی تحریکات میں انکا وجود مابعد کے حالات میں کچھ ملوث رہا تھا چترال ہی میں وفات پائی۔

مولوی محمد وزیر یہ بھی مولوی حضرت الدین کے بھائی اصل استارہ علاقہ تورکہو کے باشندے ہیں۔ جب چترال میں واپس آئے تو اپنے علمی فضائل کی وجہ سے معتبر علماء میں شامل ہوئے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں انکا بڑا اعتبار رہا۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو ہز ہائی نس نے سب سے پہلے الحاق کا اعلان کرکے مولوی محمد وزیر کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے قائد اعظم کے پاس بھیجا اور انہوں نے ہز ہائی نس کا پیغام وفاداری ان کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد مولوی محمد وزیر ہز ہائینس کے حضور میں مزید مقرب ہوگئے۔ علاقہ خندرہ کا منصب قضا ان کی تحویل میں دیا گیا۔ جب چترال میں مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے مقابلہ میں اتحادی لیگ کا وجود چترال میں ایک اہم کام تھا۔ جس کو عملی صورت میں لانے کیلئے چارہ سازی ریاستی خیر خواہوں کے فرائض منصبی تھے۔ انہی میں مولوی محمد وزیر بھی شامل تھا جس نے ذہنی اور عملی طور پر اس کام کو انجام دیا اور اس کے اراکین میں شامل رہے۔

مولوی محمد وزیر بکر آباد موصوف مولوی محمد وزیر بکر آبادی نسباً شگن علیہ قوم سے اور اصلاً کشم کے باشندے ہیں۔ ان کے والد کشم سے بکر آباد آئے۔ اور زمین حاصل کرکے سکونت اختیار کی۔ تعلیم کے بعد جب واپس چترال آئے تو معتبر علماء کے طبقہ میں شمار ہوئے اور اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں معتبر رہے۔ میزان شریعت کے علماء میں شامل ہوئے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم نے ان کو ممبران کونسل عدلیہ میں مامور فرمایا۔ بڑے فصیح واعظ بھی ہیں۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد کے منبر پر وعظ سناتے ہیں خوش کلام و بہترین واعظ ہیں۔ انکا دوسرا لطائف معروف بہ گفتر الیاقت عالم ہیں اور وعظ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں ریاست اور حکومت کے خیر خواہ ہیں۔ اور خود غرضانہ تحریکات سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔

ملا غلام محمد عمر کہن اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب ملا غلام محمد عمر کہن تعلیم سے واپس آئے تو معلم

ہوا کہ بڑے فقیہہ ہیں ان کو چترکہن کے منصب قضا پر مامور فرمایا گیا۔ پرانے علماء کی شان و طرز پر رہتے تھے اور اعلیحضرت کے دربار میں معتبر تھے۔ اور وظیفہ و خلعت کی نوازشوں سے بہرہ مند تھے۔ ۱۹۵۸ء میں وفات پائی۔

مولوی محمد یوسف انکا خاندان چترال میں شاہی خاندان کی امامت و استاذی کی بنا پر قدیم سے معزز ہے۔ اور اخوندزادے کہلاتے ہیں۔ یہ خاندان زیور علم سے آراستہ اور سب حافظ قرآن ہیں۔ ان کے خاندان میں کابلی ملا صاحب سب سے پہلے شاہی مسجد قلعہ کے امام تھے۔ اور نہایت بلند آواز سے شیریں قرأت کا ملکہ رکھتے تھے۔ انکا خطبہ بڑا زوردار ہوتا تھا۔ قدیم سے شاہی مسجد قلعہ کے دوسرے حصہ میں مسجد تھی۔ جو قلعہ کے حصار کے اندر تھی۔ جب ۱۹۱۵ء میں قلعہ چترال کی از سر نو تعمیر کی گئی تو سابقہ مسجد کو بحال رکھ کر بڑی جامع مسجد کو قلعہ کے باہر تعمیر کیا گیا۔ ان دونوں مساجد کے امام ان اخوندزادوں سے ہیں۔ مولوی محمد یوسف اخوندزادہ رحیمداد کے فرزند ہیں۔ ہندوستان سے مستفید ہوکر جب واپس آئے تو ہائی سکول چترال میں دینیات کے مدرس مقرر ہوئے۔ انکا چھوٹا بھائی مولوی محمد علی چترال چھاؤنی میں فوجیوں کا امام ہے۔ بڑی قابلیت کے ساتھ حافظ قرآن ہیں۔ ان کے والد بڑا زمانہ دربار شاہی کے معلم رہے۔

حافظ سراج الدین جامع مسجد کے امام ہیں اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد سے ابتک اپنی امامت پر قائم ہیں۔ انھوں نے اعلیحضرت مرحوم کی استاذی بھی کی تھی۔ قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ بڑی برکت والے شخص ہیں۔ اندرون قلعہ میں جو مسجد خاص ہے اسمیں حافظ محمد علیم جان امامت کراتے ہیں وہ بھی شاہی دربار میں معلم رہے ہیں اور کابلی ملا صاحب کے فرزند ہیں۔

ملا خوشوار یہ اصل کوغزی کے باشندے ہیں۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے شاہی بیگمات کے استاذ رہے۔ عمدہ فقیہہ تھے۔ اعلیحضرت مرحوم نے بچپن میں ان سے کلام مجید اور دینی کتابیں پڑھی تھیں اور تسلیم کرتے تھے کہ میں انکا شاگرد ہوں۔ جب تخت پر بیٹھے تو ملا خوشوار کو معتبر کیا۔ چترال میں بسر اوقات کے لئے زمین پائی تھی اور وظیفہ بھی ملتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کا لڑکا ملا عبدالمجید شاہی مسجد کا موذن تھا۔ اور پھر اسکی وفات کے بعد ان کا لڑکا ملا عبدالرشید شاہی مسجد کا موذن ہے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عبدالرشید ہندوستان کے سفروں تک ساتھ رہتا تھا۔ اور اپنے عہدہ کی بجاآوری میں سفر و حضر میں شامل تھا۔

مولوی خدادوست جامع مسجد قلعہ کا موذن تھا۔ اور اس بڑی مسجد میں تمام فرش اور کتابیں ان کی تحویل میں تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد انکا لڑکا حاجی سراج الدین ان تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دیتا ہے۔

حافظ شہد نوشش یہ حافظ ایون کے باشندے تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں رمضان المبارک کے ختم قرآن شریف سفر و حضر میں وہ سرانجام دیتے تھے جبکہ چترال میں کوئی اور حافظ موجود

تھا ان کے وجود کو غنیمت جانتے تھے۔ رفتہ رفتہ حفاظ کی قلت دور ہوئی۔ اب ہر جگہ ان کی کثرت ہے۔ حافظ صاحب اعلیٰحضرت کی امامت کے سبب بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں حج کو چلے گئے۔ اور ادھر ہی وفات پائی۔ ان کا فرزند حافظ شہزادہ گل جب تحصیل علم کے بعد ہندوستان سے واپس آیا تو اپنے والد کے وظائف مقررہ سے مستفید ہوا۔ نئے عہد و تنظیم کے بعد انہوں نے مفتی اعظم کا منصب حاصل کیا۔ دیوبند سے تعلیم پائی اور مستند ہوئے۔ دور حاضرہ کے سیاسی ماحول سے بھی باخبر ہیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں قید و بند کی آزمائشوں سے بھی آشنا ہیں۔

حضرت مولانا عیدن شاہ

ان بزرگوار کا نمبر سب سے اول تھا مگر زمانہ کی بیقدری کا تقاضا یہ ہوا کہ حضرت مولانا حاجی عیدن شاہ کا تعارف اب پیش ہوتا ہے۔ آپ جنور کے باشندے تھے۔ تعلیم کے بعد زیارت حرمین الشریفین کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو کر وطن واپس آئے۔ ۱۹۰۳ء میں چترال میں سکول کی بنیاد رکھی گئی تو آپ اسمیں مدرس مامور ہوئے۔ شاہی خاندان کے شہزادے اور مقامی رؤسا کے لڑکے اسمیں تعلیم پاتے تھے۔ عوام تعلیم سے بے خبر تھے۔ جب تعلیم کا معیار بلند ہوا تو ہندوستان سے ماسٹر بلا یا گیا جو ماسٹر اکرم الدین تھے۔ انہوں نے مڈل تک پڑھایا۔ اور سکول کے طلبا اس سے آگے تعلیم حاصل کرنے کے لئے پشاور، لاہور اور علیگڈھ چلے گئے۔ ماسٹر بھی گھر کو رخصت ہوا اور مولوی عیدن شاہ زیارت کے لئے بلخ تشریف لے گئے۔ جہاں انکا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کے ایک فرزند صلاح الدین نے شاہزادگان کے ساتھ یہاں کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر ہندوستان چلے گئے۔ اور درویشی اختیار کی۔ متعدد درگاہوں سے فیض پاتے ہوئے سلسلہ چشتیہ سے منسلک ہوئے۔ بڑا بلند مقام پایا اور اس وقت کراچی کے علاقہ میں صوفی صلاح الدین کے نام سے رہائش پذیر ہیں۔ اور روحانی برکات سے مالا مال ہیں۔ مخلوق خدا ان کے نفوس مبارک سے مستفید ہو رہی ہے۔

انکا عمزاد بھائی عبداللہ در لاہور سے انٹرنس تک تعلیم حاصل کر کے جب چترال آیا تو گودام کا منشی ہوا۔ پھر وہاں سے تبدیل ہو کر موجودہ سکول چترال میں ماسٹر مقرر ہوا۔ اور اس کے بعد انتقال کر گیا۔ ان کا خاندان مسلسل تعلیمی خدمات کیوجہ سے استاد کے نام سے معروف ہے۔

شیخ محمد امین

یہ اصل میں لکھنوال ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ اور بسلسلہ کاروبار تجارت ۱۸۹۵ء میں دروش آئے اور مستقل سکونت اختیار کی۔ اس خاندان کے پہلے شخص صوفی شیخ رسول بخش تھے۔ جنہوں نے دروش کے لوگوں میں تعلیم کا چرچا کیا۔ اور یہ بندوبست کیا کہ اپنے گھر میں ہی مکتب کھولا جائے۔ چنانچہ اپنی استعداد کے مطابق دروش کے بیشمار بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ چنانچہ اس خاندان کی تعلیمی خدمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۲۳ء میں اسی خاندان کے ایک دوسرے فرزند شیخ محمد امین نے تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے کا بیڑا اٹھایا اور درس و تدریس کا معیار اس قدر بڑھایا کہ جب ریاستی سکول کھولا گیا تو

لڑکے مڈل پاس کرنے کے بعد ہائی سکول میں داخل ہوگئے - اور ان کی تعلیمی استعداد اس قابل ہوگئی کہ وہ بآسانی ترقی کے مدارج طے کرنے لگے۔

شیخ محمد امین اور اس کے خاندان کی تعلیمی خدمات بار آور ثابت ہوئیں۔ اور ان کی بے عوض اور خاموش تعلیمی خدمات سے فرزندان وطن ان کو آجکل استاد کے نام سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ابتدا میں فن خیاطی کا رواج دروش میں بالکل نہیں تھا۔ جو اس پیشہ سے کاروبار زندگی میں آسودہ حال رہیں۔ چنانچہ شیخ رسول بخش کے لعاتی شیخ علی بخش نے یہ کام کیا۔ کہ بیشمار بچوں کو فن خیاطی سے کامیاب کیا۔ اور وہ اس فن کی بدولت بارروزگار ہوگئے۔ پھر ان کے لڑکے شیخ فضل کریم نے بہت سے شاگرد پیدا کئے۔ جو اپنے فن سے روزی کماتے ہیں۔ اور آسودہ حال ہیں۔ اس خاندان کی علمی تعلیمی اور فنونی خدمات دور موجودہ کی ترقی کے لئے مشعل راہ بن گئیں۔ اور باشندگان دروش کو ان کی خدمات کا اعتراف ہوا کہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔

نئے طبقہ کے علماء عہد حاضر میں ۱۹۵۸ء سے

یہ نئے عہد کے سند یافتہ علماء ہیں جو مطابین کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور ریاست کے تمام مدارس میں درس دے رہے ہیں۔ اور ان علماء کی طرح معتبر ہیں جو علمی استعداد و فضیلت کی وجہ سے قضاۃ کے منصب پر فائز رہے ہیں یا ارباب فتویٰ ہیں۔ یا دار العلوم یا میزان شریعت سے رابطہ رکھتے ہیں۔ پس ان کی علمی صلاحیتیں مسلم اور فضیلت کے لحاظ سے معتبر ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں ان کی فہرست چترال کے ہائی سکول کے دفتر سے منگا کر لکھی گئی تھی۔ امید ہے کہ جن علماء کے نام اس میں شامل نہیں ہیں وہ معاف فرمائیں گے جن علماء کے نام اپنے خاندانوں میں یاد ہوتے ہیں وہ اس میں شامل نہیں ہیں۔

(۱) مولوی عبداللہ دروش — مدرس
(۲) مولوی محمد ولی خان دروش — ״
(۳) مولوی عبدالشکور کیسو — ״
(۴) مولوی غلام جیلانی بروز — ״
(۵) مولوی شہزادہ خان ایون — ״
(۶) مولوی محمد طیب چمرکون — ״
(۷) مولوی محمد حیات شاہ ״ — ״
(۸) مولوی عزیز اللہ کاسی — مدرس اور قاضی
(۹) مولوی عبدالرحمٰن کوغوزی — مدرس
(۱۰) مولوی عبدالحمید موری — ״
(۱۱) مولوی محمد مراد کوشٹ — ״
(۱۲) مولوی نور محمد شاہ ״ — قاضی کوشٹ
(۱۳) مولوی فیض الرحمٰن یونی — مدرس
(۱۴) مولوی جلال الدین وریجون — ״
(۱۵) مولوی شمس الحق ״ — ״
(۱۶) مولوی عبدالدیان نشکو — ״

نمبر	نام	مقام	عہدہ
۱۷ -	مولوی بدرالدین	تریچ	مدرّس
۱۸ -	مولوی مجتہدالدین	تریچ	"
۱۹ -	مولوی ہدایت اللہ	"	"
۲۰ -	مولوی فیض اللہ	ورکوپ	"
۲۱ -	مولوی جمال احمد	استارو	"
۲۲ -	مولوی فضل الرحمٰن	شاگرام	"
۲۳ -	مولوی غلام حبیب	شاگرام علاقہ تورکہو	مدرّس
۲۴ -	مولوی عبدالحمید مفتی	"	"
۲۵ -	مولوی فیض محمد ریچ	"	"
۲۶ -	مولوی سعید اللہ	شنگوہ علاقہ شنگوہ	"
۲۷ -	مولوی امین الحق موڑکہو	مفتی	"
۲۸ -	مولوی محمد شاہ	"	قاضی ورجن

مولوی محمد شاہ قاضی ورجن اچھے مقرر و واعظ بھی ہیں۔ اور تحصیل موڑکہو کے امور شرعی سے مخصوص تعلق رکھتے ہیں اور سنہ ۱۹۵۰ء سے اتحادی مسلم لیگ کے سربراہوں میں شامل تھے۔ مولوی امین الحق موڑکہو و مولوی عبدالحمید تورکہو سنہ ۱۹۶۰ء سے دو سال تک میزان امور شرعیہ چترال میں ممبر رہ چکے ہیں۔ اور مابعد مفتی بنائے گئے۔

علمائے کرام مسلم لیگ سنہ ۱۹۴۹ء سے

یہ چند مخصوص علماء ہیں چنانچہ چمرکھون کے الحاج مولوی نورشاہ دین۔ دنین کے مولوی محمد عقیق ایون کے مولانا صاحب نظام و مولوی جمرو زبمبرت کے مولوی نورالعین چترال کے مولوی عبد اللہ مولوی عبدالکریم دروش کے مولوی محمد اشرف وغیرہ۔

علمائے دین ہونے کے ساتھ خصوصی طور پر مسلم لیگ کے مقتدر اصحاب قیادت بھی ہیں عوام کی آزادی کی تحریک میں ذمہ داری کے ساتھ افضل سے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اور تکالیف برداشت کی ہیں۔ خصوصاً مولانا نورشاہ دین ریاست کے اندر سب سے اول میدان عمل میں قدم رکھا تھا۔ اور مدتوں سے مسلسل اپنی کوشش جاری رکھی تھیں اور اس سلسلے میں کافی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھا چکے تھے۔ چنانچہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اپنے مواعظ میں حکومت کے خلاف اظہار خیالات کرتے تھے۔ اور امور سیاسی میں مداخلت کیا کرتے تھے۔ لہذا دوائر حکومت میں معتوب رہا۔ اور وطن عزیز کو خیرباد کہکر جلاوطنی بھی اختیار کی۔ مگر اپنی سعی جاری رکھی۔ اور یہ عزیز مشغلہ ترک نہ کیا۔ حق گوئی و بیباکی میں ثابت قدم رہا۔

حتیٰ کہ جب ہز ہائی نس محمد مظفرالملک مرحوم کے عہد میں آزاد مملکت اسلامی کے قیام کی توقعات کا وقت قریب آپہنچا اور عوام میں آزادی کے نعرے بلند ہوئے اسوقت ہز ہائی نس خود بیمار تھے۔ حکومت کے خلاف ملک کے اندر سیاسی شورش کا آغاز ہوا۔ دروش سے چترال تک عوام نے مظاہرے کے طور پر جلوس ترتیب دیئے۔ ان علماء نے عوامی تحریک میں شریک اور پیشوا ہو کر انصاف کے لئے واویلا کیا اور بار بار مطالبات

دہرائے اور یہ تحریک بڑھتے بڑھتے عوامی تحریک بن گئی۔ حکومت نے اس تحریک کے بانیوں میں سے مولوی نورشاہ دین و مولوی محمد عقیل کو گرفتار کر کے دوسرے عہدوں میں بھیجا کر نظر بند کر دیا اور مولوی جمروز کو بھی گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ مگر ریاست میں باقی رفقا کی تحریک جاری رہی۔ پھر مستوج کے لوگوں نے کچھ شورش برپا کی تو عوامی تحریک میں سیاسی بیداری کا بڑا اثر ہوا۔ جب پیر احسن الدین صاحب پولیٹیکل ایجنٹ چترال کے عہدہ پر چترال تشریف لائے۔ ان کے عہد میں پہلی مرتبہ چترال میں اس سیاسی تحریک نے جنم لیا۔ انہوں نے جب لوگوں کے حالات دگرگوں پائے اور لوگوں کی بے چینی کی صحیح اندازہ شناسی کر لی۔ تو اس تحریک کے لیڈروں سے ملاقات کی اور رابطہ قائم کیا۔ بلکہ ان کی حمایت کا اظہار کیا۔ چنانچہ عوام کا اجتماع ایک بڑے جلوس کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور عوام کی سیاسی تحریک مسلم لیگ کی حیثیت و صورت سے معروف وجود میں آ گئی۔ مولانا نورشاہ دین مسلم لیگ کے صدر ہوئے۔ عوام انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے اجرائے شریعت کے لئے کوشاں رہتے ہوئے وعظ جاری رکھے۔ جب انتخابات ہوئے تو مولانا بغیر کسی مقابلہ کے چترال کی مشاورتی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ تین سال تک ممبر رہے ہر چند خاطر خواہ منیجواست میسر ہوئی۔ اسکے بعد مولانا صاحب نظام و مولوی عبدالکریم و مولوی محمد عقیل عوام کے انتخاب سے کونسل عدلیہ کے ممبر منتخب ہوئے۔ عوام کی نظروں میں انکا بڑا احترام ہے۔ مگر ریاست میں قدیم سے شریعت جاری ہے اور مقدمات کے فیصلے حکمران کی نافذ شدہ احکام کے ماتحت جاری و قائم ہیں۔ وہ بھی مقررہ قواعد پر پابند رہتے ہیں۔

احقر سرحدی مدیر روزنامہ ترجمان افغان پشاور نے ریاست چترال کے تاثرات ۱۹۵۷ء میں علمائے مذکورہ بالا کے علاوہ سیاسی بیداری کے رہنماؤں میں ظفر احمد ظفر۔ میر حسام الدین۔ میاں نورالاکبر۔ سالار رحمت الدین۔ رحیم بیگ و غازی خان و رحمت پناہ و قاضی غلام دستگیر و قادر نواز خان و سیف اللہ جان و گل محمد خان و چراغ باچا وغیرہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے مگر وہ علماء و شرفاء جو مرکز سے دور علاقوں میں مسلم لیگ کے قیام و استحکام میں معاون رہے ہیں۔ مگر میدان عمل میں اکثر و بیشتر نے قدم رکھنے سے اجتناب کیا یہاں انکا بیان مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ عیاں را چہ بیاں۔ مترجم تذکرۂ مشاہیر چترال نے ان کی نسبت یہ شعر موزوں کیا ہے۔ ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اصحابِ فقر و قناعت کے مشائخ

شاہ بوریائی ولی علیہ الرحمتہ

۱۲۳۰ھ کے دوران خاندان رئیس کے عہد میں ایک صاحب حال درویش شاہ بوریا ولی رحمتہ اللہ علیہ چترال میں گذرے ہیں جن کا تذکرہ تاریخ چترال میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ مزید حالات بزرگان اصحاب فقر کے سلسلہ میں بیان درج کرنے لازم معلوم ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب غالباً باہر سے اس ملک میں آئے تھے۔ انہوں نے چترال میں درویشانہ طور طریق پر دن گذارے اور بہت سی کرامات ان سے منسوب ہیں۔ جنہیں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو اس کے ایک ہفتہ بعد آپ دوراہ مابین چترال و بدخشاں کی گھاٹی پر ایک ایسے شخص سے ملاقی ہوئے جو چترال کا رہنے والا تھا اور بدخشاں سے چترال واپس آرہا تھا۔ اس درویش کے ہاتھ میں دو سیب تھے۔ انہوں نے وہ سیب اس مسافر کو دیدیئے اور فرمایا کہ ایک سیب شاہ نادر رئیس کو دے دینا جو اس وقت یہاں حکمران تھا اور دوسرا سنگین علی کو۔ جب وہ شخص چترال میں پہنچا تو اس نے شاہ صاحب کی وفات کی خبر سنی تو وہ حیرت زدہ ہوگیا بہر حال حسب ارشاد اس نے ایک سیب شاہ نادر رئیس کو اور دوسرا سنگین علی کی خدمت میں پیش کیا۔ اور واقعہ بیان کیا۔ شاہ رئیس اس شخص کے بیان پر متعجب ہوئے اور قبر کھودنے کا حکم دیا جب قبر کھودی گئی تو اسمیں سوائے کفن کے کچھ نہ پایا۔

سنگین علی نے جو موجودہ خاندان شاہی کا مورث اعلیٰ تھا اپنے حصہ کا سالم سیب کھالیا۔ اور شاہ نادر رئیس نے نصف کھایا اور نصف کو شاہ صاحب کی قبر کے پاس بو دیا گیا۔ عین وقت پر وہاں سے ایک پودا اگا۔ اور بڑھتے بڑھتے درخت بن گیا۔ وہ درخت اب تک موجود ہے اور پھل پھول دیتا ہے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ عام طور پر سیب کے درخت کی عمر بیس برس سے زیادہ نہیں ہوتی مگر یہ درخت چند سو سال سے قائم و دائم ہے اور اس کے میوہ سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کی زیارت بازار کی جامع مسجد کے قریب واقع ہے اور اس پر گنبد تعمیر کرایا گیا ہے۔

باباجی علیہ الرحمتہ

۱۲۰۰ھ میں باباجی صاحب کشف اہل کرامات اور سرچشمہ فیوض و برکات بزرگوار گذرے ہیں۔ صاحبزادگان خیر آباد کے خاندان میں باباجی صاحب کا ذکر ہوچکا ہے جو مہتر شاہ افضل اول کے عہد میں۔

ملا صاحب برگہ

۱۲۵۰ھ میں مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں یہ حضرت سراپا کمالات کے درویش تھے ابھی علم میں معروف ہی تھے کہ حضرت محمد شعیب علیہ الرحمتہ موضع تور ڈھیر ضلع پشاور

کے سلک ارادت میں منسلک ہوگئے۔ حضرت محمد شعیب نے بڑی ریاضتیں کی تھیں اور حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ ان کی تعریف میں صرف اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ حضرت آخوند عبدالغفور غوث سوات جیسی بزرگ گرامی شخصیت ان کے دامن تربیت میں تربیت پا کر پروان چڑھے۔ اور سرمایۂ دوران ہوئے۔

ملا صاحب ہرگز دنیوی شہرت کی طرف ہرگز مائل نہ ہوئے۔ مسجد میں صرف فرض نماز ادا کرتے اور اور پھر جنگل کی راہ لیتے۔ اور ذکر و فکر الٰہی کی سرمستیوں میں کھو جاتے۔ طلبہ کو مسائل فقہ کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی توجہ سے لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ آج بھی ان کا مزار عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اور مرجع عام ہے۔ انکا صاحبزادہ بھی درویش اور نیک مرد تھا۔

ملا صاحب اشرت ۱۲۹۵ھ یہ بڑے کمال والے بزرگ تھے۔ تمام دینی علوم میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ حضرت آخوند عبدالغفور صوات رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ ارادت رکھتے تھے۔ عبادات میں مشغول رہتے۔ بڑی ریاضتیں کیں۔ عموماً رات کو جاگتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ زندگی بھر خانہ آبادی کی طرف طبیعت نے التفات نہ کیا۔ علائق دنیوی سے حتماً اجتناب کرتے تھے۔ افطاری کا اہتمام حبوب کا قبرستان سے کرتے تھے۔ اس ملک کے طعام کو مشتبہ جانتے تھے۔ شاہی درباروں سے پورا احتراز کرتے تھے۔

سال میں ایک دفعہ آخوند صاحب صوات کے مزار کی زیارت کے لئے ننگے پاؤں اور پاپیادہ آیا جایا کرتے تھے۔ اگرچہ لاوری میں پہاڑ برف سے ڈھکا پڑا ہوتا تھا لیکن آپ ننگے پاؤں ہی اسے عبور کرتے تھے۔

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں وفات پائی۔ انکا مزار مسجد اشرت کے صحن میں ہے۔ ان کے چچیرے بھائیوں کی اولاد موجود ہے جنہیں سے مولوی عبدالکریم نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اعتبار حاصل کیا۔ اور قضائے اشرت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ریاستی انتظامی امور بھی ان سے متعلق رہے۔ اہلکار اور لائق شخص تھے۔ وہ اشرت میں ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ چنانچہ سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں انکا قاتل شکنجہ قصاص میں آیا۔

انکے بعد ان کے خاندان سے مولوی سید محمد حبیب تحصیل علم کے بعد واپس وطن آئے تو طبقۂ علماء میں ممتاز ہوئے۔ اور موضع اشرت کا منصب قضا انہیں تفویض کیا گیا۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ دیگر میزان شریف کے علماء میں شریک رہے معتبر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ علم کے ساتھ سیاسی دانشمندی سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے عہد میں معتبر اور ان کے ساتھ خاص خلوص رکھتے تھے۔

صوفی نظام الدین صوفی صاحب جنجور کے رہنے والے اور بڑے عجیب شخص تھے پشاور اور ہندوستان

میں رہ کر تحصیل علوم کی تھی۔ علم کے کئی شعبوں میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی ذکاوت اور ذہن کی رسائی بینظیر تھی۔ موصوف کے بڑے بھائی ملا سلطان الدین حضرت اخوند صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ سے علم تفسیر کا اکتساب کر رہے تھے۔ اور ان کے حضور میں انہیں بڑی منزلت اور تقرب حاصل تھا۔ صوفی نظام الدین بھی حضرت ممدوح کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ اور میدان سلوک میں قدم آگے بڑھائے اور ریاضتیں شروع کیں۔ اور اتنے منظور نظر ہو گئے۔ کہ حضرت اخوند صاحب بذات خود انہیں درس دیا کرتے تھے۔ صوفی صاحب بڑے خوش آواز تھے۔ اس لئے بعض اوقات انہیں کو خطبۂ جمعہ کے لئے پیش کرتے اور انہی کی امامت میں نماز بھی ادا ہوتی۔ بڑی اثر انگیز قراءت کرتے تھے۔ جب قراءت کرتے تو سامعین گریہ نہ روک سکتے تھے۔ فراغت نماز تک لوگوں کی آنکھیں اشکبار رہتیں۔ جب وطن واپس آئے تو اسی راہ و روش پر تھے۔ شاہزادے ان کے دیدار کے لئے حاضر ہوتے اور توجہ کی خواہش کرتے۔ لیکن جب آخوند صاحب نے انتقال فرمایا تو صوفی صاحب کے احوال و اطوار معاً بدل گئے عزلت گزینی کا طریقہ ترک کر دیا۔ امیروں اور رئیسوں سے اختلاط پیدا کر لیا۔ اس ملک کے دیہات میں جہاں کہیں دل چاہتا چلے جاتے اور وہیں ٹھہر جاتے۔ لیکن ایک ہی جگہ نہ ٹکتے۔ آج یہاں کل وہاں۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ موصوف کبھی متاہل نہ ہوئے۔ خوبصورت جوانوں اور بے باک عورتوں سے انس کے انداز میں باتیں کرتے۔ ان کے بھائی ملا سلطان الدین نے جیخود کے ایک اوباش شخص کے ہاتھوں مرتبہ شہادت پایا۔ قاتل ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔ صوفی نظام الدین نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں وفات پائی۔ دونوں بھائی مسجد جیخود کے پاس ہی مدفون ہیں۔ اور ملک کے لوگ صوفی صاحب کے متعلق دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ بعض ان کو صاحب ولایت و کرامت جانتے تھے۔ اور دوسرا گروہ ان کو فسق سے ملوث کرتا ہے۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

صوفی صاحب سنگور

ان کا اسم گرامی مرزا محمد اور قوم دانشمند ہے ان کے اجداد موکھو سے یہاں آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ زہد و تقوی انکی جبلت میں بلوغت سے پہلے ہی موجود تھا۔ شروع جوانی میں تحصیل علم کی غرض سے پشاور گئے۔ نفس سے ہمیشہ مجادلہ کرتے۔ گندم کی روٹی یا کسی بھی چیز کے لئے اگر نفس خواہش کرتا تو ہمیشہ ان سے اپنے آپ کو محروم رکھتے۔ اور اکثر اوقات روزے رکھتے۔ اور راتوں کو عبادت کیلئے زندہ و بیدار رہتے۔ پھر انہیں بیت اللہ شریف کے حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا۔ ریل کے سفر کے بغیر پیدل سفر شروع کیا۔ عرب کی راہ لی۔ جب عدن میں بحری جہاز سے اترے تو وہاں سے مکہ معظمہ تک براہ خشکی پا پیادہ سفر کیا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ المکرم اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف اندوز ہوئے۔ جب مراجعت برائے وطن ہوئے تو تمام ہندوستان کا سفر پیادہ ہی طے کیا۔ جب وطن واپس پہنچے تو یہاں سے بادشاہ صاحب کنر لغمان کے پاس گئے۔ اور ان کے سلک ارادت

یں منسلک ہو گئے۔ اور بیعت کرلی۔ اور مزید زہد و ورع اختیار کیا۔ بڑے ہی فیض و برکت والے بزرگ تھے۔ عابد و زاہد اور متوکل تھے۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم ان کے حق میں بڑا اخلاص اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور وفات کے قریب ان کے سرہانے جا کھڑے ہوئے اور دعا حاصل کی۔

ان کے پانچ صاحبزادے ہیں جنہیں بڑے صاحبزادے عبدالباقی نے پشاور میں تحصیل علم حاصل کی۔ جب وطن واپس آئے تو سنگور کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں محترم رہے۔ پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ ما بعد میزان شریعت کے علما میں داخل کئے گئے۔ شاہی دربار میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز رہا۔ ما بعد سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد سے ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے عہد تک یہ ان علما میں شامل تھے جو ریاست کے خیر خواہ رہے کیونکہ علماء کا طبقہ سر ناصر الملک مرحوم کے عہد تک ایک رشتۂ نظم و ضبط میں منسلک اور اپنے بادشاہ کے تابع فرمان تھے۔ حکومت شخصی تھی۔ جب پاکستان کا قیام وجود میں آیا تو جمہوری حکومت کے نام لیوا ہوئے۔ اور علماء و رعایا دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک جماعت مسلم لیگ تھی۔ اور دوسری ریاستی لیگ۔ اور ان ہر ایک کے اغراض و مقاصد علیحدہ تھے۔ تذکرہ علماء کے ریاست میں اکثر علما مسلم لیگ سے وابستہ تھے۔ باقی علماء جو ریاست کے خیر خواہ رہے ان میں قاضی صاحب سنگور اور ان کے متعلقین بھی شامل تھے۔

حاجی صاحب جغور

موصوف قدیم علماء سے تھے۔ رسمی علوم میں کمال کے باوجود درویش اور گوشہ نشین تھے۔ دنیا اور اس کے علایق کے چنداں خواہشمند نہ تھے۔ اس لئے ان کا ذکر درویشوں کے زمرہ میں موزوں نظر آیا ہے۔ موصوف بڑے عبادت گذار اور متوکل شخص تھے۔

صوفی عبداللہ

اصلاً کشم کے باشندے ہیں۔ ببرآباد واقعہ جغور میں زمین پائی اور قیام کیا۔ طریقہ نقشبندیہ میں حضرت صاحب بہادر کلی پشاور کے استاد تمند اور مرید تھے۔ کشتی بزرگ سے مشہور تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے دربار میں آئے اور غریبوں کے لئے سفارشات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اعلیحضرت مرحوم کو ان سے اعتبار پیدا ہوا۔ اور ان کو اپنے تقرب میں اعزاز سے رکھا اپنے مرشد گرامی جناب حضرت صاحب بہادر کلی کے حضور میں بھی خصوصیت کے ساتھ یاد ہوتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں عیدالفطر کے دن ان کا انتقال ہوا۔ اعلیحضرت مرحوم کے حکم سے تمام شاہزادے اور خواص ان کی تدفین پر حاضر ہوئے۔ اور احترام سے ان کو دفن کیا گیا۔ مرحوم نے حج بھی کیا تھا۔ اور اعتکاف میں کبھی ناغہ نہیں کیا تھا۔

ملا صاحب مدک

موصوف اصل مدک کے رہنے والے تھے۔ تحصیل و تکمیل علم کے بعد واپس چترال آئے تو لیمبرنٹ کے مقام پر زمین خرید کی اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ علم و فضل کے باوصف ملا صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے قدوۃ السالکین حضرت عبدالرحمن علیہ الرحمۃ

بہادر کلی پشاور سے بیعت رکھتے تھے۔ بڑے یمن اور برکتوں والے بزرگوار تھے۔ ملا صاحب جب اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں آتے تھے تو غریبوں اور مظلوموں کے لئے سفارشات کے انبار لاتے تھے۔ ان کی سفارشیں اکثر کامیاب بھی ہوتی تھیں اُن کے مواعظ و نصائح کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ عالم و عارف تھے ۱۹۱۱ء میں جب حج بیت اللہ شریف سے واپس پشاور پہنچے تو وفات ہوئی ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم نے اپنے اہتمام سے انکا جنازہ چترال منگوایا اور ملیبرت میں دفن کرایا

مولانا صاحب اویر

مولانائے موصوف کا اسم گرامی محمد مستجاب ہے اویر کے باشندے اور قوم شاہ خوشیہ سے ہیں۔ اور کئی برس سے ایون میں رہتے ہیں۔ نہ زمین ہے اور نہ کوئی اور ذریعہ معاش۔ محض خدا کے آسرے پر رہتے ہیں۔ انکا سلسلۂ بیعت و طریقت بھی خانوادہ نقشبندیہ سے مربوط ہے معتبر علماء سے ہیں۔ دنیاوی تعلقات کے ہرگز خواستگار نہیں ہیں علم و عمل و زہد و تقویٰ۔ اخلاص و محبت ان کے وجود میں متمکن ہیں۔ درس و تدریس کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں شاہی کتب خانہ سے درسی کتب کے خواستگار ہوئے اور ہز ہائینس نے صحاح ستہ کے تمام مجلدات ان کو بخشدیئے۔ موصوف نے متعدد حج بھی کئے۔ چترال کے علاقوں میں ان کے مریدین بھی ہیں اور وعظ و نصائح کے لئے علاقوں میں بھی جایا کرتے ہیں۔ اور سلسلۂ رشد و ہدایت جاری ہے جو بڑی فصاحت و بلاغت سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت صاحب بہادر کلی پشاور و چترال ہیں

موصوف زبدۂ عارفین الحاج محمد عبدالرحمن صاحب مرحوم سجادہ نشین خانقاہ بہادر کلی کے صاحبزادے ہیں اور انکا اسم گرامی محمد عزیز الرحمن صاحب ہے۔ دو تین سال سے چترال میں معہ خاندان قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار مسند ارشاد سنبھالا۔ اور ان کے خلیفہ و مجاز مطلق جانشین ہیں کتب تصوف و سلوک کے باوصف متعدد علماء سے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور سرکردہ فضلاء سے ہیں۔ اور اپنے والد بزرگوار کے فیوضات و توجہات عالیہ سے بہرہ مقام پر مستفید ہیں۔ اعلیحضرت مرحوم سر شجاع الملک کو آپ کے والد حضرت مغفور سے ۱۹۲۳ء میں پشاور کے سفر کے موقع پر ملاقات کے دوران میں روحانی اخلاص و محبت کا واسطہ پیدا ہوا تھا۔ جس کی تکمیل کے لئے اعلیحضرت مرحوم نے انکی خدمت میں ایک خط لکھا کر پشاور میں آپ کا نیاز خاطر خواہ میسر نہ ہوا تھا اس کمی کو کسی دوسرے موقعہ پر پورا کرنیکی خواہش رکھتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں مسٹر عبدالکریم ظاہر کیانی باشندہ قصور چترال آیا جس کو چترال آنے کی ترغیب حضرت ممدوح نے دی تھی۔ اور ظاہر کیانی حضرت ممدوح کے اہادتمندوں سے تھا۔ اعلیحضرت مرحوم نے ان کے چترال آنے کے لئے پھر حضرت ممدوح کا شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ

میں ان کے وجود کو ریاست کے لئے غنیمت جانتا ہوں اور ان کی تجربہ کاری اور نیک نیتی سے ریاست کو بہت زیادہ فوائد کے حاصل ہونے کا امکان ہے۔ اسی طرح سلسلہ خط و کتابت جاری رکھتے ہوئے ۱۹۳۲ء میں اعلیحضرت کی دعوت پر حضرت ممدوح اپنے مرشد زادہ حافظ محمد ابراہیم سجادہ نشین موسیٰ زئی اور اخوان طریقت کی معیت میں چترال تشریف لائے۔ اور قریباً ایک ماہ انہوں نے چترال میں قیام فرمایا۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ لارڈ بیرنشن سرشی جلال الدین نو مسلم چترال آئے اور حضرت صاحب ممدوح سے ملاقات کر کے سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے اور حضرت ممدوح کی بیعت کر کے مرید ہوئے۔

چترال کے روٴسا و علما بھی حضرت ممدوح کے سلسلۂ ارادت میں منسلک تھے۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کے فرزند رشید و جانشین موجودہ حضرت صاحب بھی چترال تشریف لائے اور فیض و ہدایت جاری رکھتے ہوئے چترال اور شاہی خاندان کے ساتھ سابقہ توجہات کا طریقہ جاری فرمایا۔ موجودہ حضرت صاحب کا ایک بے نظیر عجوبۂ روزگار تحفہ کتاب تاریخ باسم حبیب السیر شاہی کتب خانہ میں موجود ہے جو نہایت خوشخط زرافشاں قلمی نسخہ ہے۔ اسی طرح جب دوسری دفعہ آپ پھر چترال تشریف لائے تو مع عیال و اطفال چترال کے ایک گوشہ میں اقامت پذیر ہیں۔ آپ کے نفقہ کا کوئی انتظام ریاست سے جاری نہیں لیکن پھر بھی آپ کسی کے محتاج نہیں نفقۃ الغیب سے روزی کا سامان موجود ہے حلقہ ارادتمندان مقامی کے علاوہ پشاور کے عقیدتمندوں کا گروہ بھی آمد و رفت جاری رکھتے ہوئے آپ کے نفوس مبارک سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ چترال کے علماء جب آپ سے ملتے ہیں تو علمی فضائل کے مباحث سے اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کے علمی کمالات بلند و وسیع ہیں اور آپ کا سلسلہ کلام نہایت موثر و جاذب قلوب ہوتا ہے۔

حاجی صاحب نشکو

حاجی فضل رحیم نشکو فقر و قناعت کے مشائخ سے تھے۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں محترم تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے سات دفعہ حج کیا تھا طریق سلوک میں بیعت یافتہ تھے۔ اُن کے جد اعلیٰ آخوند صاحب نشکو ہیں۔ بڑے اہل کشف اور کرامات کے بزرگوار تھے جن کی زیارت نشکو میں مرجع خلائق ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے حاجی فضل کریم مستند عالم ہیں۔ میزان شرع کے علماء میں شامل تھے۔ دوسرے صاحبزادے فضل اللہ بھی ہندوستان سے تعلیم حاصل کر کے واپس آکر زہد و قناعت میں مشغول ہیں۔ یہ بزرگوار آخوند نشکو ملا محمود بیگ کے نام سے مشہور تھے۔ اور انکا باپ کیارس اس عہد کے کفار سے تھا۔ کیارس نام سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایرانی تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تذکرہ شعرائے کہوستان

شعروشاعری اور فصاحت کا فن علم ہی کی ایک شاخ ہے اور اکثر و بیشتر شعراء کا گروہ بھی اہل علم وکمالات سے ہی ہوا ہے۔ اس لئے مناسب جان کر اس ملک کے ادبا اور فصحا کا ذکر علما و صلحاء کے تذکرہ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ ان کے فضائل وکمالات کے ذکر سے معلوم ہوگا کہ اس ملک کے فرمانروا کس درجہ علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ اور ان کی مجلس میں کس پایہ کے اہل فضل وکمال باریاب رہا کرتے تھے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کے فرمانروا اگر علم پرور نہ ہوتے .... تو ممکن نہ تھا کہ اس قسم کے اہل کمال خاک چترال سے جنم لیتے۔ اور اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ گذشتہ دور کے تمام علماء ملک بھی کس درجہ کے اہل کمال تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ عصر رواں میں کوئی بھی اپنے ملک کے اہل کمال کا قدردان نہیں ہے۔ مولانا محمد سیر۔ اتالیق محمد شکور۔ شاہزادہ تجمل شاہ۔ وزیرزادہ معظم خان۔ فصاحت کلام اختراع مضامین رنگین میں مرزا صائب۔ مرزا بیدل۔ شوکت بخاری اور ناصر علی سرہندی سے کم نہ تھے۔ بلکہ مولانا محمد سیر تو اس فن میں ان پر بدرجہا ترجیح رکھتے تھے۔ لیکن چترال میں قدرشناس سخن کون ہے؟ کہ انہیں تامل کرے اور وزن کرکے اور وزن کرکے دیکھ لے کہ حسن و جوہر کون سے پلڑے میں بھاری ہے۔ ملکی لباس کو خواہ کتنا ہی نفیس کیوں نہ ہو۔ کوڑیوں کے بھاؤ بھی نہیں پوچھتے۔ اور اصل یہ ہے کہ اپنے ملک کے افتخار و اعزاز کو پہچانتے ہی نہیں۔ نہ یہاں کوئی مشاعرہ ہے نہ کوئی اپنے ملک کے شعراء کے نام لیوا ہیں، نہ ان شعرائے کلام کو نشر و اشاعت سے تدریج دینے کی ہمت رکھتے ہیں۔ بس ان کے قلمی مسودات بھی آجکل کے مہمان ہیں۔ دستبرد روزگار سے تلف ہونے کے ممکن رہیں لہذا اس مختصر تذکرہ میں ان کے نام سے تعارف کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ تاکہ حضرات قارئین کے لئے ملال خاطر کا موجب نہ ہو۔

محمد صفا ابن قزل بیگ نام محمد صفا اور تخلص صفا تھا لطیفہ سنجی میں فرد اور فصاحت طرازوں میں جوالفرد تھا۔ صفا کی ایک غزل مولف کی نظر سے گذری تھی۔ اس کے مضامین کی شیرینی اپنے ساتھ فردوس بریں کی رنگینی رکھتی تھی۔ بیاض ہاتھ سے چلی گئی۔ ہزار چاہا مگر پھر ہاتھ نہ آئی۔ ممکن ہے کہ ان کے خاندان میں کہیں نہ کہیں ان کی کوئی بیاض موجود ہوگی۔ مگر قدرشناسی نہیں۔

شاہ سنگین علی شاہ کٹور اول کے فرزند ارجمند تھے۔ مراتب سخن کو خوب جانتے تھے۔ شعر کہنے کہ ابتدا

موتی بکھیرتے۔ شاہ سنگین علی جب ہندوستان میں تھے وطن کی یاد آئی تو غزل کہی جسکا صرف مطلع معلوم ہے۔ ایک سخن شناس شخص اس ایک بیت سے بھی قیاس کرسکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے ؎

گلشن کشمیر پیش انجگان، داغ است و داغ ! لالہ ہا در کوہ و صحرا جملگی باغ است و باغ

ریاست چترال کے درۂ لٹکوہ کو اس عہد میں انجگان کہتے تھے۔ اور سنگین علی کو شکار کی وجہ سے اس مقام سے بدرجۂ غایت محبت تھی۔ انہوں نے جب یہ مطلع کہا۔ وہ ان دنوں شاہنشاہ ہندوستان کی معیت میں تھا۔

مرزا طہر یہ شخص شاہ سنگین علی کے عہد میں بےنظیر آدمی تھا۔ اس نے بیت طویل قصیدہ سنگین علی کی مدح میں کہا تھا۔ مولانا محمد سیر کا دستخطی مولف کی نظر سے گذرا تھا۔ اس قصیدہ کی تعریف سے زبان و قلم قاصر ہیں۔ اشعار تھے کہ موتیوں کی لڑیاں اور جواہرات کے انبار قصیدہ جتنا کہ طویل تھا اتنی ہی اسمیں ملاحت و حلاوت تھی۔ لیکن انتہائی طلب کے باوجود پھر وہ کتاب ہاتھ نہ آئی۔

زمانی زمانی کی تعریف مولانا محمد سیر نے اپنی غزلیات میں کی ہے۔ اور جس شخص کی سخن گوئی کے باب میں مولانا سیر ایسی شخصیت معترف و مصدق ہو ظاہر ہے کہ وہ شخص کس درجہ بلند پایہ ہوگا صرف ایک ہی مصرع دماغ میں محفوظ ہے ؎ زمانی ہر زبان آر دو ری چترا سی گریاد بس اسے مشتے نمونہ از خروارے سمجھئے۔ اسکی کتاب بھی اب دستیاب نہیں ہے۔

محمد شکور اتالیق محمد شکور کا تخلص غریب تھا۔ شاہ سنگین علی شاہ افضل اول و شاہ فاضل کے ایام حکومت میں فضائل و کمالات میں بہرہ یاب تھا۔ شعر و شاعری میں بڑا بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ اس کا دیوان شاعری موجود ہے اس کی مثنویاں رموز سلوک کی کلید اور یقین کی دلآویز شاخیں تھیں اسکی غزلیں بڑی ہی دلکش اور رنگین ہیں اس کی چند غزلیں بطور نمونہ یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

بعین وصل گل مرغ چمن پیوستہ نالاں است | بلی بر عاشق دل خستہ قرب و بعد یکساں است
وفا داری نہ یاران جہان صورت نمی بندد | امید از اہل دنیا ہر کہ کرد آخر پشیماں است
بجمع آوردن دنیا چرا کوشش کند عاقل | کہ کل جمعیت اسباب ایں عالم پریشاں است
نسازد کام را حاصل کسے ہرگز دریں دنیا | اگرچہ کو نظام الملک عصر و خان دوران است
زاموال جہان غیر از کفن چیزی نخواہد برد | بدنیا گر کسے را مال از قارون فراوان است
غریب از اہل دنیا کام دل ہرگز نمیخواہم | ازیں دون ہمتان ہر کس کہ جوید کام نادان است

ولہ ایضاً

منزلِ معشوق عالم را ندیده ہیچ کس
لیک مے آید بگوش عشق آوازِ جرس

ہر کجا بینم جمالِ یار آید در نظر
جملہ عالمگاہ حسنِ معشوق است و بس

سوختن مخصوص جانِ خستۂ پروانہ است
طاقتِ سوز و گداز شمع کے دارد مگس

بلبلِ جانِ غریبِ خستہ میخواہد مدام
پاک باشد دامنِ گلزارِ حسن از خس

ولہٗ ایضاً

عمرِ گل چونکہ دریں باغِ جہاں برباد است
کار بچمن شام و سحر فریاد است

یوسف از خوبیِ خود گشت بزندانِ مصر
ورنہ ہر زشت کہ بینی بجہان آزاد است

در جہان بیخبرانِ جملہ بعیش اند و سرور
ہر کجائے کہ بود اہلِ خرد ناشاد است

بنیدور باغِ سلامت ز قدِ زشتِ خود است
ریزہ ریزہ ز دم آرہ قدِ شمشاد است

شیر از غیرتِ خود بستۂ زنجیر شود
زرد با ایمن ز جفا دستِ ستم صیاد است

در قفس بلبلِ دل خستہ غریب از وطن است
زاغ بے لہجہ دراین باغِ جہاں آزاد است

مولانا محمد سَیِیر

(س کی کسرا ور ی) کی فتح کے ساتھ مولانا کا نام محمد سیر ہے انہوں نے اپنا تخلص سیر قرار دیا ہے۔ مولانا بلبل ہیں شاخسارہ سخنوری کے۔ اور گلزار فصاحت گستری کے عندلیب نغمہ طراز استعارات و تشبیہات میں ان کے خیالات بلند۔ اور جدت و اختراع کا شاہکار ہوتے ہیں ان کے کلام کے جودت سہ نثر ظہوری کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ لیکن مرتبہ دان کو چاہیئے کہ نظرِ غور سے دیکھے۔ مولانا سیر شاہ کشور ثانی کے عہد میں تھے۔ انہوں نے اس عہد کے بعض وقائع کو شاہنامہ کے طور پر نظم میں پرو دیا۔ ان کا دیوان معنی شناسوں کی آنکھ کا سرمہ ہے یہ دیوان ۱۲۲۷ھ میں اتمام کو پہنچا تھا۔ اس سے چند غزلیات نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں تاکہ معنی آشنا اور نکتہ سنج حضرات ان کے کلام کا اندازہ کر سکیں۔

شبِ ہجراں ز جوشِ گریہ بزمم زینت آباد است
حنا خونِ دلم بر ناخنِ انگشت فریاد است

درونِ شیشۂ دل بادہ طبعم پریزاد است
در آغوشِ عروسِ بکر فکرمن خداداد است

بر امیدے کہ روزے آشنا با زلفِ او گردد
ازاں رو صرفِ عمرم در نزیں بوئے شمشاد است

مدام از حلقۂ بزمِ جنونم بوئے خوں آید
مگر زنجیرِ من از آہنِ شمشیرِ جلاد است

بتربیتِ صدف چوں قطرہ را پرورد گوہر شد
بلے شاگرد قابل ہر کجا بہتر ز استاد است

زمینِ عاشقاں ہرجا سلامت از خطر دارد
کہ آب و رنگ ایں گلشن زجوئے تیغ بیداد است

اگر نام بلند از عشق میجوئے ز سر بگذر　　بکوہ بیستون ایں حرف نقش نام فرہاد است

ندارد طبع سرکش اے شبیر قدرے دریں گلشن　　کہ بر سر مشت خاکستر ز قمری سرو آزاد است

ولہ ایضاً

بچشم دل بہاں روزی کہ بر رویش نظر کردم　　بستم از دو عالم دیدۂ خود را بے خبر کردم

ز خود رفتن پیامم را بجاناں برد باز آورد　　بسویش روح را از شوق مرغی نامہ بر کردم

نمی پرسد چرا آں بیوفا از حال زار من　　بیادش پنجۂ مژگاں پر از خون جگر کردم

فرستادم بسویش نامۂ از سوزش ہجراں　　ز دود آتش دل مرغ جاں را بال و پر کردم

گذشت از نہ سپر ہائے فلک تیر دعائے من　　چو بر یاد قد بالائے او آہ سحر کردم

چناں اندیشۂ صف ہائے مژگاں کرد بیتابم　　ز بیتابی دو عالم شبیر زیر و زبر کردم

ولہ ایضاً

خیال چشم شوخش بردہ عقل از سر ز دل ہوشم　　بدست بیخودی ہا یادم آہو ہم آغوشم

نمی یابد مرا غسل و کفن بعد از فنا گشتن　　شہید خنجر آن کافر چشم سیہ پوشم

بیاد قامت خوش جلوۂ سرو گل اندامی　　بسان طوق قمری شد سراپا حلقۂ آغوشم

چہ باشد گر نگاہ لطف بنوازد غریباں را　　غریبم بیکسم بے خانماں خانہ بر دوشم

بہ بزمی ہائے الفت بزم دل ہا را کنم روشن　　زبان آتشیں دارم ولے چوں شمع خاموشم

ز پستی دامن بالا بلندی بہ کف آوردم　　برنگ سایہ با نخل قد او دوش بر دوشم

شدم آزاد از دنیا شبیر فارغ ز عقبیٰ ہم　　کہ روزی تا آبان دلبر غلام حلقہ در گوشم

ولہ ایضاً

زبیم لشکر زلف سیاہ عنبریں موئے　　شدہ مشک ختن پنہاں درون ناف آہوئے

چہ حاجت تیغ بر کف بہر قتلم ان جفا جو را　　جدا سازد سرم از تن بیک ایمائے ابروئے

بہ نزدیک لبش خال سیہ را دیدیم و گفتم　　کہ آخر فصل را ہر جا خریدار است ہندوئے

شبیرا ہم بلند از گریہ ہائے دل نفر دل باشد　　سرافراز است قدر ہر جا بر لب جوئے

شہزادہ تحمل شاہ | ان کا تخلص محوی تھا۔ شاہزادہ موصوف شاہ کثور ثانی کے فرزند اور

اور علمی حیثیت سے سرآمد فضلا تھے۔ ان کی بہترین تصنیف قصیدۂ امالی کی شرح ہے۔ جو علم کلام میں منظوم تصنیف ہے۔ اس سے ان کے علم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ کس پایہ کا تھا۔ سلسلہ سلوک و معرفت میں انکا بہت بڑا مقام تھا۔ وہ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ اُن کے مرشد گرامی ترکستان کے شیخ حسام الدین قوقندی تھے۔ اور وہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ شاہزادہ مرحوم شرح قصیدہ امالی کے آغاز میں یوں نغمۂ توحید چھیڑتے ہیں۔

الٰہی غنچۂ امید بکشائی | گلی از روضۂ تحقیق بنمائی

نعت میں کہتے ہیں۔

محمد سرورِ دنیا و دین است | وجودش رحمۃ للعالمین است
رُخش آئینۂ انوارِ وحدت | قدش سروِ گلستانِ سعادت
جبینش آفتابِ عالمِ قدس | عرق ریزِ حیا جامِ جمِ قدس
دو ابروئے خمش محرابِ توفیق | دو گیسویش کمند دستِ تحقیق

شاہزادہ تجمل شاہ کی غزلیات بہت رنگین اور محققانہ ہیں۔ انکا مجموعہ کلام ان کے اپنے قلم سے موجود ہے مصنف کو ان کی اولاد نے کتاب دینے میں بخل سے کام لیا۔ ورنہ ان کی غزلیات اس کتاب میں نقل کی جاتیں اور یادگار رہ جاتیں۔

اپنے وطن کی یاد میں کہتے ہیں

ہر چہ گویم ثنائے چترار است | ہر دو عالم فدائے چترار است
آنچہ مفتاح غنچۂ دل ہا است | نفس آں دل کشائے چترار است
بر لب جوئے او است چشمۂ خضر | عیسیٰ دل ہوائے چترار است
آنچہ دل را حیات مے بخشد | نکہت جانفزائے چترار است
رونق افزائے شوق زندہ دلاں | فیض باد صبائے چترار است
خوشدلی خاک آستانۂ او است | عیش فرح افزائے چترار است

گر غیاثی بمدح جسم شتافت
محوی اندر ثنائے چترار است

لعل جبہ و جبین

لعل جبہ باپ اور جبین بیٹیا دونوں ان پڑھ تھے۔ اور چترازی زبان میں دونوں حلاوت و ملاحت سے بھر پور شعر کہتے تھے۔ بدیہہ گوئی میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی۔ بغیر کسی تامل کے اشعار آبدار ان کی زبان سے نکلتے اور مجلس کو زعفران زار بنا ڈالتے۔ لعل جبہ مولانا سیر کا معاصر تھا۔ مولانا سیر کی اس کی نسبت یہ رائے تھی کہ اگر لعل جبہ

علم داشتے ملک الشعرا بودے" یعنی اگر لعل جیبہ ذرا بھی علم رکھتا تو وہ ملک الشعرا ہوتا۔

ملا پیچ

نام معلوم نہیں۔ صرف تخلص پیچ تھا۔ وہ درہ یارخون کا رہنے والا تھا بڑی بلند طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے اشعار میں ملاحت کی آمیزش اور معانی کا انبار تھا۔ فارسی اور جترواری زبانوں میں شعرگوئی کا خوب ملکہ تھا۔ اگرچہ اسکے اشعار کا مجموعہ ہے لیکن اس حصہ کی ترتیب کے وقت نہ مجموعہ ہاتھ آیا اور نہ کوئی شعر حافظہ نے حوالہ قلم کیا۔

وزیرزادہ مظفر خان

ان کا تخلص ظفر اور وزیر سنغنت خان کے لڑکے تھے۔ ہم رسار کھتے تھے شعرگوئی پہ قادر تھے انہوں نے شاہ افضل ثانی کے عہد حکومت کے اوائلی واقعات کو نظم میں آراستہ کیا۔ ان کی غزلیات کا دیوان موجود ہے۔ ان کی تعلیم گھر میں ہوئی لیکن بڑے فضلاء کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی تحریر و تقریر میں انشاء پردازی کے کمالات تھے۔ اور شاہ امان الملک مرحوم کے اوائل حکومت میں خط وکتابت کے دبیر اور مشیر وہی تھے۔ یہاں انکی ایک غزل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جو رموز سلوک کا آئینہ ہے۔

صبا چاک گریباں زد بیا بند قبا بندیم — کہ تا محمل بسوئے بوستان آشنا بندیم
عدم تعمیر ما آمد درین اقلیم نابودی — حباب ہستی خود را بسوئے تا کجا بندیم
اگر من نفس سرکش را زحرص و آز باز آرم — بافسون قناعت با دہان اژدہا بندیم
اگر بال و پر خود را ز آلایش فرو شویم — چہ مشکل آشیاں خود کہ بر شاخ ہما بندیم
دماغ جاں نشو و تازہ زمضمون فغان من — پیام عجز آمیزی کہ بر باد صبا بندیم
خیال تیز گرد من ز درگاہش بود عاجز — مگر من نامۂ عجزم کہ بر بال ہما بندیم
چو آہ از خاطر پرغم بیرون آرم بسوز دل — ازاں ابرے تر از دریا بصحرائے ہوا بندیم
بود سودائے بیہودہ دل آشفتۂ ما را — اگر بہر حصول زر خیال کیمیا بندیم
شما دانید اے یاران کہ بعد از رفتنم زینجا — ہمیں نظم خوش آہنگی ظفر بہر دعا بندیم

شاہزادہ کوہ کن بیگ

کوہ کن ان کا تخلص تھا۔ مہتر شاہ افضل ثانی کے فرزند ہیں۔ اشعار کہتے تھے۔ لیکن ان کے اشعار کسی نے یکجا نہ کئے۔ ان کی ایک شعر یہ ہے ۔

جان تنگہ کردن نباشد کوہ کن آسان اند — تا کہ ابروئے دوتا چون تیغ عریان کردہ است

مندرجہ ذیل شعر انہوں نے شاہ امان الملک کے نقش نگیں کے لئے کہا تھا۔

امانی کہ ملکش امان یافت و خفت — گلی غنچہ از باغ افضل شگفت

شاہزادہ کوہ کن بیگ اور وزیر زادہ مظفر خان کے مابین سوال و جواب اور مشاعرے رہا

کرتے تھے۔

وزیرزادہ معظم خان

نام معظم خان اور اعظم تخلص تھا۔ وزیر مظفر خان ظفر کے بیٹے وزیر سفدت خان کے پوتے۔ گویا تین پشت سے وزیرابن وزیر رہے۔ خوش بیانی میں حافظ ثانی۔ سخن گوئی میں سدابہار اور نغمہ سنجی میں عندلیب گلشن تھے۔ معظم خان گلزار فصاحت کے بلبل۔ شاخسار نزاکت کے عندلیب۔ حلاوت بیان میں ممتاز اور ملاحت کلام کے اعتبار سے نمایاں مقام پر سرفراز تھے۔ ان کی طبع بلند رسائی میں عجیب تھی۔ لیکن انکا آسمان پیوند ذہن صفائی میں اور بھی عجیب تھا۔ ان کی غزلیات کا یہ انداز تھا کہ حضرت سعدی شیرازی کی طرز پر قریب الفہم اور بہ شکل سادا ادا۔ ان کی مثنویوں کا یہ رنگ تھا۔ کہ فردوسی کے لہجے میں پرجوش اور دل کش تھیں۔ ان کے قصائد تھے کہ قصائد انوری کے ساتھ میزان میں رکھے جاسکتے تھے۔ اور ان کی مسدسات اور مخمسات میں اس کمال کی فصاحت گستری تھی کہ خواجہ حافظ شیرازی کے نغمات کے ہم پلہ ٹھرانے کے قابل دستراد ار تھے۔ ان کے واعظانہ اور خطیبانہ زور بیان میں وہ تاثیر ہے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ اور ان کے مطائبات میں وہ قوت ہے۔ کہ مایوس اور اشکبار چہرے کھل کھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ وزیرزادہ معظم خان کے لڑکے فرحت خان نے ان کی غزلیات فراہم کرکے دیوان کی شکل میں مرتب کرلی تھی اور کچھ اس کے متفرق اشعار اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے حکم سے کتابی صورت میں ترتیب دیئے گئے تھے۔ وہ شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ بادشاہ کی طرف سے ملک الشعرا کا خطاب پایا تھا۔ اعظم تخلص تھا۔

طرفہ یہ کہ ان کے خاندان میں فرحت خان کے لڑکے امیراللہ خان کو شعرگوئی کا ملکہ ورثتاً ملا وہ جوبھی شعر کہتا ہے موزوں ہوتا ہے۔ مگر چترال میں قدر نہیں رہی۔ معظم خان کے اشعار کا مجموعہ قلمی غیرمطبوعہ پڑا ہے۔ اور طبع و اشاعت سے محروم ہے۔

ذیل میں اسکے اشعار کے مجموعہ سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سب سے اول وہ قصیدۂ دعائیہ ملاحظہ ہو جو بادشاہ کے حق میں ہے۔

شاہا لقائے جاہ و جلالت دوام باد	اقبال و دولت و شرفت مستدام باد
شمشیر فتح باد بدست تو آیدار	رخش مراد زیر تو زرین ستام باد
ہرگز مباد بے کرمت دور روزگار	ہموارہ فیض وجود تو بر خاص عام باد
جنگ و دف در باب شراب رخ نگار	بے روئے تو بہ محفل گیتی حرام باد
حکم تو ہمچو چرخ روان باد در جہان	ہر کار و بار ملک تو در انتظام باد
از لطف کردگار جہان آفرین ترا	منشور فتح و سکۂ دولت بنام باد

کرتے تھے۔

وزیر زادہ معظم خان نام معظم خان اور اعظم تخلص تھا۔ وزیر مظفر خان ظفر کے بیٹے وزیر شفقت خان کے پوتے۔ گویا تین پشت سے وزیر ابن وزیر رہے۔ خوش بیانی میں حافظ ثانی۔ سخن گوئی میں سدابہار اور نغمہ سنجی میں عندلیب گلشن تھے۔ معظم خان گلزار فصاحت کے بلبل۔ شاخسار نزاکت کے عندلیب۔ حلاوت بیان میں ممتاز اور ملاحت کلام کے اعتبار سے نمایاں مقام پر سرفراز تھے۔ ان کی طبع بلند رسائی میں عجیب تھی۔ لیکن انکا آسمان پوند ذہن صفائی میں اور بھی عجیب تھا۔ ان کی غزلیات کا یہ انداز تھا کہ حضرت سعدی شیرازی کی طرز پر قریب الفہم اور باشکل سادا ادا۔ ان کی مثنویوں کا یہ رنگ تھا۔ کہ فردوسی کے لہجے میں پرجوش اور دلکش تھیں۔ ان کے قصائد تھے کہ قصائد انوری کے ساتھ میزان میں رکھے جاسکتے تھے۔ اور ان کی مسدسات اور مخمسات میں اس کمال کی فصاحت گستری تھی کہ خواجہ حافظ شیرازی کے نغمات کے ہم پلہ بلکہ اس کے قابل و سزاوار تھے۔ ان کے واعظانہ اور خطیبانہ زور بیان میں وہ تاثیر ہے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ اور ان کے مطائبات میں وہ قوت ہے۔ کہ مایوس اور اشکبار چہرے کھل کھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ وزیر زادہ معظم خان کے لڑکے فرحت خان نے ان کی غزلیات فراہم کرکے دیوان کی شکل میں مرتب کرلی تھی اور کچھ اس کے متفرق اشعار اعلیحضرت سرشجاع الملک مرحوم کے حکم سے کتابی صورت میں ترتیب دیئے گئے تھے۔ وہ شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ بادشاہ کی طرف سے ملک الشعرا کا خطاب پایا تھا۔ اعظم تخلص تھا۔

طرفہ یہ کہ ان کے خاندان میں فرحت خان کے لڑکے امیراللہ خان کو شعرگوئی کا ملکہ ورثتاً ملا وہ جو بھی شعر کہتا ہے موزوں ہوتا ہے۔ مگر چترال میں قدر نہیں رہی۔ معظم خان کے اشعار کا مجموعہ قلمی غیر مطبوعہ پڑا ہے۔ اور طبع و اشاعت سے محروم ہے۔

ذیل میں ایسے اشعار کے مجموعہ سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سب سے اول وہ قصیدۂ دعائیہ ملاحظہ ہو جو بادشاہ کے حق میں ہے۔

شاہا بقائے جاہ و جلالت دوام باد	اقبال و دولت و شرفت مستدام باد
شمشیر فتح باد بدست تو آمدار	رخش مراد زیر تو زرین ستام باد
ہرگز مباد بے کرمت دور روزگار	ہموارہ فیض وجود تو بر خاص عام باد
جنگ و دف و رباب شراب رخ نگار	بے روئے تو بہ محفل گیتی حرام باد
حکم تو ہمچو حکم بزدان باد در جہان	ہر کارہ بادہ ملک تو در انتظام باد
از لطف کردگار جہان آفرین ترا	منشور فتح و سکۂ دولت بنام باد

بخت و ظفر ہمیشہ ترا رہبری کناد — اقبال بر در تو کمینہ غلام باد
ناپختہ کہ با تو زند لاف ہمسری — او سوختہ در آتش سودائے خام باد
ما خود ز بارگاہ تو ناکام رفتہ ایم — تا ہست چرخ دور جہانت بکام باد
دریائے پنج ہم بہ زبانم نمی رسد — صد آفرین بر بخت من ناتمام باد
بے صلہ شعرہا کہ نوشتم برائے شاہ — گاہے بہ بزم بادہ زیادم بجام باد

ولہ ایضاً

زلف سنبل رخ تو ماہ درخشاں شدہ است — قامتت سرو لبت لعل بدخشاں شدہ است
روز اول کہ تو کردی ہوس سیر چمن — دیر گاہے ست گل از ہجر تو خنداں شدہ است
خوبرویان جہان بارکش ناز تو اند — زانکہ حسن تو فزوں از ہمہ خوباں شدہ است
بہر من چند کشی زحمت بیہودہ طبیب — دردمندی من از چارہ تو درماں شدہ است

ولہ ایضاً

اے دل جفائے چرخ بریں نیز بگذرد — غافل مشو کہ کار زمین نیز بگذرد
درویش بینوا کہ ز حسرت رود بخاک — ایام عیش تخت نشیں نیز بگذرد
گرچہ جہان بکام و فلک برقرار نشست — غافل مشو کہ عاقبت این نیز بگذرد
از مفلسی منال کہ آخر بچند روز — خاقان چین و دولت چین نیز بگذرد
اعظم ز عمر تو کہ بماند است اینقدر — بشناس قدر این کہ ہمیں نیز بگذرد

ولہ ایضاً

رسوائے جہانم بکسی کار ندارم — ہم صحبت خود غیر دل زار ندارم
دور فلکم خار و خس خاک زمین کرد — ہر سفلہ کہ پامال کند عار ندارم
جز خون جگر رنگ می جام فلک نیست — دل مست از این ساغر خمار ندارم
در گلشن دنیا گل بے خار نباشد — زان رو ہوس سیر بہ گلزار ندارم

اعظم بشنو از نغمہ نواز بلبل توحید
ما در دو جہان غیر خدا یار ندارم

ولہٗ

اے چرخ فلک از تو ہمہ کار بجا شد — من بعد دل خستۂ من از تو جدا شد
یک روز ندیدیم نہ تو مہر و محبت — اے ظالم بیفائدہ از من چہ خطا شد
یوسف ز جفائے تو بزندان شدہ محبوس — نالیدن یعقوبؑ ہم از جور شما شد
ایوبؑ ز آسیب تو تن دادن بکرمان — در بطن سمک یونسؑ فرخندہ جدا شد

ولہٗ

چو خواہی عاشق دیوانہ باشی — زلستی در جہان افسانہ باشی
بسوز و نالہ دایم آشنا شو — گہی بلبل گہی پروانہ باشی
بکن نفرت ز آبادیٔ عالم — چو چندان ساکن ویرانہ باشی
عمر سود و زیان از دل بدر کن — ہم از عقل و خرد بیگانہ باشی
نماز و زہد کار عاشقاں نیست — ز مسجد رفتہ در میخانہ باشی
چو خواہی تار زلفش بر کف آری — جگر صد چاک مثل شانہ باشی
بجز خون دل زن غوطہ آدل — وزاں پس طالب دردانہ باشی
دل خود صاف کن اعظم بہر حال — اگر دیوانہ یا فرزانہ باشی

محمد افضل بیگ شاہزادہ کوہ کن بیگ کے بیٹے تھے۔ انکا تخلص فاضل تھا۔ جمال صورت کے ساتھ کمال معنی بھی حاصل تھا۔ اور جوہر شجاعت کے ساتھ وفور ذہن و ذکا بھی موجود تھا۔ اشعار آبدار کہتے کہ دریائے شاہوار پروتے اور موتیوں کے انبار لگا دیتے۔ انکا دیوان بہت مقبول خلائق ہے۔ اس سے تین اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

آہ و دریغ بر سر من روزگار تنگ — دل تنگ دست تنگ و اختیار تنگ
دارم ہوس بسوئے بیاباں سفر کنم — جان حزیں شدہ بے اختیار تنگ
تنہا نہ یار خویش ز ملک و وطن جدا — مجنون صفت بدست شوم بے نگار تنگ

ملک الشعرا اعظم کی وفات پر مرثیہ کہا تھا۔

دریغ افسوس یارم از جہاں رفت — سخن سنج مجلس آرا نکتہ داں رفت
بسا اہل و حیا و شرم پیشہ — گرامی ناظم و صاحب زباں رفت
بجانا رونق مجلس خراب است — ز جمع انجمن چوں آں جواں رفت
ز باغ و بوستان ملک چترار — عجائب بلبل شیریں زباں رفت

عظم با منفعت صاحب ظفر بود　　کنون نام محبت در نہاں رفت

یعنی اعظم بن منظفر خان بن منفعت خان بن محبت تک کا سلسلہ یاد کیا ہے جو اُن کی شاعرانہ تلاغت کا کمال ہے۔

مرزا محمد غفران فارغ تخلص تھا۔ تاریخ چترال کے مصنف ہیں (وہ خود کہتے ہیں کہ میں سخنوران کے کوچہ کا دریوزہ گر ہوں اور ان کے خوانِ نعمت کا ریزہ چین۔ لیکن حقیقت میں انکا یہ عجز و انکسار ان کی عظمت و وقار کا آئینہ دار ہے۔ مترجم) تاریخ چترال میں رزمیہ نظمیں موزوں مقامات پر جو بھی مرزا محمد غفران کے منظوم افکار ہیں۔ انہوں نے اگرچہ اپنی بعض غزلیات جمع کر لی تھیں مگر تغافل سے پھر وہ ہاتھ نہ آسکیں۔ ان کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

خداوندا کشایش دہ گرہ ہائے دل ما را　　باوج معرفت بنما مقام و منزل ما را

دریں وادی کہ از غولاں زہر سو شور می خیزد　　ازیں صحرا بکش بیرون سلامت محمل ما را

دریں دریائے پُر وحشت کہ موجش صد خطر دارد　　سلامتگاہ خوش بنما زمین ساحل ما را

متاع عالم فانی سرابی شد مسافر کش　　زلال رحمتے فرما سبک کن مشکل ما را

نگارِ مست مہ روئی سیہ چشمی جفا پیشہ　　بہ یغما برد از عشوہ تن و جان و دل ما را

شکار تیر مژگانش شدہ مرغ دلی زارم　　بحال زار من پروا نباشد قاتل ما را

ز دو عالم شدم فارغ بسودائے خیال او　　بیا بی بر درش رنگین تو خون بسمل ما را

ولہٗ

بکس وفا نباشد دنیائے بے بقا را　　از لولیان شہری ہرگز مجو وفا را

بسیار نازنیناں اینجا بباد رفتہ　　ایں مرغ تیرہ باطن چیند چو دانہ ما را

باید کہ دل نہ بندی بر بال ایں ہوائی　　کز پنجہ خستہ سازد چشمان آشنا را

بگذر ز آز و بنشین قانع بگوہ قسمت　　بینی شرف ازیں است خود سایۂ ہما را

رفعت بہ کوئی پستی است بہر دانہ کبر گذار　　ارا وزج لس بلندی است بی روشنی سہا را

فاضل بکوئے خاری جاہل بہ اوج عزت　　از بسکہ بے تمیزی خصلت شدہ سما را

فارغ بکوئے عشقت گدائی بینوائی　　شاید نہ در نرانی گدائی بینوا را

حافظ شیرازی کی ایک غزل کی شرح مخمس کے پیرایہ میں کی ہے۔

واعظاں کیں جلوہ در محراب و منبر میکنند　　عیب جوئی ہر حافظ ہم برابر میکنند

وعظ ما بے صدق دل از یاد و از بر میکنند　　شاید نہ در نرانی گدائی بینوا را

چوں بجانہ مے روند خود کار دیگر میکنند

آہ آہ از دست صرافان ناگوہر شناس — ہر دم را سازند با نغز بے نار بہا قیاس

عیب جوئی کار شان دائم بود جائے سپاس — تیغ پر جوہر بود در نزد شان مانند داس

ہر زمان خر مہرہ با در برابر میکنند

مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرس — ایں ہمہ عجبی کہ دارد از غرور و ناز پرس

من نمیدانم از و سربستہ ایں راز پرس — گر نگوید او جوابت از دگر دمساز پرس

توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند

گوئیا باور نمیدارند روز داوری — دارو گیر حشر را دانند کار سرسری

کاندر انجا پیچ باشد شیوۂ افسونگری — تا مگر غافل ازاں ہستند از خیرہ سری

کیں ہمہ قلب و دغل در کار داور میکنند

صبحدم از عرش مے آمد سروشی غیب گفت — وہ چہ در ابدار پر بہائی نغز سفت

گرد شک و اشتباہ از چہرۂ خاطر برفت — گفت در گوشم تو آگہ شو ازیں راز نہفت

قدسیاں گوئی کہ شعر حافظ از بر میکنند

ملک الشعرا وزیر زادہ معظم خان کی وفات پہ ذیل کا مرثیہ ارقام کیا تھا۔

ولہٗ

دریغا بلبل باغ فصاحت — کہ معنی اعظم فرخندہ گفتار

برفت از دار فانی با دل ریش — چو بلبل از چمن یا گل ز گلزار

دریغا آں سخن سنج شکر ریز — بکرد احباب را محروم دیدار

بہ دلکش نکتہ و نازک خیالی — برنگ نغز گفتاری و اشعار

بجانان بود یکتائی کہستان — بہ بزم بذلہ گوئی ہا گہر بار

معطر زد دماغ اہل معنی — چو صحرائے ختن از مشک تاتار

دریغا یادگار منفعت خان — گذشت و کرد مارا زار و افگار

دریغا از محبت ور مظفر — نشانی نیک بود و رفت زیں دار

بوقت شنل مرگش گفت ہاتف — ز شاغل غافلا تا دیغ بردار

خداوندا گناہانش ببخشائی — کہ فضل تو بود ز اندازہ بسیار

اگرچہ در جوانی داشتی عیش — بہ پیری از زمانہ دید آزار

لفظ شاغل سے ان کی وفات کا سنہ نکلتا ہے جو ۱۳۳۰ھ تھا مطابق عیسوی ۱۹۱۲ء

مولانا فضل کریم کشم قاضی صاحب کشم کی طبیعت شاعرانہ تھی ان کی ایک مثنوی یہاں منتخب کرکے نقل کی جاتی ہے۔

حمد ترا بگوییم وصف تو آبر دییم	ذات تو چہ جوییم فی شان بی نشانی
در ذات تو است حیرت در وصف تو است عبرت	دارائے تو عام رحمت فی شان بی نشانی
بے مثل و بے مکانی بیچون و بے نشانی	دانائے ہر نہانی فی شان بی نشانی
ذکر تو ہمدم دل فکر تو مرہم دل	نام تو محرم دل فی شان بی نشانی
خود حمد خود سرائی خود وصف خود نمائی	دل را بجود گرائی فی شان بی نشانی
وصف ترا گرامی چون میکند تمامی	اوصاف تو عظامی فی شان بی نشانی

محمد ناصر الملک بزبانی لسن مرحوم کے فارسی میں دو ہزار اشعار ان کی شہرۂ آفاق منظوم تصنیف صحیفۃ التکوین میں گرانبہا مجموعہ ہے جسمیں جدید یورپین فلاسفی اور سائنٹفک علوم و اختراعات کے ساتھ رموز حکمت اور اسرار قرآنی کی تطبیق پیش کی ہے اور پیرا اسلوب بیان میں اس قدر حزم و احتیاط کا پہلو غالب رہا ہے کہ کہیں بھی جادۂ اعتدال سے انحراف کیا ہو۔ اور علوم مغرب پرستی کا الزام عائد کیا جا سکتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علم و فضیلت کے حلقوں میں ان کی شہرت میں عظیم اضافہ ہوا

تحفۃ الابرار و مشرق الانوار بھی ان کی منظوم تصانیف ہیں اور ان میں بھی مرحوم کی نغمہ سنجی اور خوش بیانی کی فراوانی ہے۔ بلند طبعی کے باوصف عام فہم اور زبان کی سادگی کی مرقع ہیں

ذیل کی چند سطور وہ مناجات ہیں جو عین اس حالت میں جبکہ ان پر فالج کا حملہ ہوا شدت مرض کے عالم اضطراب و بیقراری میں دل سے اٹھیں اور زبانِ قلم سے ٹپک پڑیں۔ پیش کی جاتی ہیں جو آخری حصہ کا تتمہ ہیں۔

خداوندا بذات کبریایت	خداوندا بحق انبیایت
خداوند بحق مصطفایت	بحق آں رسول باصفایت
بحق وحدت ذات قدیمت	بحق رتبت عرش عظیمت
بحق ایں کلام پر جلالت	بحق ایں کلام بے زوالت
بحق جملہ آیات کلامت	بحق جملہ احکام عظامت
بحق کعبۂ بیت الحرامت	بحق رتبت ماہ صیامت
بحق صدق صدیق معتبر	بحق رتبت فاروق اکبر
بحق ناشر قرآن عثمان	بحق مرتضیٰ محبوب سبحان

بحق اہل بیت پاک اطہر — بحق جملہ اصحاب پیمبر
بحق جملہ خاصان یگانہ — ز وقت مصطفیٰ تا ایں زمانہ
بمن دہ صحت گم کردۂ من — بدہ جانم بجسم مردۂ من
خداوندا عطا کن تندرستی — بخاتم دہ ز رنج و ضعف و سستی
مرادہ باز آں تاب و توانم — میاور نقص در نطق لسانم
اگرچہ پُر گناہ و روسیاہم — بدہ ربا بت خدایا دادخواہم

تحفۃ الابرار و مشرق الانوار سے چند اشعار بطور نمونہ از خروارے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ پند و نصائح میں مجموعہ ملاحت کلام کے اعتبار سے پُرجوش اور قابل فہم و سادہ ادا کی شکل میں خوش بیانی کے شاہکار ہیں۔

خطاب بہ شیفتگان مغرب

اے کہ نور باطن تو تیرہ شد — از ضیائے غرب چشمت خیرہ شد
از طریق پاک خود بیگانۂ — نیک بین دیوانہ یا فرزانۂ
شیوہ ات تقلید اہل مغرب است — دلبر مغرب دلت را جاذب است
تو لباس مغربی پوشی بتن — دل نداری ہمچو ایشاں در بدن
ہر کہ دم از عشق زد مجنون نیست — مغربیت بستہ با پتلون نیست
مغربی ہر یک فدائے قوم خود — تو فقط کردی فراموش قوم خود
مغربی دارد بدل صد سوز و ساز — انتہائے فعل تو ترک نماز
مغربی پابند وقت است و اصول — شد اصولت بی اصولی اے فضول
مغربی جان میدہد در جستجو — چہ از وا آموختی جز گشت و شو
اہل مغرب در امور دینوی — کردہ اند تقلید اصحاب نبیؐ
رحمدل در کارہا با یکدگر — تند خو با غیر ہمچوں شیر نر
ذلت خویشاں تو ہر دم میکنی — پیش بیگانہ سرت خم میکنی
علم حریت بہ قرآن دست کجا — بر ہمہ تو ظلم ہمہ عالم گواہ است
ایں نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ — در دو عالم باعث نشو و حیات
از سرت بیرون خیال خام کن — غور بر آغاز و بر انجام کن
در مساجد رو عزیزاں را ببین — ہادی شاں باش اے مرد گزین

خود مسلمان باش پس رہبر شوی　　چون عمرؓ بو بکرؓ چون حیدرؓ شوی

ولہٗ خطاب بہ سرمایہ داران امت

مال دنیا جمع کردن لازم است　　جمع توشہ کار مرد حازم است

در جہان بے مال و دولت زندگی　　این زمان شرم است و بس شرمندگی

ذلت ما این زمان از عسرت است　　از تہیدستی بہ پستی افتادہ است

قوم گر بے مال و بے دولت بود　　در جہان کے صاحب صولت بود

از اصول زندگی آگاہ باش　　در تلاش مال عز و جاہ باش

نیک راہ صرف آن نیز دان　　گر بخواہی نام نیک جاودان

آن بیاموزی ز اصحاب رسولؐ　　یا ز اہل غرب برخوان این اصول

بحجہ اہل بدعت　　و در رسم　　مال بر رسم عبث ضائع مکن

صرف کن از بہر ملت سیم و زر　　تا کنی پیدا بسے اہل ہنر

بہر تعلیم غریبان　　وطن　　انتظامے کرد باید جا بجا

قلب شان از علم دین پر نور کن　　مغز شان از طرز نو پر شور کن

مال تو گر بذل بکر است است　　بر تو از خالق فراوان رحمت است

بے قتالے تو مجاہد مے شوی　　بے ز عابد بود زاہد مے شوی

جمع کن ہم صرف کن در راہ حق　　بالضرور از غزالی گیر این سبق

مال خود را ملک جملہ قوم دان　　تا کہ بخشد ایزدت باغ جنان

ولہٗ تتمہ بر نصائح قرآنی

اے کہ میدانی کلام پاک را　　گفتہ ہائے خالق افلاک را

خلق خود را کن تو چون خلق نبیؐ　　تا بہ عالم صاحب شوکت شوی

جامہ ہر رنگے کہ خواہی کن بدوش　　لیک بر جان جامۂ تقویٰ بپوش

حاکمان خویش را کن انقیاد　　ہست این فرمودۂ رب العباد

عہد مسئول است در روز جزا　　عہد شکن باش از اہل وفا

گفت غیبت را ھذا لحم اخی　　تو مخور لحم اخی اے متقی

از خیانت در امانت کن حذر　　تا امین قوم باشی اے پسر

ترک کن بحث مزید و فع ید — اصل سنت ترک بغض است و حسد
ہر کہ پیش آید کن او را سلام — ہست این حکم خدا اندر کلام
گر بجائے کس بدی اے نیک خوئی — بر درت استاده باش دادن خوئی
نیز سرگوشی بہ مجلس شد حرام — این مکن نزد خدا شو نیکنام
خنده بر دیگر نہ بے شرمی بود — با انسان فہمائش و نرمی بود
از تکبر خویش را رسوا مکن — بر مسلمان گاه استہزا مکن
چون برادر ہر مسلمان را بدان — گرچہ باشد او غریب ناتوان
آنکہ او خود صاحب ایمان بود — بر جماعت جان او قربان بود
در نماز و روزه خود را استوار — دار اے نیکو سیر والا تبار
ہم زکوٰة و حج بود فرض خدا — بنده ہستی فرض حق را کن ادا
در جہان خود را تو چون مہمان بدان — فرض بر خود خدمت انسان بدان
قلب خود را از خرد معمور دار — از زنا و خمر خود را دور دار
دوزخ و جنت اگر روحانی است — یا کہ نار و گلشن جسمانی است
نیست سودی زین مباحث مر ترا — کار مطلب کرد باید مرد را
آن یکی خوب و دگر زشت آمد است — بہتر آن یک کوش زین دیگر بہ است
نکتہ خوش گو میت از مثنوی — باید از گوشش دل این را بشنوی
از مکافات عمل غافل مشو — گندم از گندم بروید جو ز جو
باش اندر کار حق ہر صبح و شام — نیست جز تبلیغ بر ما در اسلام

دعا برائے بادشاه

خدایا شاه ما را زنده داری — بہ تخت شاہیش پاینده داری
برائے فیض بخشی بہ رعایا — تو او را ہمچو خورشید تابنده داری
بده خدام او را جاه و عزت — عدو را دائماً شرمنده داری
خداوندا بہ فضل خویش ما را — بحکم شاه خود پوینده داری
خدایا تا مرا داری در این دار — رضائے شاه ما جوینده داری
ستانی جان تن در خدمت او — رضایش ده مرا تا زنده داری

حبیب اللہ مدرس سکول پرنس | انکا تخلص قدر ہے علم و فضیلت کے ساتھ شاعرانہ ذوق کے مالک

ہیں ۔ انکے مجموعہ اشعار سے صرف ایک غزل پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تاکہ یادگار رہے ۔

در شکایت روزگار و خطاب بہ شیفتگان زمانہ حال

افسوس کہ آن مجلس شاہانہ نماندہ — وان بے غمی و حالت مستانہ نماندہ

افسوس کہ شد خلق خریدار دغل ہم — دردا کہ کنون قیمت دردانہ نماندہ

در سوق پر از شک ز حسن پرستی — آن گرمی و سوداگر و بیعانہ نماندہ

در میکدۂ خاطر و در جام عقیدت — دردا کہ میٔ عشق ز جانانہ نماندہ

شد رہبر کامل ز مستان ز جہان آہ — ساقی و میٔ و ساغر و میخانہ نماندہ

زد بہ تفتیشی شد عمل خلق جہان تو زہ — کار شرف و مردیٔ شیرانہ نماندہ

بازار خبیثیٔ مغاعیل بشد گرم — افسوس مگر غیرت مردانہ نماندہ

تسبیح ارادت ز ید قلب مریدان — افتاد بہ پیران سر پیرانہ نماندہ

از شیخ و زیر و شہ و منعم پی محتاج — آثار ز الطاف بزرگانہ نماندہ

از قاضی و مفتی ز پی مجرم شرعی — قربان سراہا و جبہ بانہ نماندہ

دردا بہ جہان رتبۂ ہر سفلہ فزون شد — قدر ہنر و مردی و فرزانہ نماندہ

آن شمع شب افروز ندیدست کنون ہم — دردا کہ کشش در دل پروانہ نماندہ

قدر ہنر و خدمت و اخلاص بشد گم — رحم و کرم و ہیبت شاہانہ نماندہ

شمعی کہ بہر خانۂ فقیرا بریز بدی بود — دردا کہ بآن قسم بیک خانہ نماندہ

بہر چہ برآرے گہر از گنج خدایا — دانی کہ کنون قدر گہر و دانہ نماندہ

ولہٗ

سعی میدارد زمان دائم چو در آزار من — پس چہ سال گرمی دہد خود را زپی بازار من

نزد اہل وطن کمتر ز حنظل ہائے خشک — آہ! اجلہ غیرت شہد و شکر گفتار من

کو چمن بینی و گل چینی کجا شوق دلی — گاہ گر آید برائے سیر در گلزار من

بلبل شیرین سرا و نکتہ رس بود نے بیغ — ہمدم دائم گلستان نغمہ و یار من

ہمچنان باغ است خوش آما غنا دل بیت — پیش چشم زاغ تا بی رونق این گلزار من

چونکہ معنی و حقیقت را مخاطب شد وطن — خود گران از کوہ ہم بر پشت دل شد بار من

کاش گر یک نکتہ رس از جملہ اہل وطن — گاہ گہ پرسان شدے از حالت بیمار من

برخلافم گر ہمہ عالم شود یک سو فدا

دانہ ہم کم نیارد گرد از انبار من

غلام جعفر خان مرزا صاحب محمد غفران مرحوم کے تیسرے فرزند ہیں۔ رسمی علمی دستگاہ کے باوصف شاعری ذوق کے بھی مالک ہیں۔ مگر اس وقت باوجود تلاش ان کا کوئی شاعرانہ کلام دستیاب نہ ہوا۔ صرف ایک نظم جو ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کی تخت نشینی کے موقع پر ۱۹۲۹ء میں پیش کی تھی یہاں درج کی جاتی ہے:

مبارک خسرو والا حشم این بخت فیروزی　　مبارک تاج زریں باد مبارک تخت فیروزی

مبارک نیر اقبال تو شد در جہاں روشن　　مبارک عالم افروزی مبارک جشن فیروزی

مبارک صد مبارک باد دریں ایام فرخندہ　　زمام حکمرانی جشن حکمرانی بزم فیروزی

خوشا امروز چوں سلطان ما سیف الٰہی شد

شہ شمشیر حق ظل خدا را پادشاہی شد

عطائے لطف حق بر ما ہمیں ظل الٰہی شد

حصار عافیت این زمان پشت و پناہی شد

طلوع آفتاب بخت تو درخشاں و تاباں باد　　ظلال پادشاہی ضو فشاں و ہم درخشاں باد

ترا اقبال یاور باد ز تائیدات ربانی　　طراز سلطنت محکمی از سیف رحمان باد

رہ اسلام و حق را تو ہمیشہ رہنموں باشی　　عدوئے تیرہ سامانت ہمیشہ تیرہ ساماں باد

خوشا امروز چوں سلطان ما سیف الٰہی شد

شہ شمشیر حق ظل خدا را پادشاہی شد

عطائے لطف حق بر ما ہمیں ظل الٰہی شد

حصار عافیت را ایں زمان پشت و پناہی شد

غزلیات زبان چترالی

چترالی زبان میں غزلیات مختلف بحروں اور الگ الگ اوزان میں بکثرت ہیں کہ جن سے عشق مزاج نوجوان غم غلط کرنے اور دل کی شادمانی کے لئے پڑھتے اور گاتے رہتے ہیں لیکن یہ حرفِ زبانوں پر جاری ہیں۔ اور ضبط تحریر میں نہیں ہیں۔

چونکہ اس زبان میں ابھی تک کسی نے چترالی زبان میں کوئی کتاب نہیں لکھی تھی اور اس کے لئے کوئی رسم الخط بھی قرار یاب اور رواج پذیر نہیں ہوا ہے اور جنہوں نے اس میں قلم زمائی بھی کی ہے ان کی املا میں بہت تفاوت اور باہمی موافقت نہیں ہے۔ محمد ناصر الملک مرحوم اور مرزا محمد غفران مرحوم نے ۱۹۱۷ء میں زبان کھوار کے احیاء کے لئے باہم ملکر حروف کی ایجاد کرلی تھی۔ اور طرز تحریر و انداز بیان شروع کیا تھا مگر پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا ۱۹۵۷ء میں اس اہم قومی و وطنی خدمتگذاری کا بیڑا از سر نو اٹھانے کی کوشش شاہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش نے فرمائی اور دروش میں ایک انجمن قائم کی۔ اور اس کا مقصد یہ ہوا کہ کھوار زبان کی ترویج و ترقی پر لکھنے اور بڑھنے کا رسم و رواج قائم ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اس ملک و ملت کے اہم ترین مسائل سے ہے کھوار زبان کی نوشت و خواند سے اس ملک کا قومی و لسانی وقار بڑھ جائیگا۔ اور معدوم و فراموش ہو جانے کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ جیساکہ اوپر ذکر ہوا ہے حروف اوزان کی شکلیں اور آوازوں کی تنظیم اور طرز تحریر کا معاملہ سب از سر نو اختراع و ایجاد کے اصلاح طلب تھے۔ جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے تو شہزادہ صاحب کی متواتر کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور کھوار زبان تعلیمی نصاب میں مقامی زبان کی حیثیت سے داخل و شریک ہوئی۔

عربی زبان خود اعراب ثلاثہ کی حامل ہے اور اس سے ایک حرف بھی الگ نہیں ہے۔ اور فارسی زبان میں بھی اکثر حرکات ثلاثہ استعمال میں آتی ہیں۔ اور بڑے ہی تھوڑے الفاظ ہیں کہ جنہیں پیش۔ زبر اور زیر استعمال میں نہیں آتے۔ لیکن چترالی زبان میں اکثر حرکات ثلاثہ بیکار ہیں۔ ایک حرف ہے کہ وہ نہ پیش کا محتاج نہ زبر کا دست نگر اور نہ زیر کا طلبگار ہے۔ مگر باوجود اس کے انجمن کھوار دروش نے مکمل ایجاد طرز تحریر اور حروف کی شکلیں اور آواز کی تنظیم نہایت تفصیل کے ساتھ ترتیب دی ہے۔

اکثر اہل چترال تیز ذہن ہیں اور کسی تکلیف کے بغیر مادری زبان میں صحیح کہنے کی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ جب ایک انگریز سیاح میجر بڈلف گلگت کے راستے سے چترال میں آیا اس سے پہلے کوئی بھی یورپین اس ملک میں نہ آیا تھا ریاست کے وزیر مظفر خان نے اسے دیکھا تو فوراً کہا ؎

در قفائے کہ فرنگی سہ مسلماں آمدند　　　رحمت و نور حیات و شاہ سلطان آمدند

یعنی قندر کے وزیر رحمت اور مستوج کے نور حیات و شاہ سلطان اس کے ہمراہ مقرر ہو کر چترال آئے تھے اور

اسکی حفاظت و رہبری پر مامور کئے گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ وزیر مظفر خان کی طبع رسا نے ان مصرعوں میں کئی باتیں جمع کر دی ہیں۔

اس ملک کے مشاہیر اہل ظرافت حضرات ایشا قاضی محمد نظام الدین کے رہنے والے ایک ایسے فاضل ظریف شخص تھے کہ جو شاہ کٹور ثانی کے حضور میں بار یاب رہتے اور نوع بنوع کے لطائف و ظرائف سے بات کرتے کہ بادشاہ بے اختیار ہنس پڑتے۔ اسی طرح ملا جنگجنج چرکمن کے رہنے والے ہیں جن کے مزاحی اور فکاہی لطائف بہت سے منقول اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ اور یہی حال میر آمان خوشوقتیہ کا تھا وہ بھی شاعرانہ ظرائف کے شخص تھے۔ اور شاہ امان الملک کے حضور میں مقرب اور انواع لطائف میں مقبول تھا۔ پھر بادشاہ مرحوم کے وزیر اجاقی میمون بیگ بھی بذلہ گوئی اور لطیفہ سنجی کے معدن تھے۔ اور ہر بات میں بے اختیار ہنسی لاتے تھے۔ اور یہ ملکہ قوت ذہنی کی خداداد کا نتیجہ تھا۔ اور یہ بڑے معروف لوگ تھے۔

شعرائے چترار

صوفی نظام الدین اپنی مادری زبان چترار ی میں بڑے ملیح اشعار کہتے تھے۔ مگر ان کے کلام کو کسی نے جمع نہ کیا۔ کسی وقت صوفی صاحب سفر میں تھے کہ سورج کی تپش سے نڈھال ہوئے تو چترار ی زبان میں فی البدیہہ یہ کہا۔

ہائے دریغا کہ کرا چھاغ جبیسیر
صوفیٔ مسکین ہتیرا چاغ بیشیر

چترار ی میں چھاغ کے معنے سایہ اور چاغ کے معنے زمین پر گر پڑنے کے ہیں۔

مولانا محمد سیر

ان کے فارسی کلام کا نمونہ پہلے گذر چکا ہے۔ مولانا چترار ی میں بڑے ملیح اور فصیح اشعار کہتے تھے۔ مصنف کتاب کو ان کی یہ مشہور غزل یاد تھی کہ جسے آج تک عشق مزاج نوجوان بڑے جوش سے پڑھتے ہیں۔ موضع ریشن میں مولانا سیر کا محبوب تھا فرماتے ہیں۔

رشتو توم رنگ گنشیر مہ خوشتو یاقوت شمار
کہ کرو بردون کیہ اوزغ جملہ گلستان یہ ریشن

ولہ ایضاً

رومو سوتری ڈوڈیکو رشتو کرو بردون شیتوئی
کیہ کمرو بردون کیہ اوزغ جملہ گلستان یہ ریشن
ردئے مہ بشار کرو نیان ای گدیری کوری بیسن
اوہ عشقو دیوانہ مرشدوری مشکل کیتین

اتالیق محمد شکور

فارسی کے علاوہ چترار ی میں شعر گوئی کا ذوق رکھتے تھے۔ ان کے مجموعہ اشعار

سے ذیل کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اے دل تو یکی سیر بعالم نکرسکو ۔۔۔ یک چند تماشائے دلیش ہم نکرسکو
بیدل کہ او شوئے مش نو تیر بر غزتہ ہرگز ۔۔۔ عزت کہ تہ خوش تن سرد رستم نکرسکو
از تیر غم عشق تو ہردی ہمہ ژنے جور ۔۔۔ وز لطف طبیا بہ تہ مرہم نکرسکو
تہ دردہ آدہ عاقبتہ الامر اد برستم ۔۔۔ اے دلبر بے رحم تو ماتم نکرسکو
شمشاد تہ تو پوشی تہ کوروئے دعوی قامت ۔۔۔ اے نخل صنوبر تنو ملزم نکرسکو
شبہا زغم ہجر تو چون شمع کڑیران ۔۔۔ تن وصلہ عزیبو تو بغیم نکرسکو

ولہ ایضاً

اے بار خدایا مو چیتے قدر چمن را ۔۔۔ گرزین موانگیہ زکرم زاغ وزغن را
ہرگز موانگیہ اشپیقیتو گلشن یارب ۔۔۔ ہمدوش بہ بلبل کردنے ریحان وسمن را
از بیم شرو فصل نوسون زار کڑیران ۔۔۔ دیتو کرد ئے شام وسحر مرغ چمن را
دیشو ہنگی درون بوئی صیاد سیہ چشم ۔۔۔ ہر و شکی ڈوڑاؤ صید کردی تن تہ دمان را
در صحن گلستان کہ گوشیان پرلشیوان اخلی ۔۔۔ شرمندہ کروئے سنبل وریحان وسمن را
افسوس کہ آن گلبدن تدرد نثرو نکث ۔۔۔ بہتر جشور راز بلبل آزادہ زغن را
بر ذو دہ لو تہ تجم ردیو قدر و کرنی ہش ۔۔۔ آہو کہ او برستائی پشینی مشک ختن را
گر بر سر قبرم کہ کبیر آن مس ہمی دلجو ۔۔۔ ڈنہ بزہیم نق پسی در گور کفن را

شاہزادہ تحمل شاہ

چترار ی زبان میں بھی اشعار آبدار کہتے تھے یہ مخمس انہیں کی طبع رواں کی یادگار ہے۔

دنیائے آسکو قرار نکی ۔۔۔ پھتنکی سورہ ارشو بار نکی
زندگانیو اعتبار نکی ۔۔۔ بہر ہچکو عمر وستم کیہ کار نکی
ہیچ کیہ اثر ناری پائیدار نکی

مراد مٹ پوژن کڑاؤ بغنی ۔۔۔ رائی کو راؤ کوری نتراؤ بغنی
وہ ای کندری ژن اوسو بغنی ۔۔۔ کم روشن ہچو بین پہنو بغنی
ہشتیان سری کیہ یادگار نکی

خلق بیہودہ آرزو کرلی ۔۔۔ تن مڑی ہٹ بو گفتگو کرتی
کمیریان مشکی جستجو کرلی ۔۔۔ کمیریان تن ہمی پورہ کرتی

لوڑیکو چھک دینی کہ بارنگی

تہ عمر سار بیرے خفتن کری کہ — مال لکھیکو بچن بچھین کری کہ
تہ تن سودنگی خرن کریکہ — تن جانو پیرہ تنتہ تن کری کہ

عمرو مرمت کیہ استوار نگی

کوس کہ دولت اوشوئی سر عزیز بولی — ہر کیہ کوری موتن نگی بجے سر کروئی
کیا چھقہ بکوری کہ ہورسہ بوتی — ہر کرا بتش کونی بوجم تغوروئی

چھن رو دیا ای دی خلتہ بارنگی

محو یا نگی آخرت دودیری — دینو ستم بتی اسوش گدیری
کلہ چت ہجھش عاقبت ہیری — شوغو شرغہ کہیوتہ کوس توڑیری

تو کہ کار کوس یا مگہ تہ کارنگی

جبین

جبین کا ذکر شعرا کے سلسلہ میں گذر چکا ہے۔ چترار ی زبان میں بدیہہ گوئی پر بھی اس کو کمال حاصل تھا۔ اگر کوئی شخص اسکے اشعار کو قلمبند کرلیتا تو کئی ہزار اشعار کا مجموعہ ہوتا۔

دربند یار خون کی جنگ میں میر محمود شاہ والی بدخشاں کو اہل چترال کے بالمقابل ہولناک شکست کا شکار ہونا پڑا تھا۔ جبین نے اسکی ہجو میں یہ مخمس کہی تھی۔

محمود شائے تہ ارمغہ — بیتار نویس تہ فرمانہ
کلیر ڈوسے تہ دربنہ — ڑائی رودو شو ڑائی بیرتہ

دوڑ دیکو یو گیک بیریہ

محمو بش گو یان خوشانو — بار یے انگویان کشانو
ابرو او جہت بدخشانو — ڑائی رادو شو ڑائی بیرتہ

دوڑ دیکو یو گیک بیریہ

پیرار کہیو تن نازبیری — محمود شہ برائی گدیری
کا غانو چہ شو نخوان زیری — ڑائی رادو شو ڑائی بیریہ

دوڑ دیکو یو گیک بیریہ

محمود شاہ کوسے خوشانیو — اسپہ تقویت روشانیو
پساؤ پہریشم پیشانیو — ڑائی رادو شو ڑائی بیریہ

دوڑ دیکو یو گیک بیریہ

شاہزادہ محمد حسام الملک

شاہزادہ صاحب علمی فضائل کے باوصف ادیبانہ و شاعرانہ کلام ذوق کے بھی ہیں۔ اسی بنا پر دو سال پہلے چترال میں شاعرہ بزم ادب کا افتتاح

فرمایا تھا۔ اور ترویج زبان چترالی کے سلسلہ میں کھوار شاعروں کی ہمت افزائی میں کوشاں رہے تھے۔ تذکرہ مشاہیر چترال میں بھی اس سلسلہ کا تعارف نامہ ہے جو قوم و وطن کی یاد میں لکھا گیا ہے اور شاہزادہ صاحب کو بھی اس سے گہری دلچسپی ہے۔ کیونکہ کھو قوم کی یادگار ہے اور کھو قوم کے وقار ادبی ولسانی نظام کے علایق ان سے وابستہ ہیں۔

کھو زبان میں رموز کائنات کے اشاروں پر آپ نے جو اشعار لکھے ہیں۔ وہ پیش کرتا ہوں۔

تو جم کر ژاژس میت ورست مژارد ویو — خدایو ولیھار بند و ژاک د ویو
گلابو پھران تہ دردہ پور پور — مرگشت تہ سم دریاق ہمیشہ بور بور
اشتیری بو چھیے تہ تن کو بیان عچھی — کا نان مہ کمبو خ تہ تن کو نیان ہستی
لاکھ قسمہ میوہ خدایو پتیچ، — تہ سار دی کو نیان روی گریو عنچ
تو کہ جم ژاژس میت ورست مژارد ویو — خدایو ولشیار بند و ژاک دویو
اشپیرو سیماغ تہ تن دو یان پتھک — رنگا رنگ گمبوری انزیئے تہ تن تک
بلبلو کرڈک نگی بے مطلب — ہسہ تہ مشکیران نو گلابو کپ
چھوی اوچہ انش بو نیان کشتنایلی — گرشپو چہ یو مون ریشیان گو ماسری

تو کہ جم ژاژس مہ ورست مژارد ویو
خدایو ولشیار بند و ژک دویو

بابا ایوب چمرکھن

حاکم مشرف خان کا لڑکا بابا ایوب اپنی مادری زبان میں بہت سے اشعار کا مجموعہ تیار کیا ہے مگر یہاں اس کی ایک غزل پر اکتفا کیا جاتا ہے جو وطن کی موجودہ حالت پر کہی گئی ہے۔

لوٹ نیمی خدائی تو دیت آزاد حکومت — اسپہ ملکا بائی ہمیشہ خیرہ چہ برکت
کرو ہی مو چی کورہ اسپہ کھو قومان — نششری نگہ کورہ اسے مہربان
یہ اسپہ دعا ہیہ اسپہ ارمان — تو خداوند اسوس زمینو چہ آسمان

٭

شیشہ بار نیو تہ چھوتی ادبی کھو کو ژرک غلط — چترار قبایل ہیرا جھور کو ژرک غلط
اردو سو قانونا زرو چہ زن او چھڑ ین برابر — اسلامو خلاف ہمی تو ان شور کو ژرک غلط
قاعدہ او چہ دستور رسم رواج شرلیتو سم جست — ہمتان پچی ملکو جیدستور کو ژرک غلط
تن مژری دشمن خوزان سم دوستیو مثال — دیوان تن انگیتی پری یانان دور کو ژرک غلط

یہاں بیان کی ہے۔

تمت بالخیر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

روز چہارشنبہ یکم نومبر ۱۹۶۱ء کو ختم ہوا اور اس دعا پر امید اجابت رکھتا ہوں "رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ٥ آمین

احقر

غلام مرتضٰے غفرلہ

باشندۂ خاص چترال